11B

آیاتہا ۱۲۹ ﴿ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ ۹ ﴾ رکوعاتہا ۱۶

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: سورۂ توبہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سورہ برأت مدینہ طیبہ میں نازل کی گئی۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جو سورتیں مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں ان میں سے سورہ برأت بھی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، نسائی، ابن ابی داؤد نے مصاحف میں، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کو کس چیز نے برانگیختہ کیا کہ انفال کا قصد کریں حالانکہ یہ مثانی میں سے ہے؟ اور برأت کا قصد کریں حالانکہ یہ مئین میں سے ہے اور پھر تم نے ان دونوں کو ملا دیا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی سطر نہیں لکھی اور تم نے اسے سات لمبی سورتوں (سبع طوال) میں رکھا ہے تمہیں اس پر کس نے ابھارا ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا زمانہ آیا جب کہ آپ پر ذوات العدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں اور جب بھی کوئی شے آپ پر نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین وحی میں سے کسی کو بلاتے اور فرماتے ان آیات کو اس سورۃ میں لکھ دو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ طیبہ میں پہلے پہلے نازل ہوئیں اور سورۂ برأت نزول کے اعتبار سے آخر قرآن میں سے ہے۔ اور اس کا قصہ انفال کے قصہ کے مشابہ ہے۔ پس میں نے گمان کیا کہ یہ اس میں سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور آپ نے ہمارے لیے یہ بیان نہ فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے۔ پس اس وجہ سے میں نے ان دونوں کو ملا دیا ہے اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور میں نے ان دونوں کو سات طویل سورتوں میں شامل کیا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی، ابن ضریس، ابن منذر، نحاس نے ناسخ میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی: يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ (النساء: 176) اور سب سے آخر میں جو سورت مکمل طور پر نازل ہوئی وہ سورۂ برأت ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابورجاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے انفال اور برأت کے بارے پوچھا: کیا یہ دو سورتیں ہیں یا ایک سورت ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ دو سورتیں ہیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابوروق رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا برأت اور انفال ایک سورت ہے۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 241 (2875) دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام نحاس نے ناسخ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: انفال اور برأت دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قرینتین پکارا جاتا تھا۔ اسی لیے میں نے ان دونوں کو سات طویل سورتوں میں شامل کیا ہے۔

امام دارقطنی نے الافراد میں حضرت عسعس بن سلامہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین! انفال اور برأت کو کیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ سورت نازل ہوتی تھی اور مسلسل لکھی جاتی تھی یہاں تک کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوتی۔ اور جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوتی تو دوسری سورت لکھی جاتی لیکن انفال نازل ہوئی تو ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ لکھی گئی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق سورۂ ہود، برأت، یٰس، دخان اور عم یتساءلون یاد نہیں کریں گے۔

ابوعبید، سعید بن منصور، ابوالشیخ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوعطیہ ہمدانی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ تم خود سورۂ برأت کی تعلیم حاصل کرو اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور کے احکام سکھاؤ۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: وہ سورت جس کو تم سورۂ توبہ کا نام دیتے ہو وہ سورۃ العذاب ہے۔ قسم بخدا! اس نے کسی کو نہیں چھوڑا مگر اس نے اس سے کچھ حصہ پالیا اور جو کچھ ہم اس سے پڑھتے ہیں تم اس سے ربع (چوتھائی) کے سوا کچھ نہیں پڑھو گے۔

امام ابوعبید، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ سورۂ برأت کو سورۂ توبہ کا نام دیتے ہیں اور یہی سورۃ العذاب ہے(1)۔

امام ابوعبید، ابن منذر اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا یہ سورۃ التوبہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کہ صرف توبہ، بلکہ یہ تو فاضحہ (رسوا کرنے والی) ہے۔ یہ مسلسل نازل ہوتی رہی یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا مگر اس کا ذکر اس میں کیا جائے گا۔

امام ابوعوانہ، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی: سورہ توبہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ عذاب کے زیادہ قریب ہے۔ اس نے لوگوں کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ یہ گمان ہوا کہ وہ ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑے گی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

1۔ فضائل القرآن از ابوعبید، جلد 1، صفحہ 241، دار ابن کثیر دمشق

WWW.NAFSEISLAM.COM

فرمایا: سورۂ برأت کی تنزیل کا سلسلہ ابھی مکمل نہیں ہوا تھا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا مگر یہ کہ اس کے بارے حکم نازل ہوگا۔ اس کا نام فاضحہ رکھا گیا ہے۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کسی آدمی نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا سورۂ توبہ کیا ہے؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سورتوں میں سے سورۂ توبہ کون سی ہے؟ اس نے جواباً کہا سورۂ برأت۔ تو پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا لوگوں نے اس کے سوا بھی کوئی اعمال کیے۔ ہم تو اس سے شفا پانے کی دعا کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ سورۂ برأت کو سورۂ منقرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے جو کچھ مشرکین کے دلوں میں تھا، اسے باہر نکالا اور اس کی چھان بین کی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا۔ تم سورۂ برأت کا ثلث (ایک تہائی) نہیں پڑھو گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ الہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ اسے سورۂ توبہ کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سورۃ العذاب یعنی برأت ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورۂ برأت کا نام المعبر ۃ تھا۔ کیونکہ اس نے لوگوں کے خفیہ رازوں کو ظاہر کر دیا۔

امام سعید بن منصور، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھ گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ برأت پڑھی۔ تو میں نے ابی سے پوچھا: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ تو انہوں نے میرے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل فرمائی۔ تو میں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے پھر کہا: میں نے آپ سے پوچھا تھا لیکن تم نے میرے ساتھ ترش روئی کا مظاہرہ کیا اور میرے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرے لیے اس نماز میں سے سوائے تیرے لغو عمل کے اور کچھ نہیں۔ پس میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سب کچھ عرض کر دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابی نے سچ کہا ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما میں سے ایک نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آیت سنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما تھے۔ تو اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا: یہ آیت کب نازل کی گئی؟ پس جب وہ اپنی نماز مکمل کر چکے۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 250 (2902) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

اسے فرمایا: تیرا جمعہ نہیں ہوا۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا جب سورۂ برأت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں کی خاطر داری کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: سورۂ برأت میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کیوں نہیں لکھی گئی؟ تو آپ نے فرمایا: کیونکہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ امان ہے اور سورۂ برأت تلوار کے ساتھ نازل ہوئی۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ① فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ②

"یہ قطع تعلق (کا اعلان) ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا مشرکوں میں سے (اے مشرکو!) پس چل پھر لو ملک میں چار ماہ اور جان لو کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور یقیناً اللہ تعالیٰ رسوا کرنے والا ہے کافروں کو"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ سے مراد بنی خزاعہ، بنی مدلج اور دیگر وہ قبائل ہیں جن کے ساتھ معاہدہ کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک سے فارغ ہو کر تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بیت اللہ شریف میں مشرکین بھی حاضر ہوتے ہیں اور وہ ننگے بدن طواف کرتے ہیں۔ لہٰذا میں پسند نہیں کرتا کہ اس حالت میں حج کروں۔ یہاں تک کہ ایسا ہونا بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان دونوں نے ذوالمجاز اور دیگر ان مقامات پر لوگوں میں چکر لگایا جن جگہوں میں اور حاجیوں کے جمع ہونے کے مقامات میں وہ خرید و فروخت کرتے تھے اور جن سے معاہدہ تھا انہیں جا کر بتایا کہ انہیں چار ماہ تک امن ہے اور وہ اشہر حرام ہیں جو مسلسل گزرتے ہیں۔ ذوالحجہ کے آخری بیس دنوں سے لے کر ربیع الاول کے پہلے دس دن گزرنے تک ہیں۔ پھر آپ نے ان سے عہد لیا اور تمام لوگوں کو جنگ کے بارے آگاہ کیا یہاں تک کہ وہ مر جائیں (2)۔

امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب سورۂ برأت کی دس آیتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق

1۔ شعب الایمان، جلد 6، صفحہ 351 (8475) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 72، دار احیاء التراث العربی بیروت

رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ آپ یہ آیات اہل مکہ کو پڑھ کر سنائیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا: ابوبکر کو جا ملو، جہاں بھی تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے ان سے کتاب لے لو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوٹ کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: آپ یا آپ کے اہل بیت کے کسی آدمی کے سوا کوئی بھی وہ حکم آپ کی جانب سے نہیں پہنچا سکے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت کے ساتھ بھیجا۔ پھر آپ کو بلا لیا اور فرمایا کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ یہ حکم ان تک پہنچائے سوائے میری اہل کے کسی آدمی کے، پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ انہیں عطا فرمائی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت عطا فرما کر اہل مکہ کی طرف بھیجا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے پیچھے بھیجا اور انہوں نے وہ سورت ان سے لے لی۔ تو اس کے سبب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ میں کچھ (ملال سا) پایا۔ تو حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! میرے اور میرے اہل کے کسی آدمی کے سوا میری طرف سے وہ کوئی نہیں پہنچا سکتا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چار احکام دے کر بھیجا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا، اس سال کے بعد مسلمان اور مشرکین جمع نہیں ہوں گے، جس کسی کے درمیان اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی عہد ہے تو وہ اپنے معاہدہ تک باقی رہے گا اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ مشرکین سے بری الذمہ ہیں۔

امام احمد، نسائی، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھیجا۔ آپ ﷺ نے چار احکام کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا، اس سال کے بعد مسلمان اور مشرکین جمع نہیں ہوں گے، جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی عہد ہے تو وہ اپنے عہد کی پاسداری کرے گا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں۔

امام احمد، نسائی، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب انہیں رسول اللہ ﷺ نے سورۂ برأت دے کر اہل مکہ کی طرف بھیجا، پس ہم یہ

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6، صفحہ 168 (3090) دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

اعلان کرتے تھے کہ مومن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ ہے تو اس کا معاملہ یا اس کی مدت چار ماہ تک ہے جب چار ماہ گزر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم ﷺ مشرکین سے بری الذمہ ہیں اور اس سال کے بعد کوئی مشرک اس بیت اللہ شریف کا حج نہیں کرے گا۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ابوبکر کے حج کے دوران برأت کا اعلان کریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر حضور نبی مکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہمارے پیچھے بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ برأت کا اعلان کریں گے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ احکام حج بیان کریں گے جیسا کہ ان کا فریضہ ہے۔ یا فرمایا: ابوبکر اپنی ہیئت پر قائم رہیں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احکام برأت عطا فرما کر آپ کے پیچھے بھیجا۔ پھر آئندہ سال حضور نبی مکرم ﷺ نے حج ادا فرمایا۔ پھر واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو والی (خلیفہ) بنایا گیا۔ پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا۔ پھر آئندہ سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا پھر وصال فرما گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر فرمایا پھر اس کے بعد آپ حج کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نے بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ہی عامل حج مقرر کیا۔ پھر آپ حج کرتے رہے یہاں تک کہ شہید کر دیے گئے۔

امام ابن حبان اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ آپ کی جانب سے وہ برأت کے احکام پہنچائیں۔ پس جب آپ کو بھیج چکے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور فرمایا: اے علی! رضی اللہ عنہ میرے یا تیرے سوا وہ احکام کوئی نہیں پہنچا سکے گا۔ چنانچہ آپ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کیا اور وہ چل پڑے حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے جا ملے اور ان سے سورۂ برأت لے لی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس ڈر اور خوف کے ساتھ ملاقات کی کہ ان کے بارے میں کوئی حکم نازل ہو چکا ہے۔ پس جب حاضری کا شرف حاصل ہو چکا تو عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میرے لیے کیا (حکم) ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو غار میں میرا بھائی اور بہترین ساتھی ہے اور حوض پر تو میرے ساتھ ہوگا۔ مگر وہ (سورۂ برأت کے احکام) میرے یا میرے اہل بیت کے کسی فرد کے سوا اور کوئی نہیں پہنچا سکتا۔ ''قَالَ خَیْرٌ اَنْتَ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَاَنْتَ مَعِیْ عَلَی الْحَوْضِ، غَیْرَ اَنَّهٗ لَا یُبَلِّغُ عَنِّیْ غَیْرِیْ اَوْ

رَجُلٌ مِّنِّی‘‘

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت کے احکام کے ساتھ حج کے لیے بھیجا۔ تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: بلاشبہ آپ یا آپ کے اہل کے کسی فرد کے سوا وہ احکام کوئی ہرگز نہیں پہنچا سکے گا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان آپ ان سے جا ملے اور وہ احکام ان سے لے لیے اور پھر حج کے دوران لوگوں کو پڑھ کر سنائے۔

امام بخاری، مسلم، ابن منذر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حج میں اعلان کرنے والوں میں سے مجھے بھی بلا بھیجا اور آپ نے انہیں یوم نحر کو بھیجا کہ وہ منیٰ میں یہ اعلان کریں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور ننگے بدن کوئی طواف نہیں کرے گا پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ برأت کا اعلان کریں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ یوم نحر کو اہل منیٰ میں برأت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ ہی کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرے (1)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور حکم فرمایا کہ وہ ان کلمات کا اعلان کر دیں۔ پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہیں ان کلمات کا اعلان کرنے کا حکم فرمایا: پس دونوں گئے اور دونوں نے حج ادا کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایام تشریق کے دوران کھڑے ہو کر یہ اعلان فرمایا ’’اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ اور اس سال کے بعد کوئی مشرک قطعاً حج نہیں کرے گا، نہ کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا اور مومن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے رہے (2)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، ابن منذر، نحاس، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت زید بن تبیع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کون سی شے کے ساتھ آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج پر بھیجا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: چار چیزوں کے ساتھ۔ (اور وہ یہ ہیں) کہ نفس مومنہ کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا، کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا، اس سال کے بعد مومن اور کافر مسجد حرام میں جمع نہیں ہوں گے اور جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے تو اس کا عہد اپنی مدت تک برقرار رہے گا اور جس کا کوئی عہد نہیں تو اس کے لیے مدت چار مہینے ہیں۔ ترمذی اور حاکم دونوں نے کہا ہے کہ

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 182 (4555)، دار الفکر بیروت 2۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 53 (4375) دار الکتب العلمیہ بیروت

یہ روایت صحیح ہے(1)۔

امام اسحاق بن راہویہ، دارمی، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج پر بھیجا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برأت کے احکام کے ساتھ بھیجا۔ پس انہوں نے موقف حج میں لوگوں کو مکمل سورۂ برأت پڑھ کر سنائی (2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے 9 ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں پر امیر بنا کر بھیجا اور آپ کو حج کے احکام لکھ کر دیے۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو سورۂ برأت کی آیات عطا فرما کر بھیجا اور انہیں حکم فرمایا کہ وہ ملہ مکرمہ، منیٰ، عرفات اور تمام مشاعر حج میں ان کا اعلان فرمائیں کہ اس سال کے بعد جس مشرک نے بھی حج کیا اس کی ذمہ داری سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بری الذمہ ہے۔ یا جس کسی نے بیت اللہ شریف کا طواف ننگے بدن کیا اور جس کسی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی عہد ہے اس کی مدت چار ماہ ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں میں چلتے رہے اور ان پر قرآن پڑھتے رہے۔ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اور ان پر یہ آیت بھی پڑھی یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ الآیہ (الاعراف: 31) ''اے آدم کی اولاد! پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت......'' (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے سورۂ برأت کے احکام کے ساتھ یمن کی طرف بھیجا۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں حالانکہ میں تو ایک کم عمر بچہ ہوں۔ مجھ سے قضاء کے بارے سوال کیے جائیں گے اور میں نہیں جانتا کہ میں کیا جواب دوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ سورت تو لے کر جائے یا پھر میں خود جاؤں۔ میں نے عرض کی: اگر یہ ضروری ہے تو پھر میں جاؤں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تیری زبان کو ثابت رکھے گا اور تیرے دل کی راہنمائی فرمائے گا۔ ''انطلق فان اللہ یثبت لسانك ویھدی قلبك'' پھر فرمایا تم جاؤ اور یہ سورت لوگوں کو پڑھ کر سناؤ۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ...... الآیہ کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے کر رکھے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے چار ماہ کی حد مقرر فرمائی کہ وہ ان میں جہاں چاہیں پھر سکتے ہیں۔ اور جن کا کوئی معاہدہ نہیں ان کی مقررہ حد چاروں اشہر حرام کا گزرنا ہے یعنی یوم نحر سے لے کر محرم کے گزرنے تک پچاس راتیں ہے۔ جب اشہر حرام گزر گئے تو آپ ﷺ کو حکم دیا کہ جن کے ساتھ معاہدہ ہے ان کے بارے میں تلوار اٹھالیں، اگر وہ اسلام میں داخل نہ ہوں اور جو کچھ بھی ان کے ساتھ عہد و پیمان ہوا وہ توڑ دیں۔ اگرچہ پہلی شرط ختم ہو جائے۔ ''بجز ان لوگوں (اہل مکہ) کے جن سے تم نے مسجد حرام

1۔ سنن ترمذی مع معارضۃ الاحوذی جلد 11، صفحہ 169 (3092) دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 292، دارالکتب العلمیہ بیروت　　3۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے پاس معاہدہ کیا''۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ قوم کے کئی معاہدے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ انہیں چار ماہ کی مہلت دیں، وہ ان میں سفر کر سکتے ہیں اس کے بعد ان کا کوئی معاہدہ نہیں اور اس کے بعد سب باطل قرار دے دیا اور وہ قوم جن کا کوئی معاہدہ نہیں تھا تو ان کے لیے پچاس دنوں کی مدت مقرر کر دی۔ یعنی بیس دن ذوالحجہ کے اور محرم شریف کا مکمل مہینہ۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ (التوبہ:5) ''پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ انہیں''۔ اس آیت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی سے کوئی معاہدہ نہیں کیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے معاہدوں سے برأت کا اعلان فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور نحاس رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ کی تفسیر میں حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ یہ آیت شوال میں نازل ہوئی اور چار مہینوں سے مراد شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں (1)۔

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ③

''اور اعلان عام ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں کے لیے بڑے حج کے دن کہ اللہ تعالیٰ بری ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی۔ اب بھی اگر تم تائب ہو جاؤ تو یہ بہتر ہے تمہارے لیے۔ اور اگر تم منہ پھیرے رہو تو خوب جان لو کہ تم نہیں عاجز کرنے والے اللہ تعالیٰ کو۔ اور خوش خبری سنا دو کافروں کو دردناک عذاب کی''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد خداوندی وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کی جانب سے اعلان عام ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت حکیم بن حمید رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے حضرت علی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 73

WWW.NAFSEISLAM.COM

بن حسین رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک نام کتاب اللہ میں ہے لیکن وہ اسے پہچانتے نہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ قسم بخدا! وہ اسم اذان ہے۔

امام ترمذی، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حج اکبر کے دن کے بارے پوچھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ یوم النحر (قربانی کا دن) ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یوم الحج الاکبر سے مراد یوم نحر ہے(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: چار چیزیں ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یاد کی ہیں اور وہ یہ ہیں صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے، حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے، ادبار السجود سے مراد مغرب کے بعد کی دو رکعتیں ہیں اور ادبار النجوم سے مراد نماز فجر سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں۔

امام ترمذی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور ذکر و وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ای یوم احرم، ای یوم احرم، ای یوم احرم؟ کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے؟ تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ (یعنی حج اکبر کا دن)(3)

امام ابوداؤد، نسائی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن قرط سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایام نحر میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ترین دن یوم القر ہے (یعنی وہ دن جو یوم نحر کے متصل بعد آتا ہے اور وہ گیارہویں ذی الحجہ کا دن ہے) حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ قربانی کا دن ہی یوم الحج الاکبر ہے۔

امام بخاری نے تعلیقاً، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حج ادا فرمایا تو اس دوران آپ نے قربانی کے دن (دسویں ذی الحجہ) جمرات کے درمیان وقوف فرمایا اور پوچھا: آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کی:

1۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 2، رقم الحدیث 957 دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، رقم الحدیث 958

3۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی جلد 6، صفحہ 166 (3087)، دارالکتب العلمیہ بیروت

4۔ مستدرک حاکم جلد 4، صفحہ 264 (7522)، دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

آج یوم نحر ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہی دن یوم الحج الاکبر ہے(1)۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ان لوگوں میں بھیجا جو یوم نحر کو منیٰ میں یہ اعلان کریں گے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے، کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے، یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ سے مراد یوم نحر ہے اور حج اکبر حج ہے۔ اسے اکبر لوگوں کے قول الحج الاصغر کی وجہ سے کہا گیا۔ پس اس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں تک یہ خبر پہنچادی۔ نتیجۃً جس سال رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا۔ اس سال کسی مشرک نے حج ادا نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (التوبہ:28) ''اے ایمان والو! مشرکین تو نرے ناپاک ہیں''(2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یوم الحج الاکبر سے مرد یوم نحر ہے(3)۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ اور ابن جریر رحمہم اللہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عید الاضحیٰ کے دن خطبہ دیا۔ اور فرمایا آج کا دن قربانی کا دن ہے۔ آج کا دن حج اکبر کا دن ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوجحیفہ سے روایت کیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا حج اکبر کے دن سے مراد یوم نحر ہے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حج اکبر سے مراد یوم نحر ہے(6)۔

امام عبد الرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا الحج الاکبر سے مراد یوم نحر ہے جس میں بال کٹوائے جاتے ہیں، اس میں خون بہایا جاتا ہے (قربانی کے جانور ذبح کیے جاتے ہیں) اور اسی میں حرام کردہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں (یعنی وہ چیزیں جو احرام باندھنے کے سبب حرام ہو جاتی ہیں یوم نحر کو احرام کھل جانے کے بعد وہ چیزیں حلال ہو جاتی ہیں)(7)

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: یوم الحج الاکبر سے مراد وہ دن ہے جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ مل کر حج ادا کیا (یعنی آپ امیر الحج تھے اور آپ نے لوگوں کو خطبہ حج دیا)(8)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ کے بارے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک سال تھا جس میں مسلمانوں اور مشرکین نے تین دنوں میں حج ادا کیا اور یہود و نصاریٰ نے تین دنوں میں اور

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 85، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 435، قدیمی کتب خانہ کراچی

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 379 (15115)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 4۔ ایضاً (15115) 5۔ ایضاً (15116)

6۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 378 (15106) 7۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 85

8۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 215 (6894)، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

NAFSEISLAM.COM

متفقہ طور پر مسلمانوں، مشرکین اور یہود ونصاریٰ کا حج چھ دنوں میں ہوا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عون رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یوم الحج الاکبر کے بارے پوچھا؟ تو انہوں نے فرمایا: اس سے مراد وہ دن ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج اور اہل ملل کا حج باہم مل گئے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے زمانہ میں فرمایا: یہ حج اکبر کا سال ہے۔ فرمایا: مسلمانوں کا حج اور مشرکین کا حج لگاتار تین دنوں میں جمع ہو گئے ہیں۔ پس مسلمانوں، مشرکین اور یہود ونصاریٰ کا حج مسلسل تین دنوں میں جمع ہو گیا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے اس سال سے پہلے یہ اس طرح جمع نہیں ہوا اور نہ ہی قیامت قائم ہونے تک اس کے بعد جمع ہوگا۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے حج اکبر کے بارے سوال کیا گیا؟ تو انہوں نے کہا: تمہیں اور حج اکبر کو کیا ہے؟ یہ اس سال تھا جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنا نائب بنایا اور آپ نے لوگوں کو حج پڑھایا۔ اس میں مسلمان اور مشرکین سب اکٹھے تھے اس لیے اس کا نام حج اکبر رکھا گیا اور یہود ونصاریٰ کی عید باہم موافق ہوگئی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ سے مراد یوم نحر کے بعد متصل دوسرا دن ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ امام اس میں خطبہ دیتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ کا دن) کو فرمایا: یہ حج اکبر کا دن ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حج اکبر یوم عرفہ ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابوالصہباء البکری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حج اکبر کے دن کے بارے پوچھا؟ تو آپ نے فرمایا: وہ یوم عرفہ ہے۔

امام ابو عبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یوم عرفہ حج اکبر کا دن ہے۔ یہ فخر ومباہاۃ کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتوں میں اہل زمین کے بارے اظہار فخر فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے وہ میرے پاس پراگندہ حال اور غبار آلود ہو کر آئے ہیں وہ میرے ساتھ ایمان لائے ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ضرور بہ ضرور ان کی مغفرت فرماؤں گا۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت معقل بن داؤد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عرفہ کے دن

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا یہ حج اکبر ہے تو حج اصغر کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: رمضان المبارک میں عمرہ کرنا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے حج اکبر کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حج اکبر یوم نحر ہے اور حج اصغر عمرہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہا جاتا ہے عمرہ بھی حج اصغر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ۬ وَ رَسُوۡلُهٗ کی تفسیر میں ابوخیوہ نے کہا: کہ اللہ تعالیٰ مشرکین سے بری ہے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے بری ہے۔

امام ابوبکر محمد بن قاسم انباری نے کتاب الوقف والابتداء میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے تاریخ میں ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک اعرابی آیا: اور کہا: کون مجھے وہ پڑھائے گا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے؟ تو اسے ایک آدمی نے پڑھایا اَنَّ اللّٰهَ بَرِیۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ۬ وَ رَسُوۡلُهٗ اس نے رَسُوۡلُهٗ کا لفظ جر یعنی زیر کے ساتھ پڑھا۔ تو اعرابی نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہو گیا تو میں بھی اس سے بری ہو جاؤں گا، جب اعرابی کی یہ گفتگو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو آپ نے اسے بلایا اور کہا: اے اعرابی! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بری الذمہ ہو جائے گا؟ اس نے جواب دیا: اے امیر المومنین! میں مدینہ طیبہ آیا اور میں قرآن کریم نہیں جانتا تھا۔ تو میں نے پوچھا: مجھے کون پڑھائے گا؟ ایک آدمی نے مجھے یہ سورۂ برأت پڑھائی اور اس نے پڑھا اَنَّ اللّٰهَ بَرِیۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ۬ وَ رَسُوۡلُهٗ تو میں نے کہا: اگر اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہو گا تو میں بھی اس سے بری ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اعرابی! یہ اس طرح نہیں ہے۔ اس نے استفسار کیا: اے امیر المومنین! یہ کیسے ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا اَنَّ اللّٰهَ بَرِیۡٓءٌ مِّنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۙ۬ وَ رَسُوۡلُهٗ تو پھر اعرابی نے کہا: قسم بخدا! میں بھی اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے برأت کا اظہار فرمایا ہے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم صادر فرما دیا عالم لغت کے سوا لوگوں کو کوئی نہ پڑھائے اور آپ نے ابوالاسود رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے علم نحو وضع کیا۔

ابن الانباری نے عباد مہلبی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوالاسود دوئلی نے ایک آدمی کو وَ رَسُوۡلُهٗ کے الفاظ کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: میں یہ وسعت اور صلاحیت رکھتا ہوں کہ ایسے اصول وضع کروں جن کے سبب ایسی غلطی کی اصلاح ہو جائے یا اسی مفہوم کا کوئی کلام انہوں نے فرمایا۔ رہا یہ ارشاد خداوندی وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ تو اس کے بارے ابن ابی حاتم نے محمد بن مسہر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ سے پوچھا گیا، کیا بشارت مکروہ اور ناپسندیدہ شے کے بارے ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ۔

إِلَّا الَّذِينَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّ لَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④

"بجز ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے نہ کمی کی تمہارے ساتھ ذرہ بھر اور نہ انہوں نے مدد کی تمہارے خلاف کسی کی۔ تو پورا کرو ان سے ان کا معاہدہ ان کی مدت (مقررہ) تک۔ بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو"۔

امام ابن ابی حاتم نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس میں مشرکین سے مراد قریش کے وہ مشرک ہیں جن سے حدیبیہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاہدہ کیا تھا۔ یوم نحر کے بعد چار ماہ تک ان کی مدت باقی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے اس معاہدے کی مدت کو پورا کریں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت محمد بن عباد بن جعفر رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ مشرکین بنی بکر بن کنانہ سے بنوخزیمہ بن عامر ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا۔ الآیہ۔ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر مشرکین اپنا عہد توڑ دیں اور وہ دشمن پر غلبہ پالیں تو ان کے لیے کوئی معاہدہ نہیں۔ اگر وہ اس عہد کو پورا کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے درمیان قائم ہے اور وہ آپ پر غلبہ پانے کی کوشش نہ کریں تب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا ہے کہ آپ ان کے عہد کو قائم رکھیں اور اسے پورا کریں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قول باری تعالیٰ فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ کے بارے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بنی مدلج اور خزاعہ کا ایک معاہدہ تھا۔ تو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ارشاد فرمایا۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنوضمرہ اور بنومدلج بنی کنانہ میں سے دو قبیلے ہیں بنی تبیع سے ہونے والے غزوۂ عسرہ میں یہ لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیف تھے۔ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا پھر انہوں نے اپنے عہد کو دھوکہ کرتے ہوئے توڑا نہیں۔ وَّ لَمْ يُظَاهِرُوْا اور نہ ہی انہوں نے تمہارے خلاف تمہارے دشمنوں کی مدد کی۔ فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ تو ان کا معاہدہ ان کی اس مدت مقررہ تک پورا کرو جس کی تم نے ان کے لیے شرط لگائی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ فرماتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ان چیزوں کے بارے ڈرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کی ہیں اور وہ عہد کو پورا کرتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے ساتھ بھی معاہدہ نہیں کیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

''پھر جب گزر جائیں حرمت والے مہینے تو قتل کرو مشرکین کو جہاں بھی تم پاؤ انہیں اور گرفتار کرو انہیں اور گھیرے میں لے لو انہیں اور بیٹھو ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ۔ پھر اگر یہ توبہ کر لیں اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو ان کا راستہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اشہر حرام سے مراد چار مہینے ہیں ذوالحجہ کے بیس دن، محرم، صفر، ربیع الاول اور ربیع الثانی کے بیس دن۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اشہر حرام سے مراد ذوالقعدہ کے دس دن، ذوالحج اور محرم ہیں اور یہ ستر راتیں ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اشہر حرام سے مراد وہی چار ہیں جن کے بارے یہ فرمایا فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ (براۃ:2)

ابن منذر نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اشہر حرام کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان یوم نحر کے بعد چار ماہ کا معاہدہ ہوا تھا۔ ان کے لیے تو ان کے عہد کی بقیہ مدت تھی اور جن کا کوئی عہد نہیں تھا ان کے لیے محرم گزرنے کی مہلت تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا: جب یہ مدت گزر جائے تو آپ ان سے حل وحرم اور بیت اللہ کے پاس بھی قتال کریں یہاں تک کہ وہ یہ شہادت دیں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: کتاب اللہ میں ہر آیت جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین میں سے کسی کے درمیان معاہدے کا ذکر ہے اس کے اور ہر قسم کے عہد کے منسوخ ہونے کی مدت سورۂ براۃ ہے کیونکہ فرمایا خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وَاحْصُرُوْهُمْ کا معنی ہے ان پر حالات تنگ کر دو اور وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ کا معنی ہے کہ تم انہیں نہ چھوڑو کہ وہ شہروں میں پھرتے رہیں اور نہ ہی تم انہیں تجارت کے لیے نکلنے دو۔

ابن ابی حاتم نے ابوعمران جونی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کتاب اللہ میں رباط (چھاؤنی یا دشمن کے مقابلہ کے لیے لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کی جگہ) کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ

WWW.NAFSEISLAM.COM

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ کا حکم منسوخ ہو گیا اور اس میں استثناء کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اور مزید فرمایا وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ (التوبہ: 7)

امام ابن ماجہ، محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں، بزار، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ربیع بن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی دنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ عبادت کے لائق صرف اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اس کے ساتھ ساتھ اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی، تو وہ اس حال میں جدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا دین وہی ہے جو رسل عظام لے کر آئے اور انہوں نے باتوں کی تیزی اور خواہشات کے اختلاف سے قبل اپنے رب کی جانب سے اس کی تبلیغ فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے جو اس آیت کے آخر میں نازل ہوا: فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ فرمایا ان کی توبہ سے مراد بتوں کو توڑنا (ان کی پوجا پاٹ کو چھوڑنا) اور اپنے رب کی عبادت کرنا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ نے فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ کی تفسیر میں فرمایا: کہ اس آیت نے اہل مکہ کے خون کو حرام قرار دیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے ضمن میں یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے تین گروہ ہیں۔ ایک مسلمان جن پر زکوٰۃ ہے ایک مشرک جن پر جزیہ ہے اور ایک گروہ حربیوں کا ہے جنہیں تجارت کے لیے پناہ اور امن دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے مال کا عشر (چنگی) ادا کریں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت مصعب بن عبدالرحمن رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح فرمایا پھر طائف کی جانب چلے گئے اور ان کا آٹھ یا سات دن تک محاصرہ کیا، پھر صبح وشام سفر کیا، پھر ایک جگہ نزول فرمایا، پھر دوپہر کے وقت سفر کیا، پھر فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے لیے فرط ہوں اور میں اپنی اہل بیت کے بارے تمہیں بھلائی اور خیر کی وصیت کرتا ہوں۔ تم سے ملاقات حوض پر ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور بہ ضرور نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے یا تمہاری طرف میں اپنی جانب سے کوئی آدمی بھیجوں گا یا وہ میری طرح ہی ہوگا اور وہ ان میں سے قتال کرنے والوں کی گردنیں مار دے گا اور ان کی اولادوں کو قید کر لے گا۔ پس لوگوں نے خیال کیا کہ وہ ابوبکر ہے یا عمر رضی اللہ عنہما تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: وہ یہ ہے۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے۔

ابن سعد نے عبدالرحمن بن ربیع ظفری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Nafseislam
WWW.NAFSEISLAM.COM

2B

نے ایک انتہائی شجاع اور بہادر آدمی کی طرف قاصد بھیجا کہ اس سے صدقہ وصول کیا جائے۔ پس وہ قاصد اس کے پاس پہنچا تو اس نے اسے واپس لوٹا دیا۔ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی طرف جاؤ۔ اگر وہ اپنا صدقہ نہ دے تو اسے قتل کر دو۔

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

"اور اگر کوئی شخص مشرکوں میں سے پناہ طلب کرے آپ سے تو پناہ دیجیے اسے تاکہ وہ سنے اللہ کا کلام پھر پہنچا دیجیے اسے اس کی امن گاہ میں۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ وہ ایسی قوم ہیں جو (قرآن کو) نہیں جانتے کیونکر ہو سکتا ہے (ان عہد شکن) مشرکوں کے لیے کوئی معاہدہ اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے مسجد حرام کے پاس۔ تو جب تک وہ قائم رہیں تمہارے معاہدے پر تم بھی قائم رہو ان کے لیے بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پرہیزگاروں سے"۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ جو فیصلہ اس کے خلاف کیا جا رہا ہے اگر وہ اس کے موافق نہ ہو اور وہ اس کا قصد کرتا ہو تو اسے اس کی امن گاہ میں پہنچا دیجیے۔ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اسے حکم دیا ہے جس کسی نے کسی مشرک کو امن دینے کا ارادہ کیا کہ اگر وہ اسے قبول کر لے تو پھر ٹھیک ہے ورنہ وہ اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ اسے قبول کر لے اور حکم دیا کہ وہ ان پر ان کی اس حالت پر مال خرچ کریں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كَلٰمَ اللّٰهِ سے مراد کتاب اللہ ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استثناء کی اور پھر اسے منسوخ کرتے ہوئے کہا: وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ اس کلام اللہ سے مراد آپ کا کلام قرآن کریم ہے۔ پس اسے پناہ دو۔ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے شہر کی امن گاہ میں پہنچ جائے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ نے کہا: ایک آدمی آئے جب وہ اللہ تعالیٰ کا

کلام سنے اور اس کا اقرار کرے اور اس کے ساتھ اسلام قبول کرے تو یہ وہی ہے جس کی طرف دعوت دی گئی ہے اور اگر وہ انکار کرے اور اس کا اقرار نہ کرے تو اسے اس کی امن گاہ تک لوٹا دو۔ پھر اس حکم کو منسوخ کرتے ہوئے فرمایا وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (التوبہ:36)

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ میں قریش کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ سے مراد قریش ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین میں سے بعض لوگوں نے معاہدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صرف بنی ضمرہ بن بکر اور کنانہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام کے پاس ان سے معاہدہ کیا اور اس کی مدت چار مہینے مقرر فرمائی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا: اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اس میں فرمایا جا رہا ہے جب تک انہوں نے آپ کا عہد پورا کیا سو تم بھی ان کا عہد پورا کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سے مراد بنو خزیمہ بن فلاں ہیں۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کا معاہدہ حدیبیہ کے دن ہوا۔ اور فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ وہ قائم نہیں رہے اور انہوں نے تمہارا معاہدہ توڑ دیا اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلفاء بنی خزاعہ کے خلاف قریش کے حلفاء بنی بکر کی اعانت و مدد کی۔

كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾

"کیونکر (ان کے معاہدہ کا لحاظ رکھا جائے) حالانکہ اگر وہ غالب آجائیں تم پر تو نہ لحاظ کریں تمہارے بارے میں کسی رشتہ داری کا اور نہ کسی عہد کا۔ راضی کرنا چاہتے ہیں تمہیں (صرف) اپنے منہ (کی باتوں) سے اور انکار کر رہے ہیں ان کے دل اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ اِلًّا وَّ لَا سے مراد اللہ عزوجل ہے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اِلًّا وَّ لَا سے مراد اللہ ہے۔

امام طستی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نافع بن ازرق نے ان سے کہا کہ مجھے قول باری

تعالیٰ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً کے بارے بتایئے تو آپ نے فرمایا اِلًّا وَّلَا سے مراد قرابت اور رشتہ داری ہے اور ذمہ سے مراد عہد ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ کیا عرب اس معنیٰ کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا تو نے شاعر کو اس طرح کہتے نہیں سنا۔

جَزَی اللّٰهُ اَلَا کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهُمْ جَزَاءَ ظَلُوْمٍ لَا یُؤَخَّرُ عَاجِلًا

''خبردار سنو! میرے اور ان کے درمیان رشتہ قائم ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جزاء عطا فرمائے، اس ظالم کی جزاء کی طرح جس میں تاخیر نہیں کی جاتی''۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب الوقف والابتداء میں حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ نافع بن ازرق نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کی۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم بتایئے لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً (توبہ:10) تو آپ نے فرمایا اس میں اِلًّا وَّلَا سے مراد رشتہ داری ہے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ نے اس بارے میں کہا ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّ اِلَّكَ مِنْ قُرَیْشٍ كَاِلِّ السَّقْبِ مِنْ رَّالِ النَّعَامِ

''تیری عمر کی قسم! بلاشبہ تیری رشتہ داری قریش سے اسی طرح ہے جیسے اونٹ کے نوزائیدہ بچے کا تعلق شتر مرغ کی رال سے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر لوگوں کی مذمت بیان کی ہے۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۹ لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۱۰

''انہوں نے بیچ دیں اللہ کی آیتیں تھوڑی سی قیمت پر۔ (مزید برآں) روکا انہوں نے (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے۔ بے شک وہ بہت برا تھا جو وہ کیا کرتے تھے نہیں لحاظ کرتے کسی مومن کے حق میں کسی رشتہ داری کا اور نہ کسی وعدہ کا۔ اور یہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابوسفیان بن حرب نے اپنے حلیفوں کو کھانا کھلایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء کو چھوڑ دیا۔

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ ۭ وَ

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪

”پس اگر یہ توبہ کرلیں اور قائم کریں نماز اور ادا کریں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں دین میں۔ اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں (اپنی) آیتیں اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے“۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ لات وعزیٰ کو چھوڑ دیں اور یہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں۔

وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫

”اور اگر یہ لوگ توڑ دیں اپنی قسمیں اپنے معاہدہ کے بعد اور طعن کریں تمہارے دین پر تو جنگ کرو کفر کے پیشواؤں سے۔ بے شک ان لوگوں کی کوئی قسمیں نہیں ہیں۔ (ایسوں سے جنگ کرو) تاکہ یہ لوگ (عہد شکنی سے) باز آجائیں“۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَيْمَانَهُمْ سے مراد ان کے عہد اور وعدے ہیں (یعنی اگر یہ لوگ اپنے وعدے توڑ دیں)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم ﷺ کو فرمارہا ہے کہ اگر وہ اس عہد کو توڑ دیں جو آپ کے اور ان کے درمیان ہے تو پھر ان سے قتال کرو کیونکہ وہ کافروں کے سردار اور ائمہ ہیں۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ سے مراد ابوسفیان بن حرب، امیہ بن خلف، عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام اور سہیل بن عمرو ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑا اور رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ سے نکالنے کا قصد کیا (1)۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ سے مراد ابوسفیان ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد سرداران قریش ہیں۔

امام ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 03-102 دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

میں سے ابوسفیان بن حرب بھی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ سے مراد الدیلم ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ لوگوں نے آپ کے پاس یہ آیت ذکر کی ہے تو آپ نے کہا: اس کے بعد اس آیت کے اہل میں سے کسی کو قتل نہیں کیا گیا۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن وہب نے فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ کے ضمن میں کہا ہے کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: اس آیت کے اصحاب میں سے تین کے سوا کوئی باقی نہیں اور منافقین میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں۔ تو ایک اعرابی نے عرض کی: بلاشبہ تم تو حضرت محمد ﷺ کے اصحاب ہو، ہمیں ان امور کے بارے بتایئے جنہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے گھروں کو پھاڑتے ہیں اور ہماری نفیس اور قیمتی چیزیں چرا لیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ فاسق لوگ ہیں۔ ہاں ان میں سے چار کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ انہیں میں سے ایک وہ شیخ کبیر ہے کہ اگر وہ ٹھنڈا پانی پیے تو اس کی ٹھنڈک کو محسوس نہ کرے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان لوگوں میں تھے جنہیں آپ نے شام کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم عنقریب ایک قوم کو پاؤ گے جن کے سر مونڈے ہوئے ہوں گے۔ پس تم تلواروں کے ساتھ شیطان کے بیٹھنے کی جگہ کو مار دو۔ قسم بخدا! اگر میں ان میں سے ایک آدمی کو قتل کر دوں تو وہ میرے نزدیک ان کے علاوہ دیگر لوگوں میں سے ستر افراد قتل کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَقَاتِلُوْۤا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ کا معنی ہے کہ ان کا کوئی عہد نہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی کہا: لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ کا معنی ہے ان لوگوں کا کوئی عہد نہیں (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا قسم بخدا! جب سے یہ آیت نازل ہوئی اس کی اہل میں سے کوئی قتل نہیں کیا گیا: وَ اِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ۔ الآیہ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت مصعب بن سعد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعد کا گزر خوارج میں سے ایک آدمی کے پاس ہوا تو خارجی نے حضرت سعد کو کہا: یہ ائمہ کفر میں سے ہے۔ تو جواباً حضرت سعد نے فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے، میں نے ائمہ کفر کے ساتھ قتال کیا ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 183 (4557)، دار الفکر بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 103

nafseislam WWW.NAFSEISLAM.COM

بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

''کیا نہیں جنگ کرو گے تم اس قوم کے ساتھ جنہوں نے توڑ ڈالا اپنی قسموں کو اور ارادہ کیا انہوں نے رسول کو نکال دینے کا اور انہیں نے آغاز کیا تھا تم پر (زیادتی کا) پہلی مرتبہ۔ کیا تم ڈرتے ہو ان سے (سنو!) اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو، اگر ہو تم (سچے) ایمان دار جنگ کرو ان سے، عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں سے اور رسوا کرے گا انہیں اور مدد کرے گا تمہاری ان کے مقابلے میں اور (یوں) صحت مند کر دے گا اس جماعت کے سینوں کو جو اہل ایمان ہے اور (یوں) دور فرما دے گا غصہ ان کے دلوں کا۔ اور اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے''۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس میں قوماً سے مراد وہ قریش ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے حلفاء کے ساتھ قتال کیا اور آپ ﷺ کو نکال دینے کا قصد کیا۔ انہوں نے گمان کیا کہ ہجرت کا ساتواں سال یعنی حدیبیہ کا سال حضور نبی کریم ﷺ کے عمرہ کرنے کا سال ہے۔ تو انہوں نے اپنے دلوں میں یہ فیصلہ کیا کہ جب وہ مکہ میں داخل ہوں گے تو وہ آپ ﷺ کو وہاں سے نکال دیں گے۔ پس یہی ان کا آپ ﷺ کو نکالنے کا قصد تھا۔ بنی خذاعہ نے اس میں ان کی اتباع اور پیروی نہ کی۔ پس جب حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ سے چلے گئے تو قریش نے خذاعہ کو کہا: تم نے ہمیں آپ کو نکالنے سے اندھا کر دیا؟ لہٰذا انہوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کے کئی آدمیوں کو قتل کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ آیت قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ بنی خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ کے ضمن میں فرمایا ہے کہ بنی خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ کے بارے میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہ بنی خزاعہ ہیں، ان کے سینے بنی بکر سے صحت مند ہوں گے اور وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ کے بارے کہا: کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب کہ بنی بکر نے انہیں (بنی خذاعہ کو) قتل کیا اور قریش نے ان کی امداد کی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ وَ یُذۡهِبۡ غَیۡظَ قُلُوۡبِهِمۡ کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ یہ آیت بنی خذاعہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے مکہ مکرمہ میں بنی بکر کے ساتھ جنگ شروع کی۔

امام ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ ان دونوں نے کہا: حدیبیہ کے دن رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان صلح ہوئی۔ اس میں یہ تھا کہ اگر کوئی حضور نبی مکرم ﷺ کے معاہدہ اور عہد میں داخل ہونا چاہے تو وہ اس میں داخل ہو جائے اور جو قریش کے ساتھ معاہدہ اور عقد میں داخل ہونا چاہے وہ اس میں داخل ہو جائے۔ تو اس میں بنی خزاعہ تیزی سے اٹھے اور انہوں نے کہا: ہم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہوں گے۔ بنو بکر اچھلے تو انہوں نے کہا: ہم قریش کے عقد وعہد میں داخل ہوتے ہیں۔ پس وہ سترہ یا اٹھارہ مہینے پرسکون انداز میں ٹھہرے رہے۔ بعد ازاں وہ بنی بکر جو قریش کے عہد و پیمان میں شامل ہوئے تھے انہوں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں شامل ہونے والے بنی خزاعہ کے پانی پر قبضہ کر لیا۔ پانی کے اس مقام کو وتیر کہا جاتا ہے جو کہ مکہ مکرمہ کے قریب واقع ہے۔ قریش نے کہا: محمد ﷺ کو ہمارے بارے میں علم نہیں ہوگا۔ یہ رات کا وقت ہے، کوئی ہمیں دیکھ نہیں رہا ہے۔ لہٰذا انہوں نے ہتھیاروں اور اسلحہ کے ساتھ ان کی معاونت کی اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف کینہ اور بغض رکھتے ہوئے ان کے ساتھ باقاعدہ قتال میں شریک ہوئے۔ چنانچہ عمرو بن سالم اسی وقت سوار ہوا جونہی خزاعہ اور بنی بکر کے مابین وتیر کا معاملہ پیش آیا، یہاں تک کہ وہ مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ پہنچا اور اس نے آ کر چند اشعار آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا حَلۡفَ اَبِیۡنَا وَاَبِیۡهِ الۡاَ تۡلَدًا

"اے پروردگار! میں محمد ﷺ کو اپنے اور ان کے آباء واجداد کا قدیم معاہدہ یاد دلاتا ہوں"۔

قَدۡ کُنۡتُمۡ وَلَدًا وَکُنَّا وَالِدًا ثُمَّتَ اَسۡلَمۡنَا وَلَمۡ نَنۡزِعۡ یَدًا

"اے محمد اور آل محمد! تم ہماری ہی نسل ہو اور ہمارے اندر کے لوگ تمہیں جننے والے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے اسلام اختیار کیا اور اپنا ہاتھ نہیں کھینچا"۔

فَانۡصُرۡ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصۡرًا هِنۡدًا وَادۡعُ عِبَادَ اللّٰهِ یَاۡتُوۡا مَدَدًا

"پس اللہ آپ کو ہدایت دے، آپ ہماری فوری مدد فرمائیے اور اللہ کے بندوں کو بلائیے کہ وہ ہماری کمک کے لیے حاضر ہو جائیں"۔

فِیۡهِمۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ قَدۡ تَجَرَّدَا اِنۡ شِئۡتُمۡ حُسۡنًا فَوَجۡهُهٗ بَدۡرٌ بَدَا

"ان بندگان خدا میں اللہ کے رسول موجود ہیں جو واحد و منفرد ہستی رکھتے ہیں اگر تم حسن و جمال (دیکھنا) چاہو تو آپ کا چہرہ بدر منیر بن کر ظاہر ہوا ہے"۔

فِیۡ فَیۡلَقٍ کَالۡبَحۡرِ یَجۡرِیۡ مَزۡبَدًا اِنَّ قُرَیۡشًا اَخۡلَفُوۡكَ الۡمَوۡعِدَا

WWW.NAFSEISLAM.COM

''اس وقت وہ لشکر عظیم کے ساتھ جھاگ اچھالتے ہوئے سمندر کی طرح سامنے آجاتے ہیں۔ یقیناً قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے''۔

وَنَقَضُوا مِيثَاقَكَ الْمُؤَكَّدَا وَزَعَمُوا اَنْ لَيْسَ تَدْعُوا اَحَدَا

''انہوں نے آپ کے ساتھ کیے گئے پختہ وعدہ کو توڑ دیا ہے۔ اور انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ آپ کسی کو نہیں بلائیں گے''۔

فَهُمْ أَذَلُّ وَ أَقَلُّ عَدَدَا قَدْ جَعَلُوا لِيْ بِكَدَاءَ رَصَدَا

''پس وہ ذلیل ہیں اور تعداد میں بہت کم ہیں اور مقام کداء میں میرے لیے لوگوں کو گھات میں بٹھایا ہے''۔

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدَا وَقَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَسُجَّدَا

''انہوں نے وتیر پر شب خون مارا جب ہم سوئے پڑے تھے اور رکوع وسجود کی حالت میں ہمیں قتل کیا''۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو بن سالم! تیری مدد کر دی گئی۔ ابھی وہی حالت تھی کہ آسمان پر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ بادل بنی کعب کی مدد کرنے کی شہادت دے رہا ہے''۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جہاد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور ان پر اپنے خروج کے محل کو مخفی رکھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء کی کہ آپ کی خبر کو قریش پر مخفی رکھے۔ یہاں تک کہ آپ ان کے شہروں میں ان تک جا پہنچیں۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

''کیا تم یہ خیال کر رہے ہو کہ تمہیں (یونہی) چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی تک پہچان نہیں کرائی اللہ نے ان کی جو جہاد کریں گے تم میں سے اور جنہوں نے نہیں بنایا بغیر اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے (کسی کو اپنا) محرم راز۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو تم کرتے ہو''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں میرے باپ نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ انہیں بغیر آزمائش کے چھوڑ دے گا۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَلِيْجَةً کا معنی دین کے علاوہ اہل وعیال میں سے خواص افراد ہیں۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَلِيْجَةً کا معنی مہربانی اور رحمت کرنے والا ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

''نہیں ہے روا مشرکوں کے لیے کہ وہ آباد کریں اللہ کی مسجدوں کو حالانکہ وہ خود گواہی دے رہے ہیں اپنے نفسوں پر کفر کی۔ یہ وہ (بدنصیب) ہیں ضائع ہو گئے جن کے تمام اعمال اور (دوزخ کی) آگ میں ہی یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں صرف وہی آباد کر سکتا ہے اللہ کی مسجدوں کو جو ایمان لایا ہو اللہ پر اور روز قیامت پر اور قائم کیا نماز کو اور ادا کیا زکوٰۃ کو اور نہ ڈرتا ہو اللہ کے سوا کسی سے۔ پس امید ہے کہ یہ لوگ ہو جائیں ہدایت پانے والوں سے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مشرکین کو مسجد سے روکتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس پر ایمان لایا اور پانچ وقت کی نماز قائم کی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی وہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا: عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ (الاسراء) فرماتے ہیں کہ بلاشبہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور وہی مقام شفاعت ہے۔ قرآن کریم میں عَسٰی کا لفظ وجوب اور اثبات کے لیے ہے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسْجِدَ اللّٰهِ اور کہا: بے شک وہ صرف ایک ہی مسجد ہے۔

امام ابن منذر نے حضرت حماد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن کثیر کو یہ حروف پڑھتے ہوئے سنا ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسْجِدَ اللّٰهِ یعنی مشرکین کے لیے روا نہیں کہ وہ صرف اللہ کی مسجد کو آباد کریں۔

امام احمد، عبد بن حمید، دارمی، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ مسجد میں آتا رہتا ہے تو اس کے ایمان کی شہادت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (2)

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 108، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 5، صفحہ 65 (2617) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جس نے نماز کی اذان سنی پھر اس کا جواب نہ دیا اور مسجد میں آیا اور نماز پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ۔ الآیہ۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے: میں اہل زمین کو عذاب دینے کا قصد کرتا ہوں۔ پھر جب میں اپنے گھروں کو آباد کرنے والوں، میری رضا کے لیے باہم محبت کرنے والوں اور سحری کے وقت استغفار کرنے والوں کی طرف دیکھتا ہوں، تو ان سے اسے پھیر لیتا ہوں۔ ''اِنَّ اللّٰهَ سُبۡحَانَهٗ یَقُوۡلُ: اِنِّیۡ لَاَهُمُّ بِاَهۡلِ الۡاَرۡضِ عَذَابًا، فَاِذَا نَظَرۡتُ اِلٰی عُمَّارِ بُیُوۡتِیۡ، وَالۡمُتَحَابِّیۡنَ فِیَّ، وَالۡمُسۡتَغۡفِرِیۡنَ بِالۡاَسۡحَارِ، صَرَفۡتُ عَنۡهُمۡ''

امام عبدالرزاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت معمر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے قریش کے ایک آدمی سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے نزدیک میرے وہ بندے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہیں جو میری رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور وہ جو میری مساجد کو آباد کرتے ہیں اور وہ جو سحری کے وقت استغفار کرتے ہیں۔ وہی وہ لوگ ہیں کہ جب میں اپنی مخلوق کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں، تو ان کا ذکر کرتا ہوں اور اپنی مخلوق سے اپنا عذاب پھیر دیتا ہوں۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بزار اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اے میرے بھائی! چاہیے کہ مسجد تیرا گھر ہو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راحت وسکون اور پل صراط سے رب کریم کی رضا کی طرف گزرنے کی ضمانت دی ہے جن کے گھر مساجد ہیں۔

امام عبدالرزاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہا جاتا ہے مسلمان کا لباس (حسن) صرف تین چیزوں میں ہے ایک مسجد میں جسے وہ آباد کرتا ہے یا گھر میں جہاں وہ رہتا ہے یا پھر اپنے رب کے فضل سے رزق تلاش کرنے میں۔

امام ابوبکر عبدالرحمٰن بن قاسم بن فرج ہاشمی رحمہ اللہ اپنے جز میں جو کہ ابومسہر کے نسخہ سے مشہور ہے، حضرت ابوادریس خولانی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مساجد عظیم اور قابل تکریم لوگوں کی مجالس ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مساجد کے لیے اوتاد ہیں، ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں، اگر وہ غائب ہوں تو وہ انہیں تلاش کرتے ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو وہ ان کی عیادت کرتے ہیں اور اگر انہیں کوئی حاجت ہو تو وہ ان کی مدد کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: مسجد میں بیٹھنے والا تین حالتوں میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے، وہ ایسا بھائی ہے جس سے استفادہ کیا جاتا ہے یا وہ ایسا کلمہ ہے جو پختہ اور مضبوط ہے یا وہ ایسی رحمت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہے جس کا انتظار کیا جاتا ہے (1)۔

امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر مساجد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ ان کی زیارت کرنے والے کو عزت وتکریم سے نوازے (2)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے خبر دی ہے کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جو اس کی زیارت کے لیے ان میں آئے وہ اسے عزت وتکریم سے نوازے۔

امام بزار، ابو یعلی، طبرانی نے الاوسط میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آسمان سے آفت (عذاب) نازل کیا جائے تو اسے مساجد کو آباد کرنے والوں کے سبب پھیر دیا جاتا ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: بلاشبہ مساجد کے اوتاد ہیں اور وہ انہیں آباد کرنے والے (لوگ) ہیں۔ ملائکہ ان کے ہم نشین ہوتے ہیں جب کبھی وہ غائب ہوں تو ملائکہ انہیں تلاش کرتے ہیں اگر وہ بیمار ہوں تو ملائکہ ان کی بیمار پرسی کرتے ہیں اور اگر کوئی انہیں حاجت ہو تو وہ ان کی مدد کرتے ہیں۔

امام طبرانی نے الاوسط میں اور ابن عدی رحمہما اللہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسجد سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے جد امجد رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے ہمیشہ مسجد کی طرف آنا جانا رکھا تو وہ ایسے بھائی کو پالیتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ ایسا علم پاتا ہے جو انتہائی عمدہ اور اعلیٰ ہے اور ایسا کلمہ پالیتا ہے جو اسے ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے اور ایسا کلمہ پاتا ہے جو اسے ردی اور مہمل کام سے پھیر دیتا ہے اور وہ حیاء اور خشیت کے سبب گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے یا وہ نعمت کو پالیتا ہے یا رحمت منتظرہ کو پالیتا ہے (3)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ مسجد میں آیا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والا ہے۔ اور جس کی زیارت کی جائے اس پر یہ حق ہے کہ وہ زائر کو تکریم سے نوازے۔ ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے الزہد میں یہی روایت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کی ہے (4)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 134 (2025) دار الفکر بیروت 2۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 171 (10324) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 88 (2750) 4۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 254 (6139)

WWW.NAFSEISLAM.COM

فرمایا: راتوں کی تاریکی میں چلنے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی بشارت دے دو۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو آدمی رات کی تاریکی میں مساجد کی طرف چل کر گیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے نور عطا فرمائے گا(1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا رات کے وقت اندھیرے میں مساجد کی طرف چل کر جانے والوں کو بشارت دے دو کہ قیامت کے دن انہیں نور کے منبر عطا ہوں گے، جب لوگ گھبرا رہے ہوں گے تو اس وقت ان پر کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی(2)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صبح و شام مسجد کی طرف آنا جانا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے میں سے ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم کہا کرتے تھے کہ مسجد شیطان سے بچاؤ کے لیے مضبوط قلعہ ہے۔

امام طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مساجد زمین میں اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں۔ وہ اہل آسمان کے لیے اسی طرح روشن دکھائی دیتی ہیں جیسے اہل زمین کے لیے آسمان کے ستارے چمکتے ہیں(4)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس سے زیادہ وسیع گھر بنائے گا۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت بشر بن حیان رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ آئے اور ہم مسجد تعمیر کر رہے تھے۔ وہ ہمارے پاس ٹھہرے اور سلام فرمایا اور پھر کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے جس کسی نے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس سے افضل و اعلیٰ گھر جنت میں بنائے گا(5)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بزار رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائی اگرچہ وہ اس گڑھے کی طرح ہو جو سنگخوار انڈے دینے کے لیے بناتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا(6)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد بنائی اور اس سے ریاء اور شہرت کا ارادہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا(7)۔

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 149 (2084) دار الفکر بیروت
2۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 142 (7633) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ ایضاً، جلد 8، صفحہ 178 (7739)
4۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 113 (1947) دار الفکر بیروت
5۔ معجم کبیر، جلد 22، صفحہ 88، (213)
6۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 111 (1937)
7۔ معجم کبیر، جلد 2، صفحہ 224 (7889)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مال حلال سے اس لیے ایک گھر تعمیر کیا کہ وہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں موتیوں اور یاقوت سے ایک گھر بنائے گا(1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد بنائی اگرچہ وہ کونج کے انڈے دینے کے گڑھے کی مثل ہی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس کسی نے مسجد بنائی تا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں محل بنائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مساجد بناؤ اور انہیں غیر کے تصرف سے محفوظ جگہ بناؤ۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کثیر تعداد میں مساجد بنائیں اور عزت و شرف والے شہر تعمیر کریں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہمیں ایسی مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے جس پر کنگرے بنائے گئے ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مساجد کثیر تعداد میں ہیں اور لوگوں کی عزت و شرف زمانے کی جدت وایجاد میں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ کہا جاتا ہے لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں وہ مساجد بنائیں گے اور ان کے ساتھ فخر کریں گے اور انہیں پہچاننے والے قلیل ہوں گے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے مساجد کی عمارت کو بہت بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اپنی مساجد کی زیب و آرائش اس طرح کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو آراستہ کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تم اپنی مساجد کی زیب و آرائش کرو گے اور اپنے مصاحف کو زیورات سے آراستہ کرو گے تو پھر تم پر ہلاکت اور بربادی ہوگی۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے مسند الشامیین میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی

1۔ مجمع الزوائد، جلد 2، صفحہ 111 (1940) دار الفکر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

مکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں قندیل (چراغ) لٹکائی، ستر ہزار فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور جب تک وہ قندیل روشن رہی وہ اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

امام سلیم رازی رحمہ اللہ نے الترغیب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے مسجد میں چراغ روشن کیا، جب تک اس کی روشنی اس مسجد میں رہے ملائکہ اور حاملین عرش اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

امام ابوبکر الشامی نے اپنی رباعیۃ میں اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے "مساجد بناؤ اور ان سے کوڑا کرکٹ باہر نکال دو" میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا ہے: "مسجد سے کوڑا کرکٹ باہر نکالنا حورعین کا مہر ہے۔" مزید میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے بھی سنا ہے کہ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ وہی مساجد ہیں جو راستوں میں بنائی جاتی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہی مساجد ہیں جو راستوں میں بنائی جاتی ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں مدینہ طیبہ کے راستوں میں سے ایک راستہ سے گزرا۔ تو آپ ﷺ نے پکی اینٹوں کا بنا ہوا ایک قبہ دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کس کا ہے؟ میں نے عرض کی: یہ فلاں کا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر تعمیر اپنے مالک پر قیامت کے دن بھاری ہوگی سوائے مسجد کی تعمیر کے۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے گزرے تو وہ قبہ نہ دیکھا۔ پوچھا: اس کے ساتھ کیا کیا گیا؟ میں نے عرض کی: جو ارشاد آپ نے فرمایا تھا وہ اس کے مالک تک پہنچا، تو اس نے اسے گرا دیا، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے (1)۔

امام احمد نے الزہد میں اور حکیم ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں اہل زمین کو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہوں۔ پھر جب میں قرآن کے ہم نشینوں، مساجد کو آباد کرنے والوں اور فرزندان اسلام کی طرف دیکھتا ہوں تو میرا غضب ٹھنڈا ہو کر سکون میں بدل جاتا ہے۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۹ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 220، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾

''کیا تم نے ٹھہرا لیا ہے حاجیوں کو پانی پلانے (والے) کو اور مسجد حرام کے آباد کرنے (والے) کو اس شخص کی مانند جو ایمان لے آیا اللہ پر اور روز قیامت پر اور جہاد کیا اس نے اللہ کی راہ میں۔ وہ نہیں یکساں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ نہیں ہدایت دیتا ان لوگوں کو جو ظالم ہیں جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ خدا میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے بہت بڑا ہے (ان کا) درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں''۔

امام مسلم، ابوداؤد، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر شریف کے پاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ تھا، تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا: مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام قبول کرنے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے کے سوا کوئی عمل نہ کروں۔ دوسرے نے کہا: بلکہ مسجد حرام کو آباد کرنے کے سوا (کوئی عمل نہ کروں) ایک اور نے کہا: بلکہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ان اعمال سے بھی افضل ہے جن کا ذکر تم نے کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر شریف کے پاس اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔ وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ فرمایا سنو جب تم نماز جمعہ پڑھ لو گے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ان اعمال کے بارے استفسار کروں گا جن میں تم نے اختلاف کیا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ...... تا...... وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین نے کہا بیت اللہ کو آباد کرنا اور حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام کرنا ایمان لانے اور جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ وہ حرم پاک کے ساتھ فخر کرتے تھے اور وہ اس بات پر خوب اپنی برتری اور تکبر کا اظہار کرتے تھے کہ وہ اہل حرم ہیں اور اسے آباد کرنے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے تکبر کرنے اور ان کے اعراض کرنے کا ذکر کیا اور مشرکین میں سے اہل حرم کے بارے فرمایا: قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ (المومنون) ''(وہ وقت یاد کرو) جب ہماری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں اور تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جایا کرتے تھے غرور و تکبر کرتے ہوئے (پھر صحن حرم میں) تم داستان سرائی کیا کرتے تھے اور قرآن کی شان میں بکواس کیا کرتے تھے''۔ یعنی وہ حرم پاک کے ساتھ غرور تکبر کیا کرتے تھے اور وہاں قصے کہانیاں بیان کرتے تھے اور قرآن کریم اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے غلیظ گفتگو کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جہاد کرنا، مشرکین کے بیت اللہ کو آباد کرنے اور پانی پلانے کا انتظام کرنے سے کہیں بہتر اور افضل ہے۔ شرک کے ہوتے ہوئے ان کے لیے کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفع بخش نہیں اگرچہ وہ اس کے گھر کو آباد کرتے رہیں اور اس کی خدمت بجالاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَا يَسْتَوٗنَ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 109، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ یعنی وہ لوگ جن کا یہ گمان ہے کہ وہ بیت اللہ کو آباد کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے شرک کے سبب انہیں ظالم قرار دیا ہے تو بیت اللہ شریف کو آباد کرنا انہیں کسی قسم کا فائدہ اور نفع نہیں پہنچا سکتا۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب غزوۂ بدر میں قید ہوئے تو انہوں نے کہا: اگر تم اسلام قبول کرنے، ہجرت اور جہاد کرنے میں ہم سے سبقت لے چکے ہو، تو ہم بھی مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں اور حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور ہم خدام کو آزادی دلاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَجَعَلۡتُمۡ سِقَایَةَ الۡحَآجِّ...... الآیہ۔ یعنی ان کا یہ عمل حالت شرک میں ہے اور میں حالت شرک میں اس عمل کو قبول نہیں کرتا(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی۔

امام عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ یہ آیت حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان دونوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی ہے(2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما دونوں کے مابین تنازعہ ہوا۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں حضور نبی کریم ﷺ کا چچا ہوں اور تم آپ ﷺ کے چچا کے بیٹے ہو اور میں حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے والا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرات علی، عباس، عثمان اور شیبہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے ہی اس بارے میں کلام کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے قول بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہا: اگر تم مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرتے۔ تو انہوں نے جواب دیا: کیا میں ہجرت سے افضل کام نہیں کر رہا؟ کیا میں حاجیوں کو پانی نہیں پلاتا ہوں اور مسجد حرام کو آباد نہیں کرتا ہوں؟ تب یہ ارشاد نازل ہوا: اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ پر افضل واعلیٰ درجہ عطا فرمایا ہے۔

امام فریابی رحمہ اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں آئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے چچا جان! کیا آپ ہجرت نہیں کریں گے؟ کیا آپ ﷺ کے ساتھ آکر سکونت اختیار نہیں کریں گے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں مسجد حرام کو آباد کرتا ہوں اور بیت اللہ شریف کی دربانی کرتا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 109 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 110

WWW.NAFSEISLAM.COM

43B

ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَجَعَلۡتُمۡ سِقَایَةَ الۡحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ۔ الآیہ۔ آپ نے ایک قوم سے ان کے نام لے کر کہا: کیا تم ہجرت نہیں کرو گے؟ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کر نہیں ملو گے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہم اپنے بھائیوں، خاندان کے افراد اور اپنے گھروں میں مقیم رہیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ...... الآیہ (التوبۃ:24)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ طلحہ بن شیبہ، حضرت عباس اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اظہار فخر کیا۔ پس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بیت اللہ شریف کا مالک ہوں، میرے پاس اس کی چابی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حاجیوں کو پانی پلانے والا اور اس پر قائم رہنے والا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے میں نہیں جانتا۔ تحقیق میں نے لوگوں سے پہلے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے اور میں جہاد کرنے والا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ مکمل آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مسلمان حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ان ساتھیوں کے پاس آئے جنہیں بدر کے دن قیدی بنایا گیا اور انہیں شرک کے سبب عار دلانے لگے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! کیا ہم مسجد حرام کو آباد نہیں کرتے رہے ہیں اور خدام کی گردنیں آزاد نہیں کرتے رہے ہیں، بیت اللہ شریف کی حفاظت نہیں کرتے رہے ہیں اور حاجیوں کو پانی نہیں پلاتے رہے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ مکمل آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور صاحب البیت شیبہ دونوں بیٹھے اور اپنے مفاخر بیان کرنے لگے۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: میں تجھ سے اشرف و اعلیٰ ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں، اپنے باپ کا وصی ہوں اور حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ پھر شیبہ نے کہا: میں تم سے افضل و اعلیٰ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے گھر اور اس کے خاندان پر اس کی جانب سے امین ہوں۔ کیا اس نے تجھے اس طرح امین بنایا ہے جیسے اس نے مجھے امین بنایا ہے؟ تو اتنے میں ان دونوں کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ آ پہنچے ان دونوں نے جو کچھ کہا تھا، دونوں نے اس کے بارے آپ کو آگاہ کیا۔ تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم دونوں کی نسبت زیادہ شرف و عزت والا ہوں۔ کیونکہ میں وہ پہلا شخص ہوں جو ایمان لایا اور ہجرت کی۔ پس وہ تینوں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب چل پڑے اور آپ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ تو وہ واپس چلے گئے۔ پھر چند دنوں بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا اور ان پر عشر کے آخر تک یہ آیت پڑھی۔

ابوالشیخ نے ابوحمزہ سعدی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے پڑھا: اَجَعَلۡتُمۡ سِقَایَةَ الۡحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 110 2۔ ایضاً

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ کی تفسیر میں فرمایا: انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ پانی پلانے والوں اور دربانی کا پیشہ کرنے والوں کو بلائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم انہیں نہ بلاؤ کیونکہ تمہارے لیے اسی میں بہتری اور بھلائی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سبیل سے پانی پیتا ہوں کیونکہ وہ سنت ہے۔ اور ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں: کیونکہ وہ بھی حج کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔

امام بخاری، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سبیل کے پاس تشریف لائے اور پانی طلب فرمایا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے فضل! اپنی ماں کے پاس جاؤ اور اس کے پاس سے رسول اللہ ﷺ کے لیے پانی لاؤ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پلاؤ۔ تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ وہ اپنے ہاتھ اس میں مارتے رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے پلاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس سے پیا اور پھر آب زمزم کے پاس آئے اور وہ وہاں پانی پلانے لگے اور کام کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم عمل کرو۔ کیونکہ تم صالح اور نیک کام کر رہے ہو۔ اگر تم غالب نہ آئے تو میں اتروں گا یہاں تک کہ اس پر رسی رکھ دوں گا۔ آپ نے اپنے کندھے کی طرف اشارہ کیا(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے اور ہمارے موالی کے لیے اذان، بنی ہاشم کے لیے پانی پلانا اور بنی عبدالدار کے لیے دربانی مقرر فرمائی۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ سے پوچھیے کیا ہم آپ کے لیے وہ پانی لے آئیں جسے ہاتھوں نے مس نہ کیا ہو۔ تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں۔ پس انہوں نے مجھے سیراب کیا اور آپ ﷺ کو پانی پلایا۔ پھر آب زمزم کے پاس آئے اور فرمایا: میرے لیے اس میں سے ایک ڈول نکالو۔ پس انہوں نے ان سے ایک ڈول نکالا۔ تو آپ نے اس سے کلی فرمائی پھر وہ (پانی) اسی میں پھینک دیا۔ پھر فرمایا: تم دوبارہ نکالو۔ پھر فرمایا: بلاشبہ تم عمل صالح میں مشغول ہو پھر فرمایا: اگر تم اس پر غالب نہ آ گئے تو میں اس پر اتروں گا اور تمہارے ساتھ ڈول نکالوں گا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن تمام رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا: تمہارا اس کشمش کی نبیذ کے بارے کیا خیال ہے جو تم لوگوں کو پلاتے ہو۔ کیا تم اسے سنت سمجھتے ہو یا اس لیے کہ تم اسے شہد اور دودھ کے مقابلہ میں آسانی سے پا لیتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ لوگوں کو پلا رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی پلائیے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہلکی سی نبیذ منگوائی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے تھوڑی سی لے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 642 (1747)، دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

کرنوش فرمائی۔ پھر فرمایا تم نے یہ بہت اچھا کیا، اسے کرتے رہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے لیے دودھ اور شہد کی سبیل لگانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بڑھ کر باعث مسرت نہیں "اَحۡسَنۡتُمۡ هٰكَذَا فَافۡعَلُوۡا"۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: آل عباس کی سبیل سے پیو کیونکہ یہ سنت ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے اَجَعَلۡتُمۡ سِقَايَةَ الۡحَآجِّ کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد آب زمزم ہے۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، ازرقی نے تاریخ مکہ میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ سب سے اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد حضرت عبدالمطلب کے بارے یہ ذکر کیا گیا کہ قریش اصحاب فیل سے بھاگتے ہوئے حرم پاک سے نکل گئے۔ آپ اس وقت نوجوان تھے۔ آپ نے کہا: قسم بخدا! کسی غیر سے عزت اور قوت طلب کرنے کے لیے میں تو اللہ تعالیٰ کے حرم سے باہر نہیں نکلوں گا۔ چنانچہ آپ بیت اللہ شریف کے پاس بیٹھ گئے اور قریش نے آپ سے مہلت مانگ لی۔ تو اس وقت آپ نے کہا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الۡمَرۡءَ يَمۡنَعُ رِحۡلَهٗ فَامۡنَعۡ رِحَالَكَ لَا يَغۡلِبَنَّ صَلِيۡبُهُمۡ وَضَلَالُهُمۡ عَدۡوًا مَحَالَكَ

اے اللہ! بلاشبہ انسان اپنی سواری کی حفاظت کرتا ہے سو تو بھی اپنے حرم پاک کے مال و متاع کی حفاظت فرما۔

پس آپ حرم پاک میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں اور ان کے لشکر کو تباہ و برباد کر دیا۔ پھر قریش لوٹ آئے اور ان میں آپ کے اعلیٰ صبر اور محارم اللہ کی تعظیم و تکریم کے باعث آپ کا مقام و رتبہ انتہائی بڑھ گیا۔ آپ اسی حال میں تھے کہ آپ کے گھر آپ کا بڑا بیٹا پیدا ہوا۔ یعنی حارث بن عبدالمطلب۔ اور آپ نے اس کی جوانی کو پا لیا حضرت عبدالمطلب نے خواب دیکھا اور آپ کو کہا گیا شیخ اعظم کا چھپا ہوا زمزم کھودو۔ تو آپ بیدار ہو گئے۔ اور دعا مانگی اے اللہ! میرے لیے ظاہر کر دے۔ پھر دوسری بار کوئی خواب میں آیا اور آپ کو بتایا گیا: میں نے تمہارے لیے گوبر اور خون کے درمیان سرخ پتھروں کے سامنے چیونٹیوں کی بلوں میں کوے کے کھودنے کی جگہ اسے کھود دیا ہے۔ پس حضرت عبدالمطلب اٹھے اور چل پڑے۔ یہاں تک کہ مسجد حرام میں جا کر بیٹھ گئے اور مقرر کردہ نشانیوں کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ پس ایک گائے ذبح کرنے کے لیے لائی گئی اور وہ ذبح کرنے والے کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اپنے آپ کو بچانے کے لیے بھاگتی رہی۔ یہاں تک کہ مسجد میں چشمہ زمزم کے جگہ پر اس پر موت غالب آ گئی۔ اسی جگہ اس گائے کو ذبح کر دیا گیا۔ جب اس نے گوشت اٹھا لیا، تو کوا آیا اور اس کے گوبر کے اوپر آ گرا اور اس نے چیونٹیوں کی بل کو کھودا۔ پس یہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلب اٹھے اور وہاں سے کھودنے لگے۔ اتنے میں آپ کے پاس قریش آ گئے اور آپ سے کہنے لگے: یہ کیا کر رہے ہو، ہم تم پر جہالت کا عیب نہیں لگا سکتے۔ تم ہماری مسجد میں کنواں نہ کھودو؟ تو حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا: میں یہ کنواں ضرور کھودوں گا اور وہ مجاہد ہوگا جس نے مجھ اس سے روکا۔ چنانچہ آپ اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر کھدائی میں شروع رہے۔ اس وقت حارث کے سوا آپ کا کوئی بیٹا

نہیں تھا۔اس وقت قریش کے بعض لوگوں نے ان دونوں کو بے وقوف کہنا شروع کر دیا اوران سے جھگڑنے لگے اورلڑنا شروع کر دیا اورقریش کے بعض افراد نے اس سے روکنے کی کوشش کی، کیونکہ وہ آپ کی نسبی آزادی، صداقت اوران کے دین کے بارے میں آپ کی محنت وکوشش سے خوب واقف وآگاہ تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے کھدائی ممکن بنالی اورآپ پراذیت و تکلیف بھی شدید ہوگئی۔تو آپ نے نذر مانی کہ اگران کے دس بیٹے ہوئے توان میں سے ایک کوقربان کریں گے پھرآپ اسے کھودتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے وہ تلواریں پائیں جو چشمہ زمزم کو بند کرتے وقت اس میں دفن کی گئی تھیں۔پس جب قریش نے دیکھا کہ انہیں تلواریں ملی ہیں۔تو کہنے لگے:اے عبدالمطلب!جوکچھ آپ نے پایا ہے اس میں سے ہمیں بھی عطا کیجئے۔تو حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا:یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تلواریں ہیں۔پس آپ کھودتے رہے یہاں تک کہ مٹی سے پانی نکلنے لگا اوراتنا چشمہ ابلنے لگا کہ سارا پانی باہر نہیں نکالا جاسکتا تھا۔پھرآپ نے اس پرایک حوض تعمیر کیا اورآپ اپنے بیٹے کے ہمراہ ڈول نکال نکال کراس حوض کوبھر دیتے اورحاجی اس سے پانی پیتے تھے۔قریش کے بعض لوگ حسد کی بنا پراسے توڑ دیتے تھے اورحضرت عبدالمطلب صبح کے وقت اسے پھر درست کر دیتے اوراس کی مرمت کر دیتے تھے۔جب انہوں نے اکثر حوض کوخراب کرنا شروع کر دیا توحضرت عبدالمطلب نے اپنے رب سے دعا مانگی پھرآپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کوکہا گیا:''کہواے اللہ!میں اس پانی کوغسل کرنے والے کے لیے حلال قرار نہیں دیتا۔البتہ پینے والوں کے لیے حلال اورشفا ہے،پھرمیں ان کے لیے کافی ہوں''۔پس حضرت عبدالمطلب اٹھے جب کہ قریش نے مسجد میں اختلاف کر دیا اورآپ نے ان کلمات سے دعا مانگی جوخواب میں دیکھے تھے۔پھرواپس لوٹ آئے۔پھرقریش میں سے جس کسی نے بھی آپ کا حوض خراب کرنے کی کوشش کی اس کا جسم بیماری میں مبتلا ہوگیا یہاں تک کہ انہوں نے آپ کا حوض اوراس سے پانی پینا چھوڑ دیا۔ پھرحضرت عبدالمطلب نے عورتوں سے شادی کی اوراللہ تعالیٰ نے آپ کودس بیٹوں کی ایک جماعت عطا فرمائی۔توانہوں نے رب کریم کی بارگاہ میں التجاء کی:اے اللہ!بلاشبہ میں نے تیری خوشنودی کے لیے ان میں سے ایک بیٹا قربان کرنے کی نذر مانی تھی۔اب میں ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں جسے تو چاہے گا میں اسے قربانی کر کے اپنی نذر پوری کر دوں گا۔سوآپ نے بیٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی توحضرت عبداللہ کے نام پرقرعہ نکلا۔یہ آپ کے انتہائی محبوب اورلاڈلے بیٹے تھے۔تو پھرحضرت عبدالمطلب نے رب کریم کی بارگاہ میں التجاء کی:اے اللہ!تیرے نزدیک عبداللہ زیادہ پسند ہے یا سواونٹوں کی قربانی؟چنانچہ پھرآپ نے حضرت عبداللہ اورسواونٹوں کے مابین قرعہ اندازی کی۔تو قرعہ سواونٹوں کے حق میں نکلا۔تو حضرت عبدالمطلب نے انہیں ذبح کر کے اپنی نذر پوری کر دی۔

امام ازرقی اوربیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:کہ حضرت عبد المطلب نے کہا:میں مقام حجر میں سویا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا آیا اوراس نے کہا:زمزم کا کنواں کھودو۔تو میں نے کہا:زمزم کیا ہے؟اس نے جواب دیا:نہ اس کا سارا پانی نکالا جاسکے گا اورنہ اسے کم کیا جاسکے گا اورقرۃ النمل کے پاس حاجیوں کا انبوہ کثیراس سے سیراب ہوگا۔آپ نے کہا:جب اس کی کیفیت آپ پرظاہر ہوگئی اوراس نے اس کے محل وقوع پر

WWW.NAFSEISLAM.COM

بھی آپ کی راہنمائی کر دی اور آپ نے یہ بھی پہچان لیا کہ اس نے سچ کہا ہے تو دوسرے دن آپ نے کسی لی اور اپنے بیٹے حارث کو بھی اپنے ساتھ لیا اور اسے کھودنا شروع کر دیا۔ اس وقت حارث کے سوا آپ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ پس حضرت عبد المطلب کے لیے پتھروں سے چنا ہوا بہت بڑا کنواں ظاہر ہوا۔ تو قریش نے پہچان لیا کہ اس نے اپنے مدعا کو پالیا ہے۔ چنانچہ آپ کے پاس آکر کھڑے ہوئے اور کہا: اے عبد المطلب! یہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔ بے شک اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ پس ہمیں بھی اس میں اپنے ساتھ شریک کرلو؟ تو آپ نے جواب دیا: میں کچھ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ معاملہ تم سے پہلے انہیں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور تم میں سے یہ مجھے عطا کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: آپ ہمارے ساتھ انصاف کیجئے۔ کیونکہ ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں یہاں تک کہ ہم تمہارے ساتھ جھگڑا کریں گے۔ آپ نے فرمایا: میرے اور اپنے درمیان جو تم چاہتے ہو کرو۔ میں تمہارے ساتھ محاکمہ کروں گا۔ انہوں نے کہا: سعد ہذیل میں ایک کاہنہ ہے۔ آپ نے کہا: ہاں۔ وہ شام کے اشراف اور معززین میں سے تھی۔ پس حضرت عبد المطلب اور آپ کے ساتھ بنی عبد مناف کی ایک جماعت سوار ہوئی اور قریش کے ہر خاندان سے ایک جماعت سوار ہوئی۔ راستے کی زمین بیابان تھی، پانی ناپید تھا، یہاں تک کہ جب وہ حجاز اور شام کے درمیان ایک صحراء میں تھے تو حضرت عبد المطلب اور آپ کے ساتھیوں کا پانی ختم ہو گیا اور انہیں اتنی شدید پیاس لگی کہ انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے اپنے ساتھ والے قریشی قبائل کے افراد سے پانی طلب کیا۔ تو انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور کہا: بے شک ہم اس صحرا میں ہیں جہاں ہمیں اپنی ذاتوں کو وہی تکلیف اور مصیبت پہنچنے کا خدشہ ہے جو آپ کو آپہنچی ہے۔

پس جب حضرت عبد المطلب نے وہ رویہ دیکھا جو قوم نے آپ کے ساتھ اپنایا اور وہ خوف ملاحظہ کیا جو آپ کو اپنی ذات کے بارے اور آپ کے ساتھیوں کو لاحق تھا۔ تو آپ نے فرمایا: تم کیا رائے رکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم آپ کی رائے کی اتباع کے سوا کوئی رائے نہیں رکھتے۔ لہٰذا آپ ہمیں جو چاہیں حکم فرمائیں تو آپ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ تم میں سے ہر آدمی اپنے لیے گڑھا کھود لے، کیونکہ ابھی تم میں قوت موجود ہے تاکہ جب بھی کوئی آدمی مرجائے تو اس کے ساتھی اسے اس کے اپنے گڑھے میں دفن کر دیں اور اسے مٹی ڈال کر چھپا دیں۔ یہاں تک کہ تم میں سے آخر میں صرف ایک آدمی رہ جائے۔ پس ایک آدمی کو ضائع کرنا پوری جماعت کو ضائع کرنے سے آسان ہے۔ سب نے کہا: جو آپ نے ارادہ کیا ہم نے سن لیا۔ چنانچہ ان میں سے ہر آدمی اٹھ کر اپنے لیے گڑھا کھودنے لگا۔ پھر وہ بیٹھ گئے اور پیاس کی شدت کے سبب موت کا انتظار کرنے لگے۔ بعد ازاں حضرت عبد المطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا: قسم بخدا! اس طرح اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے آپ کو گڑھوں میں پھینک دینا اپنے لیے کوئی حیلہ تلاش کرنے سے عجز کا اظہار ہے۔ حالانکہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی اور شہر سے پانی عطا فرمائے۔ اس لیے کوچ کرو۔ چنانچہ وہ سفر کے لیے مکمل طور پر تیار ہو گئے۔ ان کے ساتھ جو قریش تھے وہ ان کے سب اعمال بغور دیکھ رہے تھے۔ پس حضرت عبد المطلب اٹھ کر اپنی سواری (اونٹنی) کی طرف چل کر گئے تا کہ اس پر سوار ہوں۔ تو جونہی آپ کی سواری اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔ حضرت عبد المطلب اور آپ کے

ساتھیوں نے تکبیر بلند کی اور پھر اتر کر آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے بھی خوب سیر ہو کر وہ پانی پیا حتی کہ اپنے مشکیزے بھی بھر لیے پھر اپنے دیگر قریشی قبائل کے افراد کو بھی بلایا اور فرمایا آجاؤ پانی کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے سیراب فرمایا ہے۔ لہٰذا تم بھی پیو اور اپنے مشکیزے بھر لو۔ یہ دیکھ کر ان جھگڑا کرنے والے قبائل نے آپ سے کہا: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے ہمارے خلاف آپ کے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے۔ قسم بخدا! ہم زمزم کے بارے میں آپ سے جھگڑا نہیں کریں گے۔ پس اپنے پانی پلانے کے مقام کی جانب بڑی خوشی کے ساتھ لوٹ چلیے۔ پھر آپ بھی اور آپ کے ساتھ وہ بھی لوٹ آئے اور اس کاہنہ تک نہ پہنچے اور وہ زمزم اور آپ کے درمیان سے ایک طرف ہو گئے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن ماجہ، عمر بن شبہ، فاکہانی نے تاریخ مکہ میں، طبرانی نے الاوسط میں، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابوزبیر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے مفید ہے جس کے لیے وہ پیا جائے (1)۔

امام المستغفری رحمہ اللہ نے الطب میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر اس شے کے لیے (مفید ہے) جس کے لیے اسے پیا جائے، جس نے مرض کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے گا، جس نے بھوک کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے سیر کر دے گا اور جس نے کسی حاجت کے لیے پیا اللہ تعالیٰ اسے پورا فرما دے گا۔

امام دینوری رحمہ اللہ نے المجالسہ میں حمیدی رحمۃ اللہ سے اور یہ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ کے شیخ ہیں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہم ابن عیینہ کے پاس تھے تو انہوں نے ہمارے سامنے یہ حدیث بیان کی کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے تو مجلس سے ایک آدمی اٹھ کر گیا اور پھر لوٹ کر آیا۔ تو اس نے کہا: اے ابو محمد! آب زمزم کے بارے میں جو حدیث آپ نے ہمیں بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا کیوں نہیں؟ تو اس آدمی نے جواب دیا: میں نے ابھی زمزم کا ایک ڈول پیا ہے اس ارادہ پر کہ تم سو حدیثیں مجھے بیان کرو گے۔ تو حضرت سفیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا تو آپ نے سو حدیثیں بیان فرما دیں۔

امام فاکہانی رحمہ اللہ نے تاریخ مکہ میں عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا اور ہم نے بھی ان کے ساتھ حج کیا۔ جب انہوں نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت پڑھیں۔ پھر زمزم کے پاس سے گزرے درآنحالیکہ آپ صفا کی جانب باہر جا رہے تھے تو انہوں نے فرمایا: اے غلام! میرے لیے اس سے ایک ڈول نکالو۔ چنانچہ اس نے ڈول نکالا اور آپ پینے لگے اور اسے اپنے چہرے پر بھی انڈیلا۔ پھر یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ آب زمزم اسی مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے وہ پیا جائے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 357، دار صادر بیروت

نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر اس مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے پیا جائے (1)۔

امام حافظ ابوالولید بن دباغ نے فوائد میں، بیہقی اور خطیب رحمہم اللہ نے تاریخ میں حضرت سوید بن سعید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا کہ وہ آب زمزم کے پاس آئے اور اپنا برتن بھر لیا پھر قبلہ کی طرف منہ کیا اور یہ کہا: اے اللہ! میں ابوالموالی کا بیٹا ہوں۔ ابن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے اور میں یہ پانی قیامت کے دن کی پیاس کے لیے پی رہا ہوں۔ پھر آپ نے وہ پانی پی لیا (2)۔

امام حکیم ترمذی نے ابوالزبیر کی سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زمزم کا پانی اسی مقصد کے لیے ہے جس کے لیے پیا جائے'' حکیم نے کہا: میرے باپ نے مجھے بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے ایک تاریک رات میں طواف شروع کیا اور مجھے پیشاب کی شدید حاجت محسوس ہوئی، میں سمٹنے لگا یہاں تک کہ اس نے مجھے بہت تنگ کر دیا۔ مجھے یہ خوف تھا کہ اگر میں مسجد سے نکلا تو میں کسی گندگی میں جا گروں گا۔ وہ حج کے ایام تھے۔ تو اتنے میں مجھے یہ حدیث یاد آ گئی۔ چنانچہ میں زمزم کے پاس گیا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ تو صبح تک وہ تکلیف مجھ سے دور ہو گئی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سطح زمین پر سب سے بہتر اور اچھا پانی زمزم ہے۔ اس میں کھانے کے حاجت مند کے لیے کھانا اور غذائیت بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، فاکہانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمزم بہترین پانی ہے جس کا علم ہوتا ہے، بہترین کھانا ہے جو کھایا جاتا ہے اور بیماری کے لیے شفا ہے (4)۔

امام ترمذی، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے کہ آپ بوتلوں میں زمزم کا پانی اٹھائے رکھتی تھیں اور یہ ذکر کرتیں کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے اور آپ ﷺ مریضوں پر انڈیلتے تھے اور انہیں پلاتے تھے (5)۔

امام دیلمی رحمہ اللہ نے مسند الفردوس میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔

امام دارقطنی، حاکم رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی اسی مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے پیا جائے۔ پس اگر تو اسے شفا حاصل کرنے کے لیے پیے گا تو اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تجھے شفا عطا فرمائے گا اور اگر تو

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 481 (4127) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 482 (4128)
3۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 98 (11167) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 482 (4130)
5۔ ایضاً (4129)

WWW.NAFSEISLAM.COM

اسے پناہ طلب کرنے کے لیے پیئے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے پناہ عطا فرما دے گا اور اگر تو اس لیے پیے گا کہ تیری پیاس ختم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پیاس کو ختم فرما دے گا اور اگر تو اس لیے پیے گا کہ تو سیر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تجھے سیر فرما دے گا۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی عزیمت ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سبیل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب آب زمزم پیتے تو اس طرح دعا کرتے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعاً وَّرِزْقًا وَّاسِعاً وَّ شِفَاءً مِّنْ کُلِّ دَآءٍ'' (اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع، وسیع رزق اور ہر بیماری سے شفاء کی التجاء کرتا ہوں) (1)

امام عبدالرزاق، ابن ماجہ، طبرانی، دار قطنی، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عثمان بن الاسود رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا۔ تو آپ نے پوچھا: تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے زمزم پینا ہے۔ تو آپ نے فرمایا: تو اسے اس طرح پی جیسے اسے پینا چاہیے۔ اس نے پوچھا: اے ابن عباس! وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا: جب تو اسے پینے لگے تو منہ قبلہ شریف کی طرف کرنا اور اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر کرنا (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا) اور تین سانسوں میں پینا اور خوب سیر ہو کر پینا۔ اور جب فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان یہ نشانی ہے کہ وہ ماءِ زمزم سے سیر نہیں ہوں گے (2)۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زمزم کے چبوترہ پر تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول کا حکم دیا پھر آپ نے اپنے لیے کنویں سے ایک ڈول نکالا اور اسے کنویں کے کنارے پر رکھا۔ پھر آپ نے ڈول کے نیچے کی جانب اپنا دست مبارک رکھا۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر اس میں سے ایک گھونٹ پیا اور لمبی سانس نکالی اور اپنا سر اوپر اٹھایا اور کہا الحمد للہ۔ پھر دعا کی اور پھر بسم اللہ پڑھ کر ایک گھونٹ اس سے پیا اور لمبی سانس لی مگر یہ پہلے کی نسبت کم تھا۔ پھر سر اوپر بلند کیا اور کہا الحمد للہ۔ پھر دعا مانگی اور کہا بسم اللہ۔ پھر ایک گھونٹ پیا اور وہ دوسرے کی نسبت تھوڑا کم تھا۔ پھر سر اوپر اٹھایا اور کہا الحمد للہ۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان علامت یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی خوب سیر ہو کر اس سے نہیں پیا۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمزم کے پانی سے اپنی پسلیوں کو بھرنا (یعنی خوب سیر ہو کر پینا) نفاق سے برأت ہے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے انصار کے ایک آدمی سے اور اس نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے درمیان علامت یہ ہے کہ وہ زمزم کے پانی سے ایک ڈول نکالیں اور اسے خوب سیر ہو کر پئیں۔ اور منافق کبھی بھی اس سے سیر ہونے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: زمزم کے پانی سے پسلیوں

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 646 (1739) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 112 (9111) بیروت

کو بھرنا نفاق سے برأت ہے اور یہ پانی سر درد کو ختم کر دیتا ہے۔ اس میں جھانکنا نظر کو مزید تیز کرتا ہے۔ عنقریب اس پر وہ زمانہ آئے گا کہ یہ نیل اور فرات سے زیادہ میٹھا اور ذائقہ دار ہو گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ازرقی اور فاکہانی رحمہم اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں کتاب اللہ (قرآن کریم) میں پاتا ہوں کہ زمزم خوش ذائقہ خوراک ہے اور بیماری کے لیے شفاء ہے۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور اور ازرقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ہمارے پاس مکہ مکرمہ میں وہب بن منبہ آئے اور وہ بیمار ہو گئے۔ ہم ان کی عیادت کے لیے آئے تو دیکھا کہ ان کے پاس زمزم کا پانی پڑا ہے۔ ہم نے کہا: اگر آپ کو میٹھے اور خوش ذائقہ پانی کی طلب ہو۔ کیونکہ یہ پانی تو بھاری اور سخت ہے۔ تو انہوں نے کہا: میں پینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ میں غیر کو اس سے نکال دوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں وہب کی جان ہے! بے شک کتاب اللہ میں ہے کہ اس سے بخل کیا گیا ہے اور کتاب میں یہ ہے کہ یہ خوش ذائقہ کھانا ہے اور بیماری کے لیے شفا ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں وہب کی جان ہے! جو بھی اس کا قصد کرتا ہے اور اس سے اتنا پیتا ہے کہ اس کی پسلیاں بھر جاتی ہیں تو یہ بیماری کو نکال دیتا ہے اور اسے بیماری کے لیے شفا بنایا گیا ہے (1)۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بالیقین ہم بئر زمزم کو مضنونہ پاتے ہیں کیونکہ اس کے سبب تم سے بخل کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے جنہوں نے اس کا پانی پیا، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ یہ خوش ذائقہ کھانا ہے اور بیماری کے لیے شفا ہے۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں، سعید بن منصور، ازرقی اور حکیم ترمذی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: زمزم کا پانی ہر اس مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے پیا جائے۔ اگر تو اسے پیتے وقت شفا کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے شفا عطا فرمائے گا اگر پیاس بجھانے کی نیت سے پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے سیراب کر دے گا اگر تو بھوک مٹانے کے لیے اسے پیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے سیر کر دے گا اور یہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی ایڑی سے بننے والا گڑھا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک سبیل ہے (2)۔

امام بقیہ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: لوگوں میں بہترین وادی وادی مکہ ہے اور ہند کی وہ وادی ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام اترے۔ یہ خوشبو جو تم لگاتے ہو یہ وہیں سے لائی جاتی ہے اور لوگوں میں سب سے بری وادی وادی احقاف ہے اور حضر موت کی وادی ہے جسے برہوت کہا جاتا ہے۔ اور لوگوں میں بہترین کنواں بئر زمزم ہے اور سب سے برا کنواں بئر برہوت ہے۔ اسی کے پاس کفار کی روحیں جمع ہوتی ہیں۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اخیار کی نماز پڑھنے کی جگہ میں نماز پڑھو اور ابرار کے پانی میں سے پیو۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 117 (9121) المکتب الاسلامی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 118 (9124)

WWW.NAFSEISLAM.COM

کی گئی اخیار کی جائے نماز کون سی جگہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میزاب رحمت کے نیچے۔ پھر عرض کی گئی ابرار کا پانی کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: زمزم کا پانی۔

امام ازرقی نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج نے کہا: میں نے سنا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے: زمین میں بہترین پانی زمزم کا پانی ہے اور زمین میں سب سے خراب اور ناپسندیدہ پانی برہوت کا پانی ہے۔ برہوت حضرموت کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: ایلیاء اور زمزم دونوں متعارف ہیں۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ بن خالد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں ایک رات تقریبا نصف رات کے وقت زمزم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک جماعت کو دیکھا، وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے ہے اور بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہیں۔ میں نے ان کے کپڑوں کی طرح سفید کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی۔ پس جب وہ فارغ ہوئے تو انہوں نے ہمارے قریب نماز پڑھی۔ پھر ان میں سے ایک نے توجہ کی اور اپنے ساتھیوں کو کہا ہمارے ساتھ چلو ہم ابرار کے پانی سے پی لیں۔ وہ اٹھے اور بئر زمزم کے پاس آئے۔ تو میں نے کہا: قسم بخدا! اگر میں اس قوم پر داخل ہوتا تو ان سے کچھ پوچھتا۔ سو میں اٹھا اور ان کے پاس آیا، تو دیکھا ان میں کوئی بھی بشر (انسان) نہیں۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ زمزم کے بارے میں انتہائی زیادہ رغبت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عیال دار اپنے اہل وعیال کے ہمراہ صبح کے وقت آتے تھے اور زمزم کا پانی پیتے تھے۔ پس یہی ان کے لیے صبح کا ناشتہ بن جاتا اور ہم زمزم کو بچوں کے لیے مدد اور تعاون شمار کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ازرقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دور جاہلیت میں زمزم کو شباعہ کا نام دیا جاتا تھا اور یہ گمان کیا جاتا تھا کہ یہ عیال دار لوگوں کے لیے انتہائی خوب مدد ہے۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ازرقی، بزار، ابوعوانہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مکہ مکرمہ میں آیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: تو کب سے یہاں ہے؟ میں نے عرض کی: چودہ۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ میں نے کہا: تیس دن رات سے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کھانا کون کھلاتا ہے؟ میں نے عرض کی: میرے پاس زمزم کے پانی کے سوا کھانے پینے کے لیے کچھ نہیں۔ میں اپنے جگر پر بھوک کی شدت نہیں پاتا۔ میرے پیٹ کی سلوٹیں ٹوٹ گئی ہیں۔ بلاشبہ یہ متبرک ہے، خوش ذائقہ کھانا ہے(1)۔ طیالسی نے یہ زائد بھی لکھا ہے کہ یہ بیماری کے لیے شفا ہے۔

امام ازرقی نے حضرت رباح بن اسود سے نقل کیا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ جنگل میں تھا اور مجھے مکہ میں بیچ دیا گیا پھر مجھے آزاد کر دیا گیا۔ میں تین دن تک ٹھہرا رہا اور کھانے کے لیے میں نے کوئی چیز نہ پائی۔ میں اس دوران زمزم کا پانی پیتا رہا۔ ایک دن میں نے پیا۔ تو میں نے اپنے دانتوں کے درمیان سے دودھ گزرنے کا ذائقہ پایا۔ مجھے گمان ہوا شاید میں سو

1۔ صحیح مسلم شرح نووی، کتاب فضائل الصحابۃ باب 22، صفحہ 15، صفحہ 26، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

گیا ہوں۔ پھر میں چل پڑا تو میں ایسے محسوس کر رہا تھا کہ میرا پیٹ دودھ سے بھرا ہوا ہے اور اس کی قوت بھی موجود ہے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت عبد العزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ریوڑ چرایا کرتے تھے اور عبادت گزار بھی تھے۔ پس جب انہیں پیاس لگتی تو وہ آب زمزم کی چھاگل میں دودھ پاتے اور جب وضو کرنا چاہتے تو اس میں پانی پاتے۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سے پہلے زمزم کے سوا تمام پانی اٹھا لے گا اور زمزم کے سوا تمام پانی نیچے دھنس جائیں گے اور زمین اپنے اندر چھپائے ہوئے سونے چاندی کو باہر پھینک دے گی۔ ایک آدمی چمڑے کے برتن میں سونا چاندی ڈال کر لائے گا اور کہے گا: یہ مجھ سے کون قبول کرے گا؟ تو اسے کہنے والا کہے گا: اگر تو کل انہیں لے کر میرے پاس آتا تو میں قبول کر لیتا۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو مسجد حرام میں دیکھا کہ آپ بئر زمزم کے اردگرد چکر لگا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ غسل کرنے والے کے لیے میں اسے حلال نہیں کروں گا۔ یہ وضو کرنے والے اور پینے والے کے لیے حلال بھی ہے اور شفاء بھی۔

امام ازرقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی حسین رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف ماء زمزم کا ہدیہ طلب کرنے کے لیے پیغام بھیجا تو انہوں نے آپ ﷺ کی طرف دو مشکیزے بھیجے۔

امام عبد الرزاق اور ازرقی ابن جریج رحمہم اللہ سے اور انہوں نے ابن ابی حسین سے جن کا نام عبد اللہ ابن ابی عبد الرحمٰن ہے، سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: کہ اگر میرا گرامی نامہ رات کے وقت تجھے موصول ہو تو پھر صبح نہ ہونے دینا۔ اگر دن کے وقت موصول ہو تو پھر شام نہ ہونے دینا۔ یہاں تک کہ میری جانب زمزم کا پانی بھیج دو۔ پس انہوں نے دو مشکیزے بھرے اور ایک اونٹ پر وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیئے (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے زمزم کے پانی کا تحفہ طلب فرمایا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے صغیر اور کبیر ہونے (کمزور اور بوڑھا ہونے) یا بھوک اور پیاس کی شدت کی شکایت کی ہو۔ آپ ﷺ زمزم کا پانی نوش فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کو صبح کے وقت وہ پیش کیا جاتا اور آپ فرماتے: میں اس سے سیر ہونے کا ارادہ نہیں کرتا۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں عبادت میں سے ہیں قرآن کریم کی طرف دیکھنا، کعبہ معظمہ کی طرف دیکھنا، والدین کی زیارت کرنا، آب زمزم میں دیکھنا، یہ گناہوں اور خطاؤں کو گرا دیتا ہے اور عالم کے چہرہ کی طرف دیکھنا۔

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 5، صفحہ 119 (9127) المکتب الاسلامی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ آپ جب زمزم کا پانی پیتے تو کہتے یہ اسی مقصد کے لیے (مفید) ہے جس کے لیے میں نے پیا ہے۔

امام سعید بن منصور رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی بھی زمزم کا پانی اتنا پیتا ہے کہ اس کی پسلیاں بھر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ سے بیماری کو ختم فرما دیتا ہے اور جس نے پیاس کی وجہ سے پیا وہ سیراب ہو جائے گا اور جس نے بھوک کے سبب پیا تو وہ خوب سیر ہو جائے گا۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے حضرت طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زمزم کا پانی خوش ذائقہ کھانا ہے اور بیماری کے لیے شفاء ہے (1)۔

امام فاکہانی رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن ابی ہلال رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے انہیں جاسوسی کے لیے مکہ مکرمہ بھیجا۔ وہ کئی راتیں وہاں مقیم رہے اور زمزم کا پانی پیتے رہے۔ جب لوٹ کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: تمہاری گزران کیسے رہی؟ تو انہوں نے آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ زمزم کے پاس آتے تھے اور اس کا پانی پیتے تھے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ بیماری کے لیے شفاء ہے اور خوش ذائقہ کھانا ہے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب کسی آدمی کو تحفہ عنایت فرمانا چاہتے تو آپ ﷺ اسے زمزم کا پانی پلاتے۔

امام فاکہانی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جب کوئی مہمان آتا تو آپ اسے آب زمزم کا تحفہ دیتے اور آپ نے کسی قوم کو کھانا نہیں کھلایا مگر یہ کہ آپ نے انہیں زمزم کے پانی سے سیراب کیا۔

امام ابوذر ہروی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اہل مکہ کے ساتھ جس کسی نے بھی مسابقت (دوڑ) میں مقابلہ کیا وہ اس سے سبقت لے گئے اور جس کسی نے ان کے ساتھ کشتی کی انہوں نے اسے پچھاڑ دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے زمزم کے پانی سے اعراض کر لیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ یہ پسند کرتے تھے کہ جب وہ بیت اللہ شریف کو الوداع کہیں تو زمزم کے پاس آئیں اور اس سے خوب پئیں۔

امام سلفی نے طیوریات میں حضرت ابن حبیب سے نقل کیا ہے کہ زمزم ابرار کا مشروب ہے اور حجر اخیار کی جائے نماز ہے۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

1۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، صفحہ 118 (9122) المکتب الاسلامی بیروت

''خوش خبری دیتا ہے انہیں ان کا رب اپنی رحمت اور اپنی خوشنودی کی اور (ایسے) باغات کی کہ ان کے لیے ان میں دائمی نعمت ہوگی ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس میں تا ابد۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی اجر عظیم ہے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ پڑھا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

''اے ایمان والو! نہ بنالو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دلی دوست اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان پر اور جو دوست بناتا ہے انہیں تم میں سے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں (اے حبیب!) آپ فرمایئے اگر ہیں تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ کاروبار اندیشہ کرتے ہو جس کے مندے کا اور وہ مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو، زیادہ پیارے ہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ لے آئے اللہ تعالیٰ اپنا حکم۔ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو نافرمان ہے''۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ہجرت کا حکم دیا گیا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اور بنی عبدالدار کے بھائی طلحہ نے کہا: میں کعبہ کی دربانی کے فرائض ادا کرتا ہوں۔ لہٰذا ہم ہجرت نہیں کریں گے۔ تب یہ آیت نازل کی گئی: لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مقاتل رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مذکورہ آیت ہجرت کے بارے نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: وَ اَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا کا معنی ہے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا کی تفسیر میں سدی کہتے ہیں اور تم کاروبار کے

WWW.NAFSEISLAM.COM

مندا ہونے سے ڈرتے ہو اور اسے فروخت کردیتے ہو۔ وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ یعنی وہ محلات اور گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ کا معنی یہ ہے کہ تم انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح کے سبب اپنا حکم ہجرت لے آئے۔ یہ سب فتح مکہ سے پہلے ہوا۔

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے تو انہوں نے عرض کی: قسم بخدا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میری جان کے سوا ہر شے سے مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو جاؤں۔ واللہ اعلم۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ۚ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۷﴾

''بے شک مدد فرمائی تمہاری اللہ نے بہت سے جنگی میدانوں میں اور حنین کے روز بھی۔ جب کہ گھمنڈ میں ڈال دیا تھا تمہیں تمہاری کثرت نے۔ پس نہ فائدہ دیا تمہیں (اس کثرت نے) کچھ بھی اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے۔ پھر تم مڑے پیٹھ پھیرتے ہوئے پھر نازل فرمائی اللہ نے اپنی (خاص) تسکین اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اور اتارے وہ لشکر جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے کافروں کی پھر رحمت سے توجہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس کے بعد جس پر چاہے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

امام فریابی رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ والی آیت اللہ تعالیٰ نے سورۂ برأت میں سے سب سے پہلے نازل فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ، سنید، ابن حرب، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سورۂ برأت میں سے مذکورہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ تحقیق اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال ہوئی اور انہیں غزوۂ تبوک کے لیے آمادہ کرلیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی آیت کے بارے میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: اس آیت میں اس مدد و نصرت کا ذکر ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ ان پر بہت سے میدانوں میں احسان فرما تا رہا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''حنین'' مکہ اور طائف کے درمیان پانی (کا چشمہ) ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہوازن اور ثقیف کے قبائل سے جنگ لڑی۔ ہوازن کا سردار مالک بن عوف تھا اور ثقیف کا سردار عبد یالیل بن عمر وثقفی تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے سال نصف مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ ابھی اس سے زائد دن نہیں گزرے تھے کہ ہوازن اور ثقیف آگئے اور انہوں نے حنین میں پڑاؤ ڈال لیا۔ حنین ذی المجاز کے پہلو میں ایک وادی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: جب اہل مکہ اور اہل مدینہ جمع ہو گئے۔ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! اب ہم جنگ لڑیں گے کیونکہ ہمارا لشکر جرار جمع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس قول کو ناپسند فرمایا۔ کیونکہ انہوں نے اپنی کثرت پر فخر و مباہات کا اظہار کیا۔ پس جب ان کا آمنا سامنا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی بھی کسی کے مقابلہ میں نہ ٹھہرا۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے قبائل عرب کو اپنی جانب بلانا شروع کیا۔ قسم بخدا! آپ ﷺ کی جانب کوئی بھی اوپر نہ چڑھا یہاں تک آپ نے اپنی جگہ خالی کر دی اور انصار کی جانب متوجہ ہوئے اور وہ اطراف میں تھے تو آپ ﷺ نے انہیں بلایا۔ یا انصار اللہ و انصار رسولہ الی عباد اللہ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ وہ آپ ﷺ پر امڈ آئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! ﷺ رب کعبہ کی قسم: ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم بخدا! انہوں نے اپنے سر جھکا دیے اور رونے لگے: اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی تلواریں چلانے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے خلاف انہیں فتح و کامرانی سے نوازا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کسی آدمی نے حنین کے دن کہا: ہم قلت تعداد کے سبب ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ پر یہ بات ناگوار گزری۔ تو اس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ ربیع نے کہا: اس وقت اسلامی لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ان میں سے دو ہزار اہل مکہ تھے (1)۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، بغوی نے معجم میں، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابو عبدالرحمٰن فہری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم نے انتہائی شدید گرم دن میں سفر کیا، اس لیے درختوں کے سائے میں جا اترے جب سورج ڈھل گیا، میں نے اپنی زرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتے ہوئے کہا: ''اَلسَّلَام عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 123، دار الکتب العلمیہ بیروت

وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' یارسول اللہ! ﷺ کوچ کا وقت ہوگیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلاتے ہوئے فرمایا: اے بلال! وہ فوراً ببول کے درخت کے نیچے سے اٹھے، اس کا سایہ انتہائی گھنا تھا۔ اور عرض کی بندہ حاضر ہے لبیک وسعدیک میں آپ پر قربان جاؤں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا میرے گھوڑے پر زین ڈالو۔ چنانچہ وہ کھجور کی چھال کے دو تکیے سے لائے جن میں اظہار تکبر و فخر نام کا نہ تھا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے اور ہم نے ان سے لڑنا شروع کر دیا۔ لیکن مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ پکارنے لگے: ''یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ'' اے اللہ کے بندو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور مجھے اس آدمی نے بتایا جو میری نسبت آپ ﷺ کے زیادہ قریب تھا کہ آپ ﷺ نے ایک مشت مٹی کی اٹھائی اور قوم کے چہروں کی جانب اسے پھینک دیا اور زبان سے ارشاد فرمایا ''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ...... '' اور یعلی بن عطاء نے کہا ہے اور ہمیں ان کے بیٹوں نے اپنے آباء سے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا تھا مگر یہ کہ اس کی آنکھیں اور منہ مٹی سے بھر گئے اور ہم نے آسمان سے گھنٹی کی آواز اس طرح سنی جیسے لوہے کے ٹب پر لوہا لگتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچار کر دیا۔ ''مَابَقِیَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا امْتَلَاَتْ عَيْنَاهُ وَفَمُهٗ مِنَ التُّرَابِ'' (1)

امام طبرانی، حاکم، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں غزوۂ حنین کے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ پس لوگ آپ ﷺ سے الٹے پاؤں بھاگ پڑے۔ حتی کہ آپ ﷺ کے پاس مہاجرین و انصار میں سے اسی افراد باقی رہ گئے۔ ہم تقریباً اسی قدموں کے فاصلے پر کھڑے تھے۔ ہم پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگے اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور راحت نازل فرمائی۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنے خچر مبارک پر تھے۔ آپ ﷺ چند قدم چلے اور فرمایا: مجھے ایک مشت مٹی کی دیجئے۔ چنانچہ میں نے وہ مٹی آپ ﷺ کو دی۔ تو آپ ﷺ ان (دشمن) کے چہروں پر پھینک دی۔ نتیجۃً ان کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں اور مشرکین پیٹھ پھیر کر الٹے پاؤں بھاگ گئے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ بنی ہوازن غزوۂ حنین کے دن عورتوں، بچوں، اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں کو ساتھ لے کر آئے اور انہوں نے انہیں بھی صفوں میں لا کھڑا کیا۔ تا کہ رسول اللہ ﷺ پر اپنی کثرت کا اظہار کریں۔ پھر مسلمانوں اور مشرکین کی جنگ شروع ہوئی۔ تو مسلمان پیٹھیں پھیر کر بھاگ نکلے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ندا دی: ''یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ'' (اے اللہ تعالیٰ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں) پھر فرمایا۔ اے گروہ انصار! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 141، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 128 (2549) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

44B

شکست فاش سے دوچار کردیا۔ حالانکہ نہ کسی نے تلوار چلائی اور نہ کسی نے نیزہ مارا (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن سعد، احمد، مسلم، نسائی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: غزوۂ حنین کے دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ تحقیق میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس میرے اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے سوا کوئی نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ ساتھ رہے اور ہم آپ ﷺ سے جدا اور علیحدہ نہیں ہوئے۔ آپ ﷺ اپنے الشہباء نامی اس خچر پر تھے جو فروہ بن معاویہ جذامی نے آپ کو بطور تحفہ اور ہدیہ پیش کی تھی۔ پس جب مسلمانوں اور مشرکین کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑانے لگے۔ میں اس کی لگام پکڑ کر اسے روک رہا تھا تاکہ وہ جلدی اور تیز رفتاری کے ساتھ نہ چلے۔ حالانکہ آپ تو مشرکین کی طرف انتہائی تیزی سے بڑھنے میں کوئی تاخیر نہیں کر رہے تھے۔ ابوسفیان بن حارث رسول اللہ ﷺ کی رکاب تھامے ہوئے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عباس! رضی اللہ عنہ، ببول والوں کو بلاؤ، اے اصحاب البقرہ! قسم بخدا! میں ان پر انتہائی مہربان ہوں جیسا کہ گائے اپنے بچوں پر مہربان ہوتی ہے۔ جب وہ میری آواز سنیں گے تو وہ لبیک لبیک پکارنے لگیں گے۔ پس مسلمان آ گئے اور کفار کے ساتھ ان کی جنگ شروع ہوگئی۔ آوازیں بلند ہوئیں اور وہ کہنے لگے: اے گروہ انصار، اے گروہ انصار! پھر بلاوا بنی حارث بن خزرج پر محدود ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کا طویل وقت اپنے خچر پر ہی گزر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت تو جنگ خوب زوروں پر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے کچھ کنکریاں اٹھائیں اور کفار کے چہروں کی جانب پھینک دیں۔ پھر ارشاد فرمایا ''اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ'' کعبہ کے رب کی قسم! وہ شکست خوردہ ہوگئے۔ پھر میں دیکھتا ہی رہا کہ اتنے میں جنگ ٹھنڈی پڑ گئی اور ایسا نہیں ہوا مگر تب ہی جب رسول اللہ ﷺ نے ان پر کنکریاں پھینکیں۔ پھر میں مسلسل دیکھتا رہا کہ ان کی دھار کند ہوگئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچار کردیا (2)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن انصار کو بلایا اور فرمایا: اے گروہ انصار! انہوں نے جواباً عرض کی لبیک یا رسول اللہ! ﷺ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پوری توجہ اور تیزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف آؤ۔ وہ تمہیں ایسے باغات (جنات) میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ سو وہ آ گئے اور معرکۂ حنین انہی کا ہوگیا۔ انہوں نے ہی اس جماعت کا گھیراؤ کرلیا جو متکبرانہ انداز میں کندھوں کو ہلا کر جنگ لڑ رہے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش سے دوچار کردیا (3)۔

امام ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 142 (2591) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 370 (5418)

3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 50 (4367)

WWW.NAFSEISLAM.COM

عنہ نے کہا: جب غزوۂ حنین کے دن اہل مکہ اور اہل مدینہ باہم اکھٹے ہوئے۔ تو تعداد کی کثرت نے انہیں فخر و تکبر میں مبتلا کر دیا۔ تو ان میں سے ایک قوم (جماعت) نے کہا: قسم بخدا! آج ہم قتال کریں گے۔ لیکن جب ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا اور جنگ انتہائی شدید ہوگئی تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا اور فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ کے بندوں کی جانب آجاؤ۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تو انہوں نے عرض کی: قسم بخدا! ہم آپ کی جانب آئے۔ انہوں نے اپنے سر جھکا لیے پھر پوری قوت کے ساتھ جنگ لڑی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمن پر فتح سے ہم کنار کیا (1)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے موقع پر اونٹ کے بال اٹھائے اور فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال غنیمت عطا فرمایا ہے اس میں سے خمس کے سوا اتنی مقدار بھی میرے لیے حلال نہیں۔ پھر خمس بھی تمہیں پر لوٹا دیا جائے گا۔ لہٰذا دھاگہ اور سوئی تک سب پہنچا دو اور اس میں خیانت اور دھوکہ بازی سے بچو۔ کیونکہ قیامت کے دن یہ ایسا کرنے والے کے لیے باعث ننگ و عار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کرنا تم پر فرض ہے۔ کیونکہ یہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے وسیلہ سے ہر پریشانی اور غم دور فرما دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خوشحال اور مضبوط مومنین کو چاہیے کہ وہ اپنے میں سے کمزور اور ضعیف لوگوں کی جانب (مال غنیمت) لوٹا دیں (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم نے غزوۂ حنین کے دن دیکھا کہ دونوں گروہوں نے فرار اختیار کیا ہے۔ حضرت عکرمہ نے کہا: جب غزوۂ حنین ہوا تو مسلمان بھی بھاگے اور مشرکین نے بھی فرار اختیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: "انا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے ارشاد فرمایا اے عباس آواز دو یا اھل الشجرۃ۔ (اے بیعت رضوان میں شریک ہونے والو!)۔ تو انہوں نے آواز سن کر ہر جانب سے جواب دیا: لبیک لبیک۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل جنگ لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظفر و کامیابی سے نوازا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن عبید اللہ بن عمیر اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار ہزار انصار، ایک ہزار قبیلہ جہینہ میں سے، ایک ہزار مزینہ میں سے، ایک ہزار قبیلہ اسلم میں سے، ایک ہزار غفار میں سے، ایک ہزار اشجع میں سے اور ایک ہزار مہاجرین وغیرہ موجود تھے۔ تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر (حنین کی طرف) روانہ ہوئے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرمایا: وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 50 (4368) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، (4370)

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا: کیا تم غزوۂ حنین کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: قسم بخدا! رسول اللہ ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری۔ البتہ آپ ﷺ کے اصحاب سے نوجوان اور ان کے پیچھے کچھ تھکے ماندے لوگ نکلے۔ ان کے پاس ہتھیار نہیں تھے۔ تو ان کا آمنا سامنا ہوازن اور بنی نضر کے تیر اندازوں کی ایک جماعت سے ہو گیا۔ ان پر تیر برسنے لگے اور وہ جو تیر بھی ان پر مارتے وہ خطا جاتے۔ پس وہاں وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف آئے، آپ ﷺ اس وقت اپنے سفید خچر پر تھے اور آپ ﷺ کے چچا کا بیٹا ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اس کی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ پھر آپ ﷺ نیچے اترے دعا کی اور مدد و نصرت کی التجاء کی (1) اور پھر کہا:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

پھر آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے صف بندی کی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سے مراد یہ ہے کہ انہیں تلوار کے ساتھ قتل کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ حنین کے دن اپنے رسول مکرم ﷺ کی پانچ ہزار بااختیار اور مسلح ملائکہ کے ساتھ مدد فرمائی۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے انصار کو مومنین کے نام سے پکارا اور ارشاد فرمایا ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے قوم کی شکست سے پہلے دیکھا درآنحالیکہ لوگ قتل ہو رہے تھے کہ ایک سیاہ رنگ کا دھاری دار کپڑا آسمان کی جانب سے آیا اور قوم کے درمیان آ کر گر پڑا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اچانک سیاہ رنگ کی چیونٹیاں پھیل گئیں اور ان سے وادی بھر گئی۔ مجھے شک بھی نہیں تھا کہ ملائکہ علیہم السلام ہیں۔ پھر قوم شکست کھا گئی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا میں عذاب سے مراد ہزیمت اور شکست ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن ابزی نے کہا مذکورہ آیت میں عذاب سے مراد ہزیمت اور قتل ہے۔ اور ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ کی تفسیر میں فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ ان کی طرف رحمت سے توجہ فرمائے گا جو غزوۂ حنین میں حضور نبی کریم ﷺ سے شکست خوردہ ہو کر بھاگے۔

امام ابن سعد، بخاری نے تاریخ میں، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے دلائل میں عبداللہ بن

1۔ صحیح مسلم، باب غزوۃ الحنین، جلد 2 صفحہ 100، قدیمی کتب خانہ کراچی

عیاض بن حارث سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ بارہ ہزار کا لشکر جرار ساتھ لے کر ہوازن آئے اور آپ نے غزوۂ بدر کے مقتولوں کی مثل غزوۂ حنین میں طائف کے لوگ قتل کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مشت اٹھائی اور وہ ہمارے چہروں پر پھینک دیئے پس ہم شکست فاش سے دوچار ہو گئے (1)۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا ہم غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب ہم دشمن کے سامنے پہنچے میں آگے بڑھا اور وہ گھاٹی پر چڑھے ہوئے تھے۔ دشمن کا ایک آدمی میرے سامنے آیا۔ تو میں نے اس پر تیر پھینکا اور وہ چھپ گیا۔ پھر اس نے جو کچھ کیا وہ میں نہیں جانتا۔ پھر میں نے قوم کی طرف دیکھا کہ اچانک وہ دوسری گھاٹی سے نکل آئے اور ان کی رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ میں چادر باندھے ہوئے تھا اور میں شکست خوردہ ہو کر لوٹ پڑا۔ مجھ پر دو چادریں تھیں۔ ایک بطور ازار باندھے ہوئے تھا اور دوسری اوپر لپیٹ رکھی تھی۔ پس میری چادر کھل گئی تو میں نے ان دونوں کو اکٹھا کر لیا اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے بھاگتے ہوئے گزرا۔ اس وقت آپ اپنے خچر شہباء پر سوار تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تحقیق آپ ﷺ نے ابن اکوع کو گھبراہٹ کی حالت میں دیکھ لیا تھا۔ سو جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیا، آپ ﷺ خچر سے نیچے اترے۔ پھر زمین کی مٹی سے ایک مشت اٹھائی۔ پھر ان کے چہروں کی طرف اپنا رخ زیبا پھیرا۔ اور فرمایا ''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ'' اور مٹی ان پر پھینک دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی انسان کو پیدا نہیں کیا مگر اس کی آنکھوں کو اس مشت خاک کے ساتھ بھر دیا۔ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش سے دوچار کر دیا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے غنائم کو مسلمانوں کے مابین تقسیم فرمایا (2)۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت عمرو بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن سنگریزوں کی ایک مشت اٹھائی اور اسے ہمارے چہروں پر پھینکا۔ نتیجۃً ہم نے شکست وہزیمت اٹھائی۔ ہماری جانب کوئی گھوڑا نہ تھا مگر یہ کہ یہ ہر پتھر اور ہر درخت شہسوار بن کر ہمیں تلاش کرنے لگا۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی اور ابن مردویہ نے یزید بن عامر سوائی سے۔ یہ حنین میں مشرکین کی جانب سے جنگ میں شریک ہوئے اور پھر اسلام لائے۔ یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن مٹی سے ایک مشت اٹھائی اور اسے مشرکین کے چہروں پر پھینک دیا اور ساتھ فرمایا ''اِرْجِعُوْا شَاهَتِ الْوُجُوْهُ'' (لوٹ جاؤ چہرے بگڑ جائیں) پس جس سے بھی کوئی دوسرا بھائی ملا وہی یہ شکایت کر رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں تنکا پڑ گیا ہے اور وہ اپنی آنکھوں کو ملنے لگا۔

امام مسدد نے مسند میں، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عبدالرحمن مولی ام برثن سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: حنین کے دن مشرکین میں سے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ جب ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا باہم آمنا سامنا ہوا تو بکری دوہنے کی مقدار بھی وہ ہمارے سامنے کھڑے نہ ہوئے اور ہم ان پر غالب آ گئے۔ اسی اثناء میں کہ ہم انہیں پیچھے دھکیلتے جا رہے

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 132 (2562) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ صحیح مسلم، باب غزوۂ حنین، جلد 2، صفحہ 101، قدیمی کتب خانہ کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

تھے کہ اچانک ہم ایک سفید خچر والے سے ملے اور وہی رسول اللہ ﷺ تھے۔ پس ہم نے آپ ﷺ کے پاس سفید اور خوبصورت چہروں والے مرد دیکھے۔ انہوں نے ہمیں کہا ''شَاهَتِ الْوُجُوْهُ اِرْجِعُوْا'' پس ہم لوٹ آئے۔ اور وہی ہمارے کندھوں پر سوار ہوگئے۔ حالانکہ وہ وہی تھے (یعنی وہ ہم پر غالب آگئے اور ہم بالکل تھک ہار گئے)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ابن اسحاق کی سند سے بیان کیا ہے کہ امیہ بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے بیان کیا: مالک بن عوف رضی اللہ عنہ نے جاسوس بھیجے۔ پس وہ آپ کے پاس آئے تو ان کے جوڑ کٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا: تم ہلاک ہو تمہیں کیا ہوا؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہمارے پاس سفید رنگ والے ایسے لوگ آئے جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ قسم بخدا! انہوں نے ہمیں مضبوط پکڑ لیا اور ہمارے ساتھ یہ کچھ ہوگیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

امام ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عساکر نے مصعب بن شیبہ بن عثمان الحجبی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ انہوں نے کہا: میں غزوہ حنین کے دن حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں نکلا۔ قسم بخدا! میں اسلام کی حالت میں نہیں نکلا تھا بلکہ اس خواہش پر نکلا تھا کہ ہوازن قریش پر غالب آجائیں۔ پھر قسم بخدا! میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا۔ جب کہ میں نے کہا: یا نبی اللہ! بے شک میں چتکبرا گھوڑا دیکھ رہا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے شیبہ! اسے کافر کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا یہاں تک کہ میں نے اپنے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو بھی زیادہ پسندیدہ اور محبوب نہ پایا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر مسلمان لڑنے لگے پس قتل ہوئے جو ہوئے پھر حضور نبی مکرم ﷺ تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لگام پکڑے ہوئے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کاب تھامے ہوئے تھے اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے بلند آواز لگائی: مہاجرین کہاں ہیں؟ سورۂ بقرہ والے کہاں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔ پس لوگ آنے لگے اور حضور نبی مکرم ﷺ یہ فرماتے رہے:

اَنَا النَّبِيُّ غَيْرُ كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

''پس مسلمان آئے اور انہوں نے تلواریں چلائیں اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنگ زور کے ساتھ چھڑ گئی''۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

''اے ایمان والو! مشرکین تو نرے ناپاک ہیں سو وہ قریب نہ ہونے پائیں مسجد حرام سے اس سال کے بعد۔ اور اگر تم اندیشہ کرو تنگ دستی کا تو غنی کردے گا تمہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر چاہے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا بڑا دانا ہے''۔

امام احمد، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

WWW.NAFSEISLAM.COM

فرمایا: میرے اس سال کے بعد معاہدہ کرنے والوں اور تمہارے خادموں کے سوا کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا (1)۔

امام عبدالرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ ہونے پائیں مگر یہ کہ وہ غلام ہو یا اہل ذمہ میں سے کوئی ہو (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نَجَسٌ کا معنی اخباث یعنی ناپاک اور پلید ہے۔ اور بَعۡدَ عَامِهِمۡ هَٰذَا سے مراد وہ سال ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا یہ 9 ہجری کا سال تھا۔ پھر آئندہ سال رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا اور آپ ﷺ نے ہجرت کے وقت سے لے کر اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی حج ادا نہیں فرمایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو یہ امر مسلمانوں پر گراں گزرا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَإِنۡ خِفۡتُمۡ عَيۡلَةً فَسَوۡفَ يُغۡنِيكُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦٓ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں اس خراج اور اس پر نافذ شدہ جزیہ سے مستغنی کر دیا، جو وہ ان سے ہر مہینہ اور ہر سال وصول کرتے تھے اور فرمایا کہ جزیہ ادا کرنے والے یا مسلمانوں میں سے کسی کے غلام کے سوا مشرکین میں سے کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جائے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین بیت اللہ شریف کی طرف آتے تھے اور اپنے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء لاتے تھے اور وہاں ان کی تجارت کرتے تھے۔ جب انہیں بیت اللہ شریف میں آنے سے روک دیا گیا۔ تو مسلمانوں نے کہا: ہمارے لیے طعام کہاں سے آئے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَإِنۡ خِفۡتُمۡ عَيۡلَةً فَسَوۡفَ يُغۡنِيكُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦٓ إِن شَآءَ آپ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش نازل فرمائی۔ نتیجۃً جب مشرکین ان سے چلے گئے تو ان کی خوشحالی اور خیر میں اضافہ ہوگیا (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی إِنَّمَا ٱلۡمُشۡرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقۡرَبُواْ ٱلۡمَسۡجِدَ ٱلۡحَرَامَ بَعۡدَ عَامِهِمۡ هَٰذَا تو یہ حکم حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب پر انتہائی گراں گزرا۔ اور وہ کہنے لگے ہمارا کھانا اور دیگر ساز و سامان کون لائے گا۔ تب یہ آیت وَإِنۡ خِفۡتُمۡ عَيۡلَةً الآیہ نازل ہوئی (4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو شیطان نے مومنین کے دلوں میں یہ وسوسہ اندازی کی کہ تم کہاں سے کھاؤ گے حالانکہ مشرکین کو روک دیا گیا ہے اور تم سے قافلوں کو منقطع کر دیا گیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَإِنۡ خِفۡتُمۡ عَيۡلَةً فَسَوۡفَ يُغۡنِيكُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦٓ إِن شَآءَ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل ایمان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 392، دار صادر بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 123، دار احیاء التراث العربی بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 244 (1011) بیروت
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 122، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مومنین نے کہا: تحقیق ہم مشرکین کی منڈیوں سے اشیاء لے لیتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ انہیں اس کے عوض اپنے فضل سے غنی کر دے گا، مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ یہ آیت قرأت میں سورۂ برأت کی پہلی آیت ہے اور تاویل کے اعتبار سے آخر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کوئی مشرک پورے حرم میں داخل نہیں ہو سکتا اور پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

امام عبد الرزاق اور نحاس نے ناسخ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عطاء نے فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد سارا حرم پاک ہے اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ کوئی مشرک پورے حرم میں داخل نہیں ہو سکتا (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: کہ عَيْلَةً سے مراد فاقہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جزیہ جاریہ کے ساتھ انہیں غنی کر دیا۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ آپ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ وہ یہود و نصاریٰ کو مساجد میں داخل ہونے سے منع کریں اور اس میں آپ نے اس نہی کی اتباع کی: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ...... الآیہ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ چونکہ مشرکین ناپاک ہیں۔ لہٰذا جو کوئی ان سے مصافحہ کرے اسے چاہیے کہ وہ پھر وضو کرے۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے مشرک سے مصافحہ کیا، اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے یا پھر اپنے ہاتھوں کو دھولے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا۔ تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبرئیل! کس چیز نے تجھے میرا ہاتھ پکڑنے سے منع کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: چونکہ آپ نے یہودی کے ساتھ ہاتھ ملایا ہے تو مجھے یہ ناپسند ہے کہ میرا ہاتھ اس ہاتھ کو مس کرے جسے کافر کے ہاتھ نے مس کیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور وضو فرمایا: پھر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے اسے پکڑ لیا (یعنی مصافحہ کیا)۔

امام ابن مردویہ اور سمویہ رحمہما اللہ نے فوائد میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم

1۔ مصنف عبد الرزاق، جلد 6، صفحہ 52 (9980) المکتب الاسلامی بیروت

ﷺ نے فرمایا: مسلمان نفس کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا، کوئی ننگے بدن بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے اور اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ اور جس کے درمیان کوئی معاہدہ ہے تو اس کے لیے معاہدہ کی مدت تک مہلت ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال فرمایا: کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا اور کوئی مسلمان جزیہ ادا نہیں کرے گا۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے آخری کلام جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو ہلاک و برباد کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ سرزمین عرب میں دو دین باقی نہیں رہیں گے۔

امام عبدالرزاق نے ابن جریج سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے اپنے وصال کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ حجاز کی زمین پر کوئی یہودی و عیسائی نہ چھوڑا جائے اور لشکر اسامہ شام کی طرف چلا جائے۔ آپ ﷺ نے قبطیوں کے ساتھ خیر و بھلائی کے سلوک کی وصیت فرمائی۔ کیونکہ ان کے ساتھ قرابت کا تعلق تھا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا کہ وہ آخری کلام جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ یہ ہے کہ حجاز کی زمین سے یہودیوں کو اور جزیرۂ عرب سے اہل نجران کو نکال دو۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں (حیات ظاہرہ کے ساتھ) باقی رہتا تو میں ضرور بر ضرور مشرکین کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دیتا۔ پس جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین بنے تو آپ نے انہیں باہر نکال دیا۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

”جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور روز قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں“۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس سال حضرت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین کے ساتھ عہد توڑنے کا اعلان کیا اس سال اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ مشرکین تجارت کا کاروبار کرتے تھے اور مسلمان بھی اس سے فائدہ اور نفع اٹھاتے تھے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لیے حرام قرار دیا کہ وہ مسجد حرام کے قریب جائیں۔ تو مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ ان کی وہ تجارت ختم ہو جائے گی جس کا لین دین مشرکین کرتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ اور اس کے پیچھے دوسری آیت میں جزیہ مقرر کر دیا۔ وہ اس سے پہلے نہیں لیا جاتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جزیہ کو ان کے لیے منافع کا عوض بنا دیا جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرکین کے ساتھ تجارت کے کاروبار سے منع فرما کر روک دیا تھا۔ اور فرمایا: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ تا۔ صٰغِرُوْنَ پس مسلمان اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ پہچانیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس منافع سے افضل اور بہتر عوض عطا فرمایا ہے جو وہ مشرکین سے تجارت کا کاروبار کر کے حاصل کرتے تھے۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قتال کی دو صورتیں ہیں: ایک مشرکین کے ساتھ جنگ کرنا ہے یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں یا وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں اور دوسری باغیوں کے گروہ سے جنگ کرنا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں۔ پس جب وہ لوٹ آئیں گے تو پھر عدل وانصاف کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو غزوۂ تبوک کا حکم دیا گیا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن شہاب رحمہ اللہ نے کہا: قریش اور عرب کے کفار کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ (البقرہ: 193)'' اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (وفساد) اور ہو جائے دین صرف اللہ کے لیے''۔ اور اہل کتاب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ تا۔ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ۔ تو سب سے پہلے اہل نجران نے جزیہ ادا کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ ہاتھ سے جزیہ دینے کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد زمین اور غلام کا جزیہ ہے، زمین اور غلام کا جزیہ ہے۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مشرکین کے لیے معافی اور درگزر کے حکم کے ساتھ یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے

WWW.NAFSEISLAM.COM

ساتھ ملنے والے عربوں کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل کتاب کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ میں ان کا ذکر ہے جو توحید باری تعالیٰ کی تصدیق نہیں کرتے اور وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ یعنی شراب اور خنزیر کو وہ حرام نہیں سمجھتے اور وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ یعنی دین اسلام کو وہ قبول نہیں کرتے مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ یعنی وہ یہود ونصاریٰ جنہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مسلمانوں سے قبل کتاب عطا کی گئی اور حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُونَ میں صٰغِرُونَ سے مراد یذلون (یعنی ذلیل ورسوا ہونا) ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عَنْ يَّدٍ کا معنی ہے مغلوب اور مجبور ہو کر (جزیہ ادا کریں)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: عَنْ يَّدٍ کا معنی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔ کسی غیر کے ہاتھ نہ بھیجیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوسنان نے کہا: عَنْ يَّدٍ کا معنی ہے قدرت سے دینا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُونَ کے بارے فرمایا کہ اس کا معنی ہے وہ ہاتھ کے ساتھ پیچھے نہ دھکیل رہے ہوں (یعنی وہ مکے نہ مار رہے ہوں)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَّهُمْ صٰغِرُونَ کا معنی ہے اس حال میں کہ وہ پسندیدہ اور قابل تعریف نہیں۔

ابن ابی حاتم نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہیں رستم کی طرف بھیجا گیا۔ تو رستم نے ان سے کہا: تم کس کی طرف دعوت دیتے ہو؟ تو آپ نے فرمایا: میں تجھے اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ پس اگر تو اسلام قبول کرلے گا تو تیرے لیے وہ سب حقوق ہوں گے جو ہمارے لیے ہیں اور تجھ پر وہ ذمہ داریاں بھی ہوں گی جو ہم پر ہیں۔ اس نے کہا: اگر میں انکار کردوں؟ تو آپ نے فرمایا پھر تو اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کرے گا اس حال میں کہ تو مغلوب ہو۔ تو اس نے اپنے ترجمان سے کہا: انہیں کہو کہ جزیہ دینے کے مفہوم کو تو میں نے جان لیا ہے۔ لیکن تمہارے قول "انت صاغر" کا معنی کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کا معنی ہے کہ تو جزیہ ادا کرے اس حال میں کہ تو کھڑا ہو اور میں بیٹھا ہوا ہوں اور کوڑا (درہ) تیرے سر پر ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے قلعہ والوں کو کہا جب کہ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر رکھا تھا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُونَ تو انہوں نے کہا: جزیہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جزیہ یہ ہے کہ ہم تم سے دراہم وصول کریں گے اس حال میں کہ خاک تمہارے سروں پر ہوگی۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور انہیں کہا: اگر تم اسلام قبول کرلو گے تو تمہارے لیے وہ سب حقوق ہوں گے جو ہمارے لیے ہیں اور تم پر وہ سب ذمہ داریاں

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہوں گی جو ہم پر ہیں اور اگر تم انکار کرو گے تو پھر جزیہ ادا کرو اس حال میں کہ تم مغلوب ہو اور اگر تم نے اس کا انکار کیا تو ہم تم پر شدید حملہ کریں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اہل ذمہ کے لیے پسندیدہ یہی ہے کہ وہ جزیہ ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مسروق رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انہیں حکم فرمایا کہ وہ ہر بالغ سے ایک دینار وصول کریں یا اس کے برابر ستو (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہجر کے مجوس اور یمن کے یہود و نصاریٰ کے ہر بالغ سے ایک دینار جزیہ وصول کیا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت بجالہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ وصول نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول کیا ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن بن محمد بن علی رضی اللہ عنہم سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوسیوں کو خط لکھا اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ پس جس کسی نے اسلام قبول کر لیا اسے تسلیم کر لیا گیا۔ اور جنہوں نے انکار کیا ان پر جزیہ لگا دیا گیا۔ حتی کہ فرمایا نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے اور نہ ان میں سے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا جائے (4)۔

امام مالک، امام شافعی، ابوعبید نے کتاب الاموال میں اور ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجوسیوں سے جزیہ لینے کے بارے لوگوں سے مشورہ طلب کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا طریقہ اختیار کرو (5)۔

امام ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اپنے اصحاب کو نہ دیکھتا کہ انہوں نے مجوسیوں سے جزیہ لیا ہے تو میں ان سے نہ لیتا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی "قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ......" الآیہ

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان مجوسیوں سے جزیہ لینے کے بارے سوال کیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: قسم بخدا! آج زمین پر کوئی بھی موجود نہیں جو مجھ سے زیادہ یہ جانتا ہو کہ مجوسی اہل کتاب تھے جس کی وہ معرفت رکھتے تھے اور وہ اہل علم تھے جس کی وہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ پس ان کے امیر نے شراب پی، اس کے نشے میں مدہوش ہو گیا اور اپنی بہن کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کر لیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے اسے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 428 (33638) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 429 (32649)
3۔ ایضاً، (32648)
4۔ ایضاً، (32645)
5۔ موطا امام مالک، باب جزیۃ اہل الکتاب، جلد 1، صفحہ 278، داراحیاء التراث العربی بیروت

دیکھ لیا۔ جب صبح ہوئی تو اس کی بہن نے کہا: بلاشبہ تو نے میرے ساتھ اس طرح کیا ہے اور تجھے ایک جماعت نے دیکھ لیا ہے۔ وہ تجھ پر پردہ نہیں ڈالیں گے۔ پس اس نے طمع اور لالچ رکھنے والے لوگوں کو بلایا اور انہیں کچھ عطا کیا۔ پھر ان سے کہا: تحقیق تم جانتے ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نکاح اپنی بیٹیوں سے کیا تھا۔ اتنے میں وہ لوگ آ گئے جنہوں نے دیکھا تھا۔ انہوں نے کہا: دور ہونے والے کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے، بلاشبہ تیری پشت پر اللہ تعالیٰ کی حد جاری ہو گی۔ نتیجۃً اس نے ان تمام کو قتل کر دیا جو اس کے پاس موجود تھے۔ پھر ایک عورت آئی اور اس نے اسے کہا: کیوں نہیں بلکہ میں نے تجھے اس کے پاس دیکھا ہے بنی فلاں کے باغیوں کے لیے ہلاکت ہو......! عورت نے کہا: ہاں قسم بخدا! وہ باغی تھی۔ پھر اس نے توبہ کر لی، پس اس نے اسے بھی قتل کر دیا، پھر جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اور جو کچھ ان کی کتابوں میں تھا۔ سب رات کے وقت ان سے لے لیا گیا اور صبح کے وقت ان کے پاس کوئی شے نہ رہی (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے اس جزیرۂ عرب کے باسیوں کے ساتھ اسلام کے لیے جنگ لڑی اور آپ ﷺ نے اس کے سوا ان سے کچھ قبول نہ کیا اور یہ افضل ترین جہاد ہے۔ اس امت پر جہاد کے فرض ہونے کے بعد اہل کتاب کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ...... الآیہ (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: بت پرستوں سے اسلام کی بناء پر قتال کیا جائے گا اور اہل کتاب کے ساتھ جزیہ کی بناء پر جنگ لڑی جائے گی (3)۔

امام ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل کتاب میں سے بعض عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں اور بعض حلال نہیں ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ پس جنہوں نے جزیہ ادا کیا ان کی عورتیں ہمارے لیے حلال ہیں۔ اور جنہوں نے جزیہ ادا نہیں کیا ان کی عورتیں ہمارے لیے حلال نہیں۔ ابن مردویہ کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ اہل کتاب کا نکاح حلال نہیں ہو گا جب کہ وہ حربی ہوں پھر مذکورہ آیت تلاوت کی۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ کسی آدمی نے آپ سے کہا: میں زمین لیتا ہوں۔ یعنی میں ویران زمین لے لیتا ہوں پھر اسے آباد کرتا ہوں اور اس کا خراج ادا کرتا ہوں۔ تو آپ نے اسے منع فرمایا۔ پھر فرمایا: اس کا قصد اور ارادہ نہ کرو جس کا والی اللہ تعالیٰ نے اس کافر کو بنایا ہے کہ تو اسے اس کی گردن سے اتار کر اپنی گردن میں ڈال لے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ الی قولہ۔ صٰغِرُوْنَ۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 70 (10029) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ   2۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 428 (32633)

3۔ ایضاً، جلد 6، صفحہ 430 (32637)

ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ٘ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۳۰

''اور کہا یہود نے کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کہا نصرانیوں نے کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کی (بے سروپا) بات ہے ان کے مونہوں سے نکلی ہوئی، نقل اتار رہے ہیں ان لوگوں کے قول کی جنہوں نے کفر کیا پہلے، ہلاک کرے انہیں اللہ تعالیٰ، کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہیں''۔

امام ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سلام بن مشکم، نعمان بن اوفی، ابوانس، شاس بن قیس اور مالک بن صیف آئے اور کہنے لگے: ہم آپ کی اتباع اور پیروی کیسے کریں حالانکہ آپ نے ہمارا قبلہ چھوڑ دیا ہے اور آپ یہ نظریہ بھی نہیں رکھتے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے؟ ان کا نظریہ یہ تھا کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اس وجہ سے کہ وہ اہل کتاب میں سے تھے۔ اہل کتاب کے پاس تورات تھی۔ وہ اس سے اتنا کچھ علم حاصل کر لیتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ چاہتا کہ وہ جان لیں۔ پھر انہوں نے اسے ضائع کر دیا اور خلاف حق عمل کرنے لگے۔ ان میں تابوت بھی تھا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان سے تابوت کو اٹھا لیا، انہیں تورات بھلا دی اور اسے ان کے سینوں سے محو کر دیا اور ان پر بیماری مسلط کر دی۔ سو ان میں سے بعض استطلاق بطن میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ آدمی کا جگر کٹنے لگا اور وہ تورات کو بھول گئے اور اسے ان کے سینوں سے مٹا دیا گیا۔ ان کے علماء میں سے حضرت عزیر بھی تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی اور انتہائی عجز وانکساری اور لجاجت کے ساتھ التجاء کی کہ جو کچھ ان کے سینے سے محو کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے واپس لوٹا دے۔ پس اسی اثنا میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انتہائی عجز وانکساری کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نور اترا اور ان کے پیٹ میں داخل ہو گیا، پس اسی کے ساتھ جو تورات ان کے پیٹ سے گئی تھی وہ واپس لوٹ آئی۔ سو انہوں نے اپنی قوم میں اعلان کیا اور کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھے تورات عطا فرما دی ہے اور اسے اس شرط پر معلق کیا ہے کہ وہ انہیں اس کی تعلیم دیں گے۔ پس جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ٹھہرے رہے اور آپ انہیں تعلیم دیتے رہے۔ پھر اس کے بعد ان پر تابوت بھی اتار دیا گیا۔ جب کہ پہلے ان سے اٹھا لیا گیا تھا۔ جب انہوں نے تابوت کو دیکھا تو جو کچھ اس میں تھا اسے انہوں نے اس پر پیش کیا جو حضرت عزیر انہیں بتایا کرتے تھے۔ تو انہوں نے اسے بالکل اس کی مثل ہی پایا۔ پس انہوں نے کہہ دیا: قسم بخدا! عزیر کو یہ اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے(1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ﰳابْنُ اللّٰهِ کے بارے میں حضرت ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہ قول ایک آدمی نے کہا جس کا نام فنحاص تھا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل کی عورتیں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 126، دار احیاء التراث العربی بیروت

رات کے وقت جمع ہوتیں اور نماز پڑھتی تھیں، پھر متفرق ہو کر بیٹھتیں اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو فضل واحسان فرمایا اور جو کچھ انہیں عطا کیا اس کا تذکرہ کرتیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے انتہائی شریر انسان بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا۔ اس نے تورات کو جلا دیا اور بیت المقدس کو تباہ کر دیا۔ ان دنوں حضرت عزیر غلام (بچے) تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر عزیر نے کہا: کیا اس طرح ہوتا ہے؟ پھر وہ پہاڑوں اور ویرانوں میں چلے گئے۔ وہاں عبادت میں مشغول ہو گئے اور عام لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے تھے۔ اچانک ایک دن آپ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی۔ تو آپ نے فرمایا: اے اللہ تعالیٰ کی بندی! اللہ تعالیٰ سے ڈر، اپنا محاسبہ کر اور صبر کر۔ کیا تو نہیں جانتی کہ لوگوں کا اختیار موت تک ہے؟ تو اس نے جواب دیا: اے عزیر! کیا تو مجھے رونے سے منع کرتا ہے حالانکہ تو نے بنی اسرائیل کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور خود پہاڑوں اور ویرانوں میں جاملا ہے؟ اس نے کہا: میں عورت نہیں ہوں، بلکہ میں دنیا ہوں۔ بے شک عنقریب تیری عبادت گاہ میں ایک چشمہ پھوٹے گا اور ایک درخت اگے گا۔ پس تو اس چشمے سے پانی پینا اور درخت کا پھل کھانا۔ کیونکہ تیرے پاس دو فرشتے آئیں گے۔ پس تم انہیں چھوڑ دینا، جوان کا ارادہ ہو وہ کریں گے۔ سو جب دوسرا دن آیا تو چشمہ ابل پڑا اور درخت اگا۔ پس آپ نے چشمے کا پانی پیا اور درخت کا پھل کھالیا۔ پھر دو فرشتے آئے۔ ان کے پاس ایک بوتل تھی۔ اس میں نور تھا۔ تو انہوں نے جو کچھ اس میں تھا وہ آپ کے منہ میں انڈیل دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو تورات القاء فرمادی اور آپ نے وہ لوگوں کو املاء کرادی۔ اس وقت لوگوں نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے انتہائی بلند اور شان والی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عزیر نے رب تعالیٰ عزوجل سے دعا مانگی کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تھی اسی طرح اس کے دل میں القاء فرمادے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تورات ان پر نازل فرمادی۔ پس اس کے بعد یہود نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حمید الخراط رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام دس قلموں کے ساتھ تورات لکھا کرتے تھے۔ آپ کی ہر انگلی میں ایک قلم ہوتا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت زہری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عزیر تورات ازبر (زبانی) پڑھتے تھے اور آپ کو یہ قوت عطا کی گئی تھی کہ آپ شرف السحاب (بادلوں کی بلندی) میں بھی دیکھ لیتے تھے۔ تو اس وقت یہود نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے کہا حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان پر عمالقہ غالب آگئے اور انہیں قتل کیا اور ان سے تورات لے لی۔ ان کے وہ علماء جو زندہ باقی رہے وہ بھاگ گئے اور انہوں نے تورات کی کتابیں پہاڑوں میں دفن کر دیں۔ حضرت عزیر پہاڑوں کی چوٹیوں پر عبادت کیا کرتے تھے اور عید کے دن کے سوا نیچے نہیں اترتے تھے۔ پس یہ غلام رونے لگا اور رب کی بارگاہ میں یہ التجاء کرنے لگا: اے میرے رب! کیا تو نے بنی اسرائیل کو بغیر عالم کے چھوڑ دیا ہے؟ پس یہ مسلسل ان پر روتے ہی رہے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کی پلکیں جھڑ گئیں۔ پھر ایک بار عید کے دن اترے۔ جب لوٹے تو اچانک ایک عورت کے پاس سے گزرے جو کہ ان قبور میں

سے ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی: اے کھلانے والے، اے پہنانے والے! تو آپ نے اسے کہا تو ہلاک ہو تجھے اس آدمی سے پہلے کون کھلاتا تھا یا کون پہناتا تھا یا کون سیراب کرتا تھا؟ اس نے جواب دیا: اللہ۔ تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ حی (زندہ) ہے وہ فوت نہیں ہوا۔ تو اس نے جواب دیا: اے عزیر! بنی اسرائیل سے پہلے علماء کو کون علم عطا کرتا تھا؟ آپ نے کہا: اللہ تعالیٰ۔ تب اس نے کہا تو پھر تو ان پر کیوں روتا ہے؟ پس جب انہوں نے یہ پہچان لیا کہ اس سے جھگڑا ہو جائے گا تو پیٹھ پھیر کر وہاں سے چل پڑے۔ پھر اس نے آپ کو بلایا اور کہا: اے عزیر! جب کل صبح ہو تو فلاں نہر پر آنا اور اس میں غسل کرنا۔ پھر اس سے نکل کر دو رکعت نماز ادا کرنا۔ پھر تیرے پاس ایک شیخ آئے گا، وہ جو کچھ تجھے عطا کرے وہ لے لینا پس جب صبح ہوئی تو حضرت عزیر اس نہر کی طرف چل پڑے اس میں غسل کیا۔ پھر نکل کر دو رکعت نماز ادا کی پھر ایک شیخ آئے، انہوں نے کہا: اپنا منہ کھول، آپ نے منہ کھولا۔ تو انہوں نے بہت عظیم انگارے کی طرح کی کوئی شے آپ کے منہ میں تین بار ڈالی۔ جو کہ شیشی نما برتن میں جمع کی ہوئی تھی۔ پس حضرت عزیر اس حال میں واپس لوٹے کہ وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر تورات کے عالم تھے۔ سو آپ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہارے لیے تورات لے آیا ہوں۔ تو انہوں نے آپ سے کہا: کیا تو بھی جھوٹ بولتا ہے؟ پس آپ نے ارادہ کیا اور ہر انگلی پر قلم باندھ لیا پھر اپنی تمام انگلیوں سے لکھنا شروع کر دیا اور تورات لکھ دی۔ سو جب علماء لوٹ کر آئے تو انہیں حضرت عزیر کے حالات کے بارے مطلع کیا گیا۔ تو وہ علماء اپنی وہ کتابیں نکال کر لے آئے جو وہ پہاڑوں میں اٹھا کر لے گئے اور وہاں ویرانوں میں دفن کر دی تھیں اور انہیں حضرت عزیر کی تورات کے ساتھ ملا کر موازنہ کیا۔ تو انہوں نے انہیں بالکل ایک دوسری کی مثل پایا۔ تب انہوں نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا نہیں کی مگر اس لیے کہ تو اس کا بیٹا ہے۔

امام ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین کے بارے مجھے شک ہے: ایک میں یہ نہیں جانتا کہ آیا عزیر نبی تھے یا نہیں اور میں یہ نہیں جانتا کہ آیا ان کی اتباع کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے یا نہیں راوی فرماتے ہیں: تیسری شے میں بھول گیا ہوں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ جب غزوۂ احد ہوا تو اس دن رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے کے چار دانت شہید ہو گئے۔ پس اس دن رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور اپنے دست مبارک بلند کرتے ہوئے فرمانے لگے: بے شک اللہ تعالیٰ کا یہود پر شدید غضب ہوا ہے کیونکہ انہوں نے کہا: عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں پر اس کا سخت غضب ہوا ہے اس لیے کہ انہوں نے کہا حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ اور بلاشبہ جنہوں نے میرا خون بہایا اور میرے اہل بیت کو اذیت پہنچائی ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہوا ہے۔

امام ابن نجار رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! تیری مخلوق میں سے اس کی علامت کیا ہے جس نے اپنے آپ کو صاف اور پاک کر لیا ہے؟ تو ان کی طرف یہ وحی کی گئی کہ جس نے تھوڑی شے پر قناعت کر لی اور اپنے لیے آخرت میں کثیر مال ذخیرہ اور جمع کر لیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

45A

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ کے بارے میں کہا: کہ انہوں نے اس طرح کہا جیسے دوسرے ادیان والوں نے کہا(1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نصاریٰ نے یہودیوں کے قول کی ان سے پہلے نقل اتاری۔ سو عیسائیوں نے کہا: حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں جیسا کہ یہودیوں نے کہا حضرت عزیر اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ کی تفسیر میں کہا: اس کا معنی ہے اللہ ان پر لعنت کرے اور قرآن کریم میں جہاں بھی قتل کا ذکر ہے وہاں مراد لعنت کرنا ہے(2)۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ کے ضمن میں ابن جریج نے کہا: یہ کلمہ کلام عرب میں سے ہے۔

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

”انہوں نے بنالیا اپنے پادریوں اور اپنے راہبوں کو (اپنے) پروردگار اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح فرزند مریم کو بھی۔ حالانکہ نہیں حکم دیا گیا انہیں بجز اس کے کہ وہ عبادت کریں (صرف) ایک خدا کی۔ نہیں کوئی خدا بغیر اس کے، وہ پاک ہے اس سے جسے وہ اس کا شریک بناتے ہیں“۔

امام ابن سعد، عبد بن حمید، ترمذی آپ نے اس روایت کو حسن کہا ہے، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور آپ سورۂ برأت کی یہی مذکورہ آیت پڑھ رہے تھے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جان لو کہ وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ جب انہوں نے ان کے لیے کچھ اشیاء کو حلال قرار دیا تو انہوں نے انہیں حلال سمجھ لیا اور جب انہوں نے ان پر کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا تو انہوں نے انہیں حرام کر لیا(3)۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہوئے یہ کہا: اس ارشاد باری کے بارے آپ کی کیا رائے ہے اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہ کیا وہ ان کی عبادت کرتے تھے؟ تو آپ نے جواباً کہا: نہیں۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ جب انہوں نے ان کے لیے کچھ چیزوں کو حلال قرار دیا تو انہوں نے انہیں حلال سمجھ لیا اور انہوں نے جب ان پر کچھ چیزوں کو حرام کر دیا۔ تو انہوں نے انہیں حرام جان لیا(4)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 128، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 129
3۔ سنن ترمذی، جلد 15، صفحہ 259 (3095) دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 144، بیروت

www.NAFSEISLAM.com

5B

امام ابوالشیخ اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: خبردار! یہ جان لو بلاشبہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور معصیت میں ان کی اطاعت و پیروی کی (1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ یعنی یہودیوں نے اپنے علماء کو بنالیا وَ رُهْبَانَهُمْ اور عیسائیوں نے اپنے راہبوں کو (پروردگار اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) اور مسیح فرزند مریم کو بھی) وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا حالانکہ اس کتاب میں انہیں یہ حکم نہیں دیا گیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی اور ان سے عہد لیا اِلَّا لِیَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح اور پاکی بیان فرمائی اس سے کہ اس پر یہ بہتان لگایا جائے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اَحْبَارَهُمْ سے مراد ان کے قراء اور رُهْبَانَهُمْ سے مراد ان کے علماء ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ احبار یہودیوں میں سے تھے اور رہبان عیسائیوں میں سے۔ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بھی اسی کی مثل قول بیان کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الاحبار سے مراد علماء ہیں اور الرھبان سے مراد عبادت گزار لوگ ہیں۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ یَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾

"(یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے اور انکار فرماتا ہے اللہ مگر یہ کہ کمال تک پہنچا دے اپنے نور کو اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) کافر"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ کی تفسیر میں کہا: کہ وہ چاہتے ہیں کہ اسلام کو اپنے کلام سے مٹا دیں۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں: وہ لوگ چاہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ہلاک ہو جائیں تاکہ وہ زمین میں اسلام کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں یعنی یہ نظریہ ان کفار عرب اور اہل کتاب کا ہے جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے جنگ لڑی اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کا ارادہ کرنے والے یہود و نصاریٰ ہیں۔

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 45 (9394) دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

''وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تا کہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مشرکوں کو''۔

امام احمد، مسلم، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لیل ونہار گزریں گے یہاں تک کہ لات وعزیٰ کی پوجا کی جائے گی'' تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرا گمان تو یہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یہ امر عنقریب مکمل ہو جائے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ایسا ہوتا رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، پس جس آدمی کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی خیر اور نیکی ہوگی وہ مر جائے گا اور جن میں کوئی خیر نہیں ہوگی وہ باقی رہیں گے اور اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جائیں گے (1)۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: ہدی سے مراد توحید، قرآن اور اسلام ہے۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے تمام امور پر غالب فرمادے گا اور وہ تمام کے تمام آپ کو عطا فرما دے گا اور ان میں سے کوئی شے بھی آپ پر مخفی نہیں رہے گی۔ حالانکہ مشرکین اور یہودی اسے ناپسند کرتے تھے (2)۔

امام ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تا کہ آپ کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ پس ہمارا دین تمام دینوں اور شریعتوں سے فائق اور بلند ہے اور ہمارے مرد ان کی عورتوں پر غالب ہیں اور ان کے مرد ہماری عورتوں پر غالب نہیں ہوں گے۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے ضمن میں فرمایا: ایسا نہیں ہوگا یہاں تک کہ اسلام کے سوا کوئی صاحب دین یہودی اور عیسائی باقی نہ رہے اور بکری بھیڑیے سے، گائے شیر سے اور انسان سانپ سے محفوظ ہو جائے۔ یہاں تک کہ چوہیا کسی چمڑے کے برتن کو نہ کاٹے، جزیہ لگا دیا جائے اور صلیب توڑ دی جائے اور خنزیر قتل کر دیے جائیں اور ایسا تب ہوگا جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے (3)۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے اسی ارشاد کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: دین چھ ہیں: وہ لوگ جو ایمان لائے (مسلمان) وہ جو یہودی بنے (یہودی) ملائکہ کی پرستش کرنے والے (صابی)

1۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 494 (8381) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ سنن کبریٰ از بیہقی، کتاب التفسیر، جلد 9، صفحہ 182، دار الفکر بیروت
3۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 248 (1013) دار الصمیعی الریاض

عیسائی مجوس (آتش پرست) اور وہ جنہوں نے شرک کیا (مشرکین) تمام کے تمام دین دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور اسلام ان میں سے کسی میں داخل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس کے بارے فیصلہ فرمادیا ہے اسے پورا کیا ہے اور اس نے یہ فیصلہ نازل فرمایا ہے کہ وہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب فرمادے گا اگرچہ مشرکین ناپسند ہی کریں۔

امام عبد بن حمید اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی ارشاد گرامی کے ضمن میں فرمایا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خروج کے ساتھ ہوگا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾

''اے ایمان والو! بے شک اکثر پادری اور راہب کھاتے ہیں لوگوں کے مال ناجائز طریقہ سے اور روکتے ہیں (لوگوں کو) راہ خدا سے اور جو لوگ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور نہیں خرچ کرتے اسے اللہ کی راہ میں تو انہیں خوشخبری سنا دیجیے دردناک عذاب کی''۔

ابوالشیخ نے ضحاک سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الْاَحْبَارِ سے مراد علماء یہود ہیں اور الرُّهْبَانِ سے مراد عیسائیوں کے علماء ہیں اور لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ کا مفہوم یہ ہے کہ تحریر باطل ہے۔ وہ، وہ کچھ لکھتے جو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا اور اس کے عوض لوگوں کا مال کھاتے اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ '' فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۔ (البقرہ:79) ''پس ہلاکت ہو ان کے لیے جو لکھتے ہیں کتاب خود اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں یہ نوشتہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ حاصل کرلیں اس کے عوض تھوڑے سے دام''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ الْاَحْبَارِ یہود میں سے ہیں۔ الرُّهْبَانِ عیسائیوں میں سے ہیں۔ اور راہ سبیل اللہ تو اس سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔

امام ابوالشیخ نے فضیل بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: عالم الآخرۃ (آخرت کا علم رکھنے والے) کی اتباع کرو۔ اور عالم الدنیا (دنیا دار عالم) سے بچو۔ وہ تمہیں اپنے شکر (تعریف) کے ساتھ نقصان نہیں دے گا۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ۔ الآیہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے،

چاہے وہ زمین کے اوپر ہو یا زمین کے اندر دفن ہو وہی کنز ہے اور ہر وہ مال جس سے زکوٰۃ ادا کی جائے، وہ کنز نہیں چاہے وہ زمین کے ظاہر پر ہو یا اس کے اندر۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز (خزانہ) نہیں (1)۔

امام مالک، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس مال کی زکوٰۃ ادا کی گئی وہ کنز نہیں اگر چہ وہ مال سات زمینوں کے نیچے ہو۔ اور جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی وہ کنز ہے اگر چہ وہ ظاہر ہو (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مرفوع روایت بیان کیا ہے۔

امام ابن عدی اور خطیب رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مال کی بھی زکوٰۃ ادا کردی گئی وہ کنز نہیں ہے۔ یہی روایت ابن ابی شیبہ نے آپ سے ہی موقوف روایت کی ہے۔

امام احمد نے الزہد میں، امام بخاری، ابن ماجہ، ابن مردویہ اور بیہقی رحہم اللہ نے سنن میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: یہ حکم زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے پس جب زکوٰۃ کے احکام نازل کر دیے گئے تو اسے اللہ تعالیٰ نے مالوں کے لیے پاکیزگی اور طہارت بنا دیا۔ پھر فرمایا مجھے کوئی پرواہ نہیں اگر میرے پاس احد پہاڑ کی مثل بھی سونا ہو۔ میں اس کی مقدار کو جان لوں گا اس کی زکوٰۃ ادا کروں گا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا عمل کروں گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی سعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک آدمی نے گھر بیچا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسے کہا: اس کے ثمن محفوظ کرلو، اپنی بیوی کے بستر کے نیچے سے کھود کر دفن کردو۔ تو اس نے عرض کی: اے امیر المومنین! کیا یہ کنز نہیں ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس مال کی زکوٰۃ ادا کردی جائے وہ کنز نہیں (3)۔

امام ابن مردویہ اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس سونے یا چاندی کے کچھ زیورات ہیں کیا وہ کنز ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ شے جس کی زکوٰۃ ادا کردی جائے وہ کنز نہیں۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن شاہین نے الترغیب فی الذکر میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحہم اللہ نے حلیہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 411 (10520) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، (10521) عن مجاہد

3۔ ایضاً، (10516)

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ ہم کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ تو بعض صحابہ کرام نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کون سا مال بہتر ہے تو ہم اسے لے لیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور وہ ایمان دار بیوی ہے جو ایمان میں آدمی کی مددگار رہو۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ امور آخرت میں اس کی معاون و مددگار رہو: ''اَفْضَلُہٗ لِسَانٌ ذَاکِرٌ وَّ قَلْبٌ شَاکِرٌ، وَّ زَوْجَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ تُعِیْنُہٗ عَلٰی اِیْمَانِہٖ، وَفِیْ لَفْظٍ: تُعِیْنُہٗ عَلٰی اَمْرِ الْاٰخِرَۃِ۔ (1)

امام ابن ابی شیبہ نے مسند میں، ابوداؤد، ابویعلی، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی وَ الَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ تو مسلمانوں پر گراں ثابت ہوئی۔ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی اپنی اولاد کے لیے جو استطاعت (مال) رکھتا ہے وہ اسے اپنے بعد باقی نہیں چھوڑے گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم سے اس پریشانی کو دور کر دوں گا۔ چنانچہ آپ اور آپ کے پیچھے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ چلے اور حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کی: یا نبی اللہ! ﷺ یہ آیت آپ کے اصحاب پر بوجھ اور گراں ثابت ہوئی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض نہیں کی مگر اسی لیے تاکہ اس کے سبب تمہارے باقی رہنے والے مال پاک اور طیب ہو جائیں اور تمہارے بعد مالوں میں سے جو باقی رہیں گے ان میں میراث کے احکام فرض ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اسے دشوار اور بھاری سمجھا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: کیا میں تمہیں اس بہتر مال کی خبر نہ دوں جسے آدمی خزانہ کرتا ہے؟ وہ نیک اور صالحہ بیوی ہے۔ جس کی طرف آدمی دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، جب اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب وہ اس سے غائب ہو تو وہ اس کی حفاظت کرے۔ عربی عبارت ملاحظہ ہو: ''ثُمَّ قَالَ لَہُ النَّبِیُّ ﷺ اَلَا اُخْبِرُکَ بِخَیْرِ مَایَکْنِزُ الْمَرْءُ؟ اَلْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ الَّتِیْ اِذَا نَظَرَ اِلَیْھَا سَرَّتْہُ، وَاِذَا اَمَرَھَا اَطَاعَتْہُ وَاِذَا غَابَ عَنْھَا حَفِظَتْہُ'' (2)

امام دارقطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: صالحہ عورت وہ ہے کہ جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور جب وہ اس سے غائب ہو تو وہ اس کی حفاظت کرے۔

امام دارقطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ...... الآیہ تو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا: کنز کے بارے میں جو آج حکم نازل ہوا سو نازل ہوا......! تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آج ہم کون سی چیز خزانہ کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک اور صالحہ بیوی جو

1۔ جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 6، صفحہ 181 (3094) دارالکتب العلمیہ بیروت

2۔ سنن ابوداؤد، مع شرح، جلد 6، صفحہ 417 (1783) مکتبۃ الرشد الریاض

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہ تم میں سے کسی کی ایمان کے بارے میں معاون اور مددگار رہو۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب تو اپنے خزانہ شدہ مال سے صدقہ نکالے گا، تو تو نے اس کے شر کو دور کر دیا اور اب وہ کنز نہیں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کے بارے میں کہا کہ ان سے مراد اہل کتاب ہیں اور مزید فرمایا: کہ یہ عام وخاص سب کو شامل ہے۔

امام ابن ضریس رحمہ اللہ نے حضرت علباء بن احمر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب انہوں نے مصاحف لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سورۂ برأت کی مذکورہ آیت میں وَالَّذِيْنَ کی واؤ کو لغو کر دیں۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: تم ضرور بر ضرور اسے ساتھ لکھو گے ورنہ پھر میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا۔ پس انہوں نے اسے ساتھ لکھ دیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا: چار ہزار اور جو اس سے کم ہے نفقہ (خرچ) ہے اور جو اس سے اوپر ہے وہ کنز ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی مذکورہ ارشاد کے بارے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ لوگ اہل قبلہ ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عراک بن مالک اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان دونوں نے مذکورہ آیت طیبہ کے بارے کہا: اسے اس دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے یعنی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (التوبہ:103)

يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۳۵

"جس دن تپایا جائے گا (یہ سونا چاندی) جہنم کی آگ میں پھر داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پشتیں (اور انہیں بتایا جائے گا) کہ یہ ہے جو تم نے جمع کر رکھا تھا اپنے لیے تو (اب) چکھو (سزا اس کی) جو تم جمع کیا کرتے تھے"۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونا اور چاندی جو مالک بھی اس کا حق ادا نہیں کرے گا، قیامت کے دن اس کے لیے اس کی چوڑی تلواریں بنا دی جائیں گی۔ پھر انہیں جہنم کی آگ پر گرم کیا جائے گا۔ پھر ان سے اس کی پیشانی، پہلو اور پشت پر اس دن داغ دیے جائیں گے جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا

جائے گا اور ہر کوئی جنت یا جہنم کی طرف اپنا راستہ دیکھ لے گا (1)۔

امام ابویعلی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دینار کو دینار پر اور درہم کو درہم پر نہیں رکھا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی جلد کو وسیع کر دے گا۔ پھر ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کسی آدمی کو اس خزانے کے ساتھ عذاب نہیں دیا جائے گا جسے وہ جمع کرتا رہا ہے۔ پس نہ کوئی درہم درہم کو اور نہ ہی کوئی دینار دینار کو مس کرے گا۔ بلکہ اس کی جلد کو وسیع کر دیا جائے گا یہاں تک کہ تمام دراہم و دنانیر کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے گا اور کوئی درہم کسی درہم کو اور کوئی دینار کسی دینار کو مس نہیں کرے گا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَتُكْوٰى بِهَا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کے ساتھ اس کی جلد کو وسیع کر دیا جائے گا۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا...... الآیۃ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک سانپ اس کے پہلوؤں اور اس کی پیشانی پر لپٹ جائے گا اور وہ کہے گا: میں تیرا وہ مال ہوں جس کے ساتھ تو نے بخل کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو آدمی بھی اس حال میں مرتا ہے کہ اس کے پاس سونا، چاندی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قیراط سے آگ کی سلاخ بنائے گا جس کے ساتھ اسے پاؤں سے ٹھوڑی تک داغا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی مغفرت ہوگی یا اسے عذاب دیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسی کی مثل مرفوع روایت آپ سے ہی نقل کی ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کنوز کو پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں سے داغے جانے کی بشارت دی ہے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، بخاری، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت زید بن وہب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں مقام ربذہ پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ تو میں نے انہیں کہا: تمہیں کس شے نے اس زمین پر اتارا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: شام کے کاتبوں نے۔ سو میں نے یہ آیت پڑھی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ ...... الآیہ۔ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ہمارے بارے میں نہیں ہے بلکہ یہ اہل کتاب کے بارے میں ہے۔ تو میں نے کہا۔ بلاشبہ یہ آیت ہمارے بارے میں بھی ہے اور ان کے بارے میں بھی (2)۔

امام مسلم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آئے اور کہا خزانہ کرنے والوں کو یہ بشارت دی ہے کہ انہیں پشتوں کی جانب سے داغ دیے جائیں گے جو پہلوؤں سے نکلیں

1۔ مختصر صحیح مسلم، صفحہ 138، رقم الحدیث، 507، وزارت اوقاف 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 194 (30610) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

گے اور پیشانیوں سے جو داغ دیے جائیں گے وہ ان کی گدیوں سے نکل جائیں گے۔ تو میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں نے کچھ نہیں کہا مگر وہی جو ان کے نبی ﷺ سے سنا ہے (1)۔

امام ابن سعد اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میرے ایک دوست نے میرے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ سونے چاندی میں سے جو مال بھی ہے اس پر داغا جائے گا اور وہ اپنے مالک کے لیے آگ کا انگارہ ہے یہاں تک کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دے۔ وہ جب اپنا مشاہرہ وصول کرتا تھا تو اپنے خادم کو بلاتا اور اس سے ان چیزوں کے بارے پوچھتا جو سال بھر کے لیے اسے کافی ہوں گی۔ پھر وہ انہیں خرید لیتا ہے اور باقی سے فلوس خرید لیتا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اونٹ میں اس کا صدقہ ہے، گائے میں اس کا صدقہ ہے، ریوڑ میں اس کا صدقہ ہے اور کپڑے میں اس کا صدقہ ہے۔ پس جس کسی نے دینار، درہم، پتریاں یا چاندی حاصل کی اور وہ نہ تو اسے اپنے قرض خواہ کو دیتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس سے خرچ کرتا ہے تو وہ کنز ہے۔ قیامت کے دن اسی کے ساتھ داغا جائے گا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دینار کنز ہے، درہم کنز ہے اور قیراط کنز ہے۔

امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کا پھل چاندی کا تھا۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا: کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا ہے کہ جس آدمی نے سونا یا چاندی چھوڑی۔ اسے اس کے ساتھ داغ دیے جائیں گے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو آدمی بھی مرتا ہے اور وہ سونا یا چاندی چھوڑ جاتا ہے۔ تو قیامت کے دن اسے اس کے ساتھ داغا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی مغفرت کی جائے گی یا اسے عذاب دیا جائے گا (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی سونا چاندی جمع کرنے والا اس کا حق ادا نہیں کرے گا۔ اسے قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کے ساتھ اس کے پہلوؤں اور اس کی پیشانی کو داغا جائے گا اور اسے کہا جائے گا: یہ تیرا وہ خزانہ ہے جس کے ساتھ تو بخل کرتا رہا۔

طبرانی نے الاوسط میں اور ابوبکر الشافعی نے غیلانیات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دولت مند مسلمانوں پر ان کے مالوں میں سے اتنی مقدار زکوٰۃ فرض قرار دی ہے جو ان کے فقراء

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 321، قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔ کنز العمال، جلد 3، صفحہ 232 (6293) مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے لیے کافی ہوتی ہے۔ فقراء جب بھوکے یا لباس سے عاری ہوں گے تو وہ ہرگز محنت اور کوشش نہیں کریں گے مگر صرف اتنی مقدار جو اغنیاء کو روک دے گی، خبردار! جان لو اللہ تعالیٰ ان کا شدید ترین محاسبہ فرمائے گا یا انہیں دردناک عذاب دے گا (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے الصغیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا زکوٰۃ روکنے والا قیامت کے دن جہنم میں ہوگا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زکوٰۃ روکنے والا مسلمان نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز کچھ نہیں۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صدقہ روکنے والا (نہ دینے والا) قیامت کے دن حضور نبی مکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ملعون ہوگا۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہما اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! فقیر سے ملاقات کر اور غنی (دولت مند) سے نہ مل۔ تو میں نے عرض کی: میرے لیے اس طرح کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تجھے رزق عطا کیا جائے تو اسے نہ چھپا اور جب تجھ سے کچھ مانگا جائے تو انکار نہ کر۔ میں نے عرض کی میرے لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی ہے ورنہ پھر آگ ہے (3)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوبکر بن منکدر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ شام کے حضرت امیر حبیب بن سلمہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس تین سو دینار بھیجے اور کہا: ان سے اپنی حاجات وضروریات پوری کیجئے۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اسے واپس لوٹا دو۔ کیا اس نے ہم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ دینے والا کسی کو نہیں پایا؟ ہمارے لیے صرف ایک خیمہ ہے جس میں ہم سکونت رکھتے ہیں، تین بکریاں ہیں جو شام کو ہمارے پاس آجاتی ہیں اور ایک کنیز ہے جو اپنی خدمات ہمیں پیش کرتی ہے۔ پس میں بالیقین زائد مال سے گھبراتا اور ڈرتا ہوں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو درہموں والا ایک درہم والے کی نسبت زیادہ روکنے والا ہوتا ہے۔

امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے احنف بن قیس سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک آدمی آیا جس کے بال، کپڑے اور حالت انتہائی پراگندہ تھی، وہ ان کے پاس آکر کھڑا ہوا اور سلام کیا، پھر اس نے کہا خزانہ کرنے والوں (سونا چاندی جمع کرنے والے) کو اس گرم پتھر کی بشارت ہو جسے جہنم کی آگ پر گرم کیا جائے گا۔ پھر اسے ان کے پستان کے سر پر رکھا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ کندھے کے کنارے سے جا نکلے گا اور کندھے کے کنارے پر رکھا جائے گا تو

1۔ مجمع الزوائد، جلد 3، صفحہ 197 (4324) دار الفکر بیروت　2۔ معجم صغیر، رقم الحدیث: 935

3۔ مستدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 352 (7887) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

پستان کے سر سے جا نکلے گا اور وہ لٹکنے لگے گا۔ پھر وہ آدمی پیچھے پھر کر ایک ستون کے ساتھ بیٹھ گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے گیا اور اس کے ساتھ جا بیٹھا حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے؟ پس میں نے اسے کہا: میرا خیال یہ ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے ان لوگوں نے اسے ناپسند کیا ہے۔ اس نے جواب دیا: یہ تو کسی بھی شے کی عقل اور سمجھ بوجھ نہیں رکھتے میرے خلیل (دوست) نے مجھے کہا ہے۔ میں نے پوچھا: تمہارا خلیل کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم "کیا تو نے احد پہاڑ دیکھا ہوا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو اس نے کہا: میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس احد پہاڑ کی مثل سونا ہو تو تین دیناروں کے سوا سارے کا سارا میں خرچ کر دوں اور یہ لوگ تو اتنی عقل نہیں رکھتے۔ بلاشبہ یہ دنیا کے لیے جمع کر رہے ہیں۔ قسم بخدا! میں ان سے دنیا کا سوال نہیں کروں گا اور دین کے بارے ان سے فتویٰ نہیں لوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں گا (1)۔

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت شداد بن اوس رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم سنتے جس میں شدت اور سختی ہوتی۔ پھر وہ اپنے جنگل اور صحرا کی جانب نکل جاتے۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کے بارے میں رخصت کا حکم فرما دیتے اور وہ اس حکم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت کو محفوظ اور یاد بھی کر لیتے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود اسے سنا نہ ہوتا تو وہ اس پہلے حکم کے مطابق ہی عمل کرتے جو اس سے قبل انہوں نے خود سنا ہوتا (2)۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾

"بے شک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ماہ ہے کتاب الٰہی میں جس روز سے اس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، ان میں سے چار عزت والے ہیں، یہی دین قیم ہے۔ پس نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنے آپ پر اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے جس طرح وہ سب تم سے جنگ کرتے ہیں اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے"۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے حج کے دوران خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: آگاہ ہو جاؤ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا ہے زمانہ اپنی اسی حالت کی طرح چل رہا ہے۔ سال کے بارہ مہینے ہیں۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ تین مسلسل اور لگاتار ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 321، قدیمی کتب خانہ کراچی
2۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 290 (7166) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

WWW.NAFSEISLAM.COM

مضر کا وہ رجب جو کہ جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے (1)۔

بزار، ابن جریر اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی ہے زمانہ اسی طرح گردش کناں ہے۔ ان میں سے چار عزت والے مہینے ہیں۔ تین مسلسل ہیں اور ایک مضر کا رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایام تشریق کے دوران منی کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک زمانہ گردش کناں ہے اور وہ آج بھی اسی طرح ہے جیسا کہ اس دن تھا جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ ان میں سے پہلا مضر کا رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے اور علاوہ ازیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں (3)۔

امام ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ زمانہ اسی دن کی طرح گردش کر رہا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق فرمائی۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مسلسل ہیں اور ایک مضر کا رجب حرمت والا ہے۔ آگاہ رہو! نسی (یعنی مہینوں کی تعداد میں ایک کا اضافہ کرنا) کفر میں زیادتی ہے۔ اس کے سبب کفر کرنے والے (صراط مستقیم سے) بھٹکاتے اور گمراہ کرتے ہیں۔

امام احمد، الباوردی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوحمزہ رقاشی رحمۃ اللہ سے اور انہوں نے اپنے چچا سے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: ایام تشریق کے دوران میں رسول اللہ ﷺ کی ناقہ کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور لوگوں کو آپ سے دور ہٹا رہا تھا کہ اس دوران آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم کون سے شہر (مہینے) میں ہو، تم کون سے دن میں ہو اور تم کون سے شہر میں ہو؟ تو لوگوں نے عرض کی: عزت والے دن میں، عزت والے مہینے اور عزت والے شہر میں ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسا کہ تمہارے لیے آج کے دن کی حرمت اس مہینے اور اس شہر میں اس دن تک ہے۔ جس سے تم جا ملو گے (یعنی یوم قیامت تک ہے)۔ پھر فرمایا مجھ سے غور سے سنو۔ زندگی گزارو مگر خبردار! ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرو، خبردار! ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرو۔ بلاشبہ کسی آدمی کا مال حلال نہیں ہوتا مگر اس کی رضامندی کے ساتھ آگاہ رہو! زمانہ جاہلیت کا ہر خون، مال اور شرف یوم قیامت تک میرے قدموں کے نیچے ہے۔ بلاشبہ سب سے پہلے ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون چھوڑا جائے گا، وہ بنی لیث میں دودھ پلانے والی عورت تلاش کرنے گئے تھے اور ہذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1168 (3025) دار ابن کثیر دمشق

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 142، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

آگاہ رہو! زمانہ جاہلیت کا تمام سود ختم کر دیا گیا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے، سب سے پہلے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا سود ختم کیا جائے گا۔ تمہارے لیے اپنے اصلی مال ہیں، تم نہ ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔ متنبہ رہو جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا ہے زمانہ اسی دن کی طرح آج بھی گردش کر رہا ہے۔ خبردار! اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہے۔ جس دن سے اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں۔ یہی دین قیم ہے۔ پس تم ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو۔ آگاہ رہو! تم میرے بعد کفار کی طرف نہیں لوٹو گے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خبردار! بلاشبہ شیطان اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت اور پوجا کی جائے گی۔ لیکن وہ لوگوں کے درمیان (دنیا کی اتنی) حرص پیدا کر دے گا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے۔ فرمایا عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس تمہاری معاون و مددگار ہیں۔ وہ اپنی ذاتوں کے لیے کسی شے کی مالک نہیں ہوں گی۔ بے شک ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے۔ وہ تمہارے بستروں پر تمہارے سوا کسی سے وطی نہ کروائیں۔ تمہارے گھروں میں وہ کسی ایسے آدمی کو آنے کی اجازت نہ دیں جسے تم پسند نہیں کرتے ہو۔ پس اگر تمہیں ان کی نافرمانی کا خوف ہو، تو انہیں نصیحت کرو اور انہیں بستروں سے دور ہٹا دو اور انہیں اس انداز سے مارو جو ان کے لیے اذیت ناک نہ ہو۔ ان کا نفقہ اور ان کا لباس اچھے انداز سے انہیں مہیا کرو۔ انہیں تم نے اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر لیا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کر رکھا ہے۔ خبردار! جس کے پاس کوئی امانت ہو تو وہ اسے اس تک پہنچا دے جس نے اس کو اس پر امین بنایا اور اپنا ہاتھ پھیلایا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں نے پیغام پہنچا دیا ہے۔ آگاہ رہو میں نے یقیناً پہنچا دیا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب تک ان باتوں کو پہنچا دے کیونکہ بسا اوقات جن تک پیغام پہنچایا جائے وہ سننے والے سے زیادہ سعادت مند ہوتے ہیں۔

امام سعید بن منصور اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ کی تفسیر میں فرمایا ان چار مہینوں سے مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ضحاک سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان مہینوں کو حرام اس لیے کہا گیا ہے تاکہ ان میں جنگ نہ ہو۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد القضاء القیم (مضبوط فیصلہ) ہے۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت مجیبۃ الباہلی رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے یا اپنے چچا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے۔ پھر چلے گئے اور ایک سال کے بعد پھر حاضر ہوئے تو ان کی حالت وکیفیت بدل چکی تھی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو کون ہے؟ انہوں نے عرض کی: میں وہی باہلی ہوں جو پہلے سال آیا تھا۔ آپ

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 249 (1014) دار الصمیعی الریاض

WWW.NAFSEISLAM.COM

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تجھے کس نے بدل دیا ہے حالانکہ تو بہت حسین اور اچھی حالت میں تھا؟ عرض کی: میں جب سے آپ سے جدا ہوا تھوڑے سے کھانے کے سوا میں نے کچھ نہیں کھایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے اپنے آپ کو کیوں عذاب دیا ہے؟ پھر ارشاد فرمایا: شہر صبر کے روزہ رکھ اور ہر مہینے میں ایک دن روزہ۔ انہوں نے عرض کی: حضور! میرے لیے اضافہ فرمایئے کیونکہ میں زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو دن روزہ رکھا کر۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ فرمایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین دن روزے رکھ۔ انہوں نے عرض کی: اور اضافہ کیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عزت والے مہینوں میں روزے رکھ اور پھر چھوڑ دے۔ حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ اور چھوڑ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تین انگلیوں کے ساتھ اشارہ کر کے مذکورہ ارشاد فرمایا۔ پس آپ نے پہلے انہیں ملایا، پھر انہیں چھوڑ دیا (1)۔

امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتے کے دن کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دو سال کی عبادت لکھ دے گا (2)۔

امام مسلم اور ابو داؤد رحمہما اللہ نے حضرت عثمان بن حکیم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت سعید بن رجب کا ایک دن روزہ رکھا تو وہ ایک سال کے روزے کے برابر ہے۔ اور جس نے آٹھ دن روزے رکھے اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے گئے۔ اور جس کسی نے دس دن روزے رکھے اس نے اللہ تعالیٰ سے جس شے کے بارے بھی سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرما دے گا۔ اور جس نے پندرہ دن روزے رکھے تو آسمان سے ندا دینے والا ندا دیتا ہے تیرے سابقہ گناہ بخش دیے گئے۔ پس نیا عمل کر تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ جس کسی نے (اعمال میں) اضافہ کیا اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرما دیتا ہے رجب کے مہینے میں حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور آپ نے روزہ جبیر رضی اللہ عنہ سے رجب کے روزوں کے بارے پوچھا: تو انہوں نے جواب دیا مجھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزے رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ کہنے لگتے اب آپ افطار نہیں کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطار کرتے حتی کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے (3)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے رکھا۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر کشتی انہیں لے کر چھ ماہ تک یعنی محرم کی دس تاریخ تک چلتی رہی (4)۔

امام بیہقی اور اصبہانی رحمہما اللہ نے حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رجب کے روزے رکھنے والوں کے لیے جنت میں ایک محل ہے۔ بیہقی نے کہا ہے کہ ابو قلابہ تابعین میں سے ہیں اور یہ روایت ان پر موقوف ہے۔ اور وہ اس کی مثل روایت تب ہی بیان کرتے ہیں جب انہیں ان سے اوپر والا ان سے سن کر خبر دے جن پر وحی نازل ہوتی ہے (یعنی جب انہیں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر خبر دے) (5)

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 350 (3738) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ معجم اوسط، جلد 2، صفحہ 469 (1810) مکتبۃ المعارف الریاض
3۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 365، قدیمی کتب خانہ کراچی
4۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 368 (3801)
5۔ ایضاً، (3802)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے بعد رجب اور شعبان کے سوا روزے نہیں رکھے۔ علامہ بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رجب شہر اللہ ہے اور اسے شہر الاصم کہا جاتا ہے۔ جب رجب کا مہینہ آتا تو زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنے ہتھیار بیکار چھوڑ دیتے اور انہیں رکھ دیتے اور لوگ سو جاتے تھے۔ راستے پرامن ہو جاتے اور اس کے گزرنے تک وہ آپس میں ایک دوسرے سے خوف زدہ نہیں رہتے تھے۔ آپ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (2)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اپنے دلوں میں رجب کی انتہائی حرمت ہونے کے سبب زمانہ جاہلیت میں ہم اسے الاصم کہا کرتے تھے (3)۔

امام بخاری اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو رجاء عطاردی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: جب رجب آتا تو ہم دور جاہلیت میں کہا کرتے تھے نیزوں کے پھل نکالنے والا آ گیا۔ ہم کسی تیر میں کوئی لوہا نہیں چھوڑیں گے اور نہ ہی کسی نیزہ میں کوئی لوہا چھوڑیں گے۔ مگر یہ کہ ہم اسے اتار کر پھینک دیں گے (4)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم دور جاہلیت میں رجب کو اس کی شدید حرمت کے سبب الاصم کہا کرتے تھے (5)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رجب میں ایک دن اور ایک رات ہے جو کوئی اس دن میں روزہ رکھے اور اس رات کو قیام کرے تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جس نے سو سال تک روزے رکھے اور سو سال تک قیام کیا اور اس سے مراد وہ دن ہے جب کہ رجب کے تین دن باقی ہوں (یعنی ستائیسویں رجب) اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الطیب التحیۃ والثناء کو مبعوث فرمایا۔ علامہ بیہقی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا (6)۔

امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ رجب میں ایک رات ہے جس میں اعمال صالحہ کرنے والے کے لیے سو برس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اس سے مراد وہ رات ہے جب کہ رجب کے تین دن باقی ہوں (ستائیسویں کی رات) پس جس کسی نے اس میں بارہ رکعتیں نوافل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ قرآن کریم کی کوئی سورت پڑھتا رہا اور ہر دو رکعت پر تشہد کیا اور ان کے آخر میں سلام پھیر دیا، پھر سو بار یہ پڑھا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پھر سو بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا، پھر سو بار حضور نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھا تو وہ امور دنیا اور امور آخرت میں سے جو چاہے اپنے لیے مانگے۔ پھر صبح کو روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا کو قبول

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 369 (3803) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (3804) 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 370 (3807)
4۔ ایضاً (3808) 5۔ ایضاً، (3807) 6۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 374 (3811)

فرمائے گا بشرطیکہ وہ معصیت اور گناہ کی دعا نہ ہو۔ علامہ بیہقی نے کہا: یہ روایت ما قبل روایت کی نسبت زیادہ ضعیف ہے (1)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ مہینوں میں سے رجب کا مہینہ انتہائی حیران کن ہے۔ وہ شہر اللہ ہے۔ جو رجب کے مہینے کی تعظیم کرے گا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم کی اور جو اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے نعمتوں بھری جنتوں میں داخل فرمائے گا اور اس کے لیے اپنی عظیم رضا واجب کردے گا اور شعبان میرا مہینہ ہے سو جس نے شعبان کے مہینہ کی تعظیم کی، تو اس نے میرے امر کی تعظیم کی اور جو میرے امر کی تعظیم کرے گا، تو میں قیامت کے دن اس کے لیے پہلے پہنچنے والا (فرط) اور ذخیرہ کرنے والا ہوں۔ اور رمضان المبارک کا مہینہ میری امت کا مہینہ ہے پس جس کسی نے رمضان المبارک کی تعظیم کی اور اس کی حرمت کی پاسداری کی اور اس کی بے حرمتی نہ کی اس کے دنوں کو روزہ رکھا اور رات کو قیام کیا اور اپنے اعضاء وجوارح کی حفاظت کی، تو وہ رمضان المبارک سے اس طرح الوداع ہوگا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا جس کے سبب اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا (2)۔

امام ابن ماجہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل رجب کے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ بیہقی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ کے ضمن میں فرمایا: اس سے اس نسی کا شر اور برائی پہچانی جاسکتی ہے جو کہ سال سے کم ہو۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے پھر ان میں سے چار مہینوں کو مختص کردیا اور انہیں عزت والا بنادیا اور ان کی حرمت کو عظیم قرار دیا۔ ان مہینوں میں گناہ کو بھی بہت بڑا بنادیا اور عمل صالح اور اجر کو بھی انتہائی عظیم قرار دیا۔ پس تم ان تمام مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکوں سے جنگ اور قتال کرو۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ کے ضمن میں فرمایا: شہر حرام میں ظلم وزیادتی کرنا اس کے علاوہ کسی دوسرے مہینے میں ظلم کرنے کی نسبت بہت بڑا گناہ اور بھاری بوجھ ہے۔ اگرچہ ظلم ہر حال میں شدید ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جسے حکم دیا ہو اس کے لیے جتنا چاہے اسے بڑا اور شدید بنادیتا ہے اور فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے خالص اور پسندیدہ کو چن لیا ہے۔ اس نے ملائکہ میں سے رسل عظام علیہم السلام کو منتخب فرمایا ہے اور لوگوں میں سے رسولوں کو اور کلام میں سے اپنے ذکر کو چن لیا ہے، زمین میں سے مساجد کو منتخب فرمالیا ہے اور مہینوں میں سے رمضان المبارک کو چن لیا ہے۔ دنوں میں سے جمعۃ المبارک کا دن منتخب فرمایا ہے اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو چن لیا ہے۔ پس تم ان کی تعظیم کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے عظیم بنایا۔ کیونکہ جن امور کو اللہ تعالیٰ نے عظیم بنایا ہے ان کی تعظیم کرنا اہل عقل وفہم کے نزدیک (جائز اور لازم) ہے۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 374 (3812) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (3813) 3۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 375 (3814)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ کے ضمن میں فرمایا: پس تم تمام کے تمام مہینوں میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اسی ارشاد کے ضمن میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ظلم سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا عمل کرنا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کو ترک کرنا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً کے بارے میں حضرت مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: اس آیت نے ان تمام آیات کو منسوخ کردیا ہے جن میں رخصت ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت کعب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہروں کو پسند فرمایا ہے اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شہر البلد الحرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے زمانے کو پسند فرمایا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سب سے پسندیدہ زمانہ اشہر حرم ہیں۔ اور ان عزت والے مہینوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مہینہ ذوالحجہ ہے۔ اور ذوالحجہ میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اس کا پہلا عشرہ (پہلے دس دن) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دنوں کو پسند فرمایا اور دنوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین دن جمعۃ المبارک کا دن ہے۔ اور راتوں میں سے محبوب ترین رات لیلۃ القدر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کی ساعتوں کو بھی پسند فرمایا ہے۔ اور ان ساعتوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین ساعتیں فرض نمازوں کی ساعتیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے کلام کو بھی پسند فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب کلام لا الہ الا اللہ، او اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ ہے(1)۔

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾

"(حرمت والے مہینوں کو) ہٹا دینا تو اور اضافہ کرنا ہے کفر میں، گمراہ کیے جاتے ہیں اس سے وہ لوگ جو کافر ہیں۔ حلال کر دیتے ہیں ایک ماہ کو ایک سال اور حرام کر دیتے ہیں اسی کو دوسرے سال تاکہ پوری کریں گنتی ان مہینوں کی جنہیں حرام کیا ہے اللہ نے تاکہ اس حیلہ سے حلال کریں جسے حرام کیا ہے اللہ نے۔ آراستہ کر دیے گئے ہیں ان کے لیے ان کے برے اعمال۔ اور اللہ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کفر اختیار کیے ہوئے ہے"۔

امام طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عمرو بن شعیب سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: عرب ایک سال ایک مہینے کو حلال قرار دیتے تھے اور ایک سال دو مہینوں کو اور وہ چھبیس سال میں صرف ایک بار حج صحیح وقت پر کرتے تھے۔ اور یہی وہ نسی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا۔

1۔ شعب الایمان، جلد 3، صفحہ 350 (3740) دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

جب حج اکبر کا سال تھا پھر آئندہ سال رسول اللہ ﷺ نے حج ادا فرمایا تو لوگ چاندوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلا شبہ زمانہ اسی حالت پر گھوم کر پہنچ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا (1)۔

ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ عقبہ پر ٹھہرے اور فرمایا: بے شک نسی شیطان کی جانب سے ہے، زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَّيُحَرِّمُونَهُ عَامًا پس وہ محرم کو ایک سال حرام قرار دیتے تھے اور ایک سال صفر کو حرام قرار دیتے تھے اور محرم کو حلال کر دیتے تھے اور نسی سے یہی مراد ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: جنادہ بن عوف کنانی ہر سال حاجیوں کے اجتماع میں آتا تھا۔ اس کی کنیت ابو ثمادہ تھی اور یہ اعلان کرتا تھا خبردار آگاہ رہو کہ ابو ثمادہ کو نہ ڈرایا جا سکتا ہے اور نہ اسے کوئی عیب دیا جا سکتا ہے۔ جان لو صفر اول (محرم) حلال ہے۔ عربوں کے بعض گروہ جب اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتے تو وہ اس کے پاس آتے اور کہتے: ہمارے لیے اس مہینے کو حلال کر دو۔ ان کی مراد صفر ہوتی اور عرب اشہر حرام میں جنگ نہیں لڑتے تھے۔ پس وہ ان کے لیے ایک سال اسے حلال قرار دیتا اور دوسرے سال اسے ان پر حرام کر دیتا اور آئندہ سال محرم کو حلال قرار دیتا۔ اور لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں تاکہ وہ حرام مہینوں کی تعداد چار بنا دیں مگر یہ کہ ایک سال وہ صفر کو حلال قرار دیتے اور ایک سال حرام قرار دیتے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: نساۃ بنی مالک کا ایک قبیلہ تھا اور بنی مالک بنی تمیم میں سے کنانہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا آخری آدمی جسے القلمس کہا جاتا ہے اس نے محرم کو پیچھے ہٹا دیا۔ وہ بادشاہ تھا۔ وہ ایک سال اسے حلال قرار دیتا تھا اور ایک سال حرام قرار دیتا تھا۔ جب وہ اسے حرام قرار دیتا تو تین مہینے لگاتار ہوتے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔ یہی وہ تعداد ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں حرام کی۔ اور جب وہ اسے حلال قرار دیتا تو اس کی جگہ صفر کو حرام مہینوں میں داخل کر دیتا تاکہ تعداد پوری کر دے اور کہتا میں نے چار مکمل کر دیے ہیں جیسا کہ وہ تھے۔ کیونکہ میں نے ایک مہینے کو حلال قرار دے کر اس کی جگہ ایک مہینے کو حرام قرار دیا ہے۔ پس اس عرب پر قلمس کی بادشاہی کا قبضہ تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور لگاتار تین مہینوں کو اشہر حرام قرار دیا۔ اور ایک مضر کا مہینہ رجب ہے جو کہ جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ یہ آیت بنی کنانہ کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جسے نسی کہا جاتا تھا وہ محرم کو صفر بنا دیتا تھا تاکہ وہ اس میں جنگوں کو حلال قرار دے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابو وائل سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: الناسی بنی کنانہ کا ایک صاحب رائے آدمی تھا وہ اس کی رائے کے پیش نظر اسے اپنا سردار تسلیم کرتے تھے۔ وہ ایک سال محرم کو صفر بنا دیتا تھا اور اس میں وہ غارت گری

1۔ معجم اوسط، جلد 3، صفحہ 431، مکتبۃ المعارف الریاض   2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 148، داراحیاء التراث العربی بیروت

کرتے تھے، جنگ کو حلال سمجھتے تھے، وہ حملے کرتے اور مال غنیمت حاصل کرتے تھے اور ایک سال وہ اسے حرام قرار دیتا تھا۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ گمراہ لوگوں میں سے بعض نے قصد کیا اور اشہر حرام میں صفر کا اضافہ کر دیا۔ ان میں سے کوئی کہنے والا حج کے اجتماع میں کھڑا ہو کر کہتا۔ تمہارے الٰہوں نے صفر کو حرام قرار دیا ہے تو وہ اس سال حرام قرار دیتے۔ دونوں مہینوں کو صفران کہا جاتا تھا۔ اور سب سے پہلے کنانہ میں سے بنو مالک نے اشہر حرام کو پیچھے ہٹایا۔ وہ تین آدمی تھے۔ ابو ثمامہ صفوان بن امیہ، بنی تمیم بن حارث میں سے ایک، پھر ایک بنی کنانہ سے۔

امام عبد الرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مذکورہ ارشاد کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالحجہ میں حج فرض قرار دیا۔ مشرکین مہینوں کے نام اس طرح شمار کرتے تھے: ذوالحجہ، محرم، صفر، ربیع، ربیع، جمادی، جمادی، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔ پھر وہ اس میں حج کرتے تھے پھر وہ محرم سے خاموش ہو جاتے اور اس کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ پھر وہ لوٹتے اور اس طرح نام لیتے صفر، صفر، بعد ازاں وہ نام بیان کرتے۔ رجب جمادی الآخر۔ پھر نام لیتے شعبان رمضان اور رمضان شوال۔ اور وہ نام لیتے ذوالقعدہ شوال۔ پھر کہا کرتے ذوالحجہ ذوالقعدہ۔ پھر ذکر کرتے محرم ذوالحجہ۔ پھر وہ اس میں حج کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اس کا نام ذوالحجہ تھا۔ پھر وہ اسی بیان کے مطابق اعادہ کرتے۔ اور ہر مہینے میں وہ اس سال حج کرتے تھے۔ حتی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دوسرا حج اس سال ذوالقعدہ میں آیا اور پھر جس سال حضور نبی مکرم ﷺ نے حج ادا فرمایا وہ ذوالحجہ کے موافق آیا۔ سو اسی لیے اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بلا شبہ زمانہ اپنی اسی دن کی ہیئت پر گھوم آیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق فرمایا (1)۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے: بنی کنانہ کا ایک آدمی تھا جسے جنادہ بن عوف کہا جاتا تھا اور اس کی کنیت ابو امامہ تھی۔ وہ مہینوں کو پیچھے ہٹانے لگا۔ عربوں پر یہ بڑا گراں اور دشوار ہوتا تھا کہ وہ مسلسل تین ماہ تک رکے رہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر حملہ آور نہ ہوں۔ چنانچہ جب وہ یہ ارادہ کرتا کہ کسی پر حملہ کرے تو وہ منیٰ میں کھڑا ہوتا اور خطبہ دیتا اور کہتا: بے شک میں نے محرم کو حلال کر دیا ہے اور اس کی جگہ صفر کو حرام قرار دیا ہے۔ نتیجۃً لوگ محرم میں آپس میں لڑتے رہتے تھے اور جب صفر آتا تو وہ پر امن ہو جاتے اور اپنے نیزے وغیرہ رکھ دیتے۔ پھر وہ آئندہ سال کھڑا ہوتا اور کہتا: بے شک میں نے صفر کو حلال کر دیا ہے اور محرم کو حرام قرار دیا ہے۔ پس وہ چار مہینوں کی گنتی پوری کرتے اور محرم کو حلال قرار دیتے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یُحِلُّوۡنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوۡنَہٗ عَامًا کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ مہینہ صفر ہے۔ ہوازن اور غطفان اسے ایک سال حلال قرار دیتے اور ایک سال اسے حرام قرار دیتے تھے۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 149 (1085) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

''اے ایمان والو! کیا ہو گیا ہے تمہیں کہ جب کہا جاتا ہے تمہیں کہ نکلو راہ خدا میں تو بوجھل ہو کر زمین کی طرف جھک جاتے ہو۔ کیا تم نے پسند کر لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں۔ سو نہیں ہے سروسامان دنیوی زندگی کا آخرت میں مگر قلیل''۔

امام سنید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کے بارے کہا: یہ آیت اس وقت کے بارے ہے جب انہیں فتح مکہ اور غزوۂ حنین کے بعد غزوۂ تبوک کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ نے انہیں موسم گرما میں اس وقت نکلنے کا حکم فرمایا جب کہ زمین چٹیل تھی، پھل پکے ہوئے تھے اور وہ سایوں کے خواہش مند تھے اور نکلنا ان پر شاق اور دشوار تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا (التوبہ: 41)(1)

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت مستور رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم حضور نبی مکرم ﷺ کے پاس تھے۔ تو لوگوں نے دنیا اور آخرت کے بارے میں مذاکرات کیے۔ ان میں سے بعض نے کہا: دنیا آخرت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے، اس میں عمل ہے، اس میں نماز ہے اور اس میں زکوٰۃ بھی ہے۔ ان میں سے دوسرے گروہ نے کہا آخرت بہتر ہے، اس میں جنت ہے۔ اور لوگوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال یہ ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی ایک سمندر کی طرف چل کر جاتا ہے اور اس میں اپنی انگلی ڈال دیتا ہے پس جو کچھ اس کے ساتھ نکلا وہی دنیا ہے (2)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت مستور بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواروں میں تھا۔ اچانک آپ ﷺ کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ یہ اپنے گھر والوں کے سامنے حقیر اور رسوا ہو گیا۔ تب انہوں نے اسے پھینک دیا۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اس کی حقارت و ذلت کی وجہ سے انہوں نے اسے پھینک دیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا یہ اپنے گھر والوں کے نزدیک حقیر اور ذلیل ہے اس سے کہیں بڑھ کر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر و ذلیل ہے (3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 153، داراحیاء التراث العربی بیروت

2۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 355، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ سنن ترمذی، جلد 4، صفحہ 485 (2321) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو قلیل بنایا اور قلیل کے سوا اس میں سے کچھ باقی نہیں۔ جیسا کہ ایک تالاب پر لومڑی ہو وہ اس کا صاف پانی پی لے اور گدلا پانی باقی رہ جائے۔ حاکم نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے نہ سزا دنیا سے کوئی واسطہ ہے(1)۔

امام حاکم رحمہ الہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضور نبی مکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے حالانکہ آپ ﷺ چٹائی پر تھے اور پہلوؤں میں اس کے نشانات تھے۔ تو آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر آپ بستر بنالیتے تو وہ اس سے کہیں بہتر اور ارجح ہوتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہ سزا دنیا سے کوئی واسطہ ہے اور نہ دنیا کا مجھ سے کوئی واسطہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میری مثال اور دنیا کی مثال اس گھوڑ سوار کی ہے جو سخت گرم دن میں چلتا رہا۔ پھر اس نے ایک لحظہ کے لیے درخت کا سایہ حاصل کیا۔ پھر چل پڑا اور اسے چھوڑ دیا(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے ابن ماجہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ چٹائی پر آرام فرما ہوئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کے پہلو پر اس کے نشانات پڑے ہوئے تھے تو ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ اگر ہم آپ ﷺ کے لیے (بستر) بنادیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرا دنیا سے کیا تعلق۔ میں دنیا میں نہیں ہوں مگر ایک مسافر کی طرح جو کہ درخت کے سائے میں آرام کے لیے تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر وہاں سے چل پڑا اور اسے چھوڑ دیا(3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحلیفہ کے پاس سے گزرے اور ایک بکری دیکھی جو اپنی ٹانگ اوپر اٹھائے ہوئے تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس بکری کو دیکھ رہے ہو کہ یہ اپنے مالک کے نزدیک حقیر ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ! ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے جتنی کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ہے۔ اگر دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو اس میں سے پانی کا ایک گھونٹ بھی عطا نہ کرتا۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے(4)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا۔ اور جس نے اپنی آخرت کو پسند کیا اس نے اپنی دنیا کے اعتبار سے نقصان اٹھایا۔ اور انہوں نے باقی رہنے والی چیز کو فنا ہونے والی شے پر ترجیح دے لی(5)۔

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن ابی الدنیا نے کتاب المنامات میں، حاکم اور آپ نے کہا یہ روایت صحیح ہے اور

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 356، دارالکتب العلمیہ بیروت — 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 344 (7858)

3۔ ایضاً جلد 4، صفحہ 345 — 4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 341 — 5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 343

WWW.NAFSEISLAM.COM

بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے دنیا میں سے کوئی شے باقی نہیں رہی سوائے مکھی کی مثل کے جو کہ ہوا میں اڑتی رہتی ہے۔ پس اہل قبور میں سے اپنے بھائیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ تمہارے اعمال ان پر پیش کیے جائیں گے (1)۔

امام ترمذی، حاکم اور آپ نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو وہ اسے دنیا سے محفوظ کر لیتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے مریض کو پانی سے محفوظ رکھتا ہے (2)۔

امام احمد، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: دنیا کی حلاوت آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی تلخی آخرت کی حلاوت ہے (3)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے بہت سا گوشت اور ثرید کھایا۔ پھر میں آیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں ڈکار لینے لگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ڈکار کم کر۔ کیونکہ دنیا میں کثرت سے پیٹ بھرنے والے لوگ آخرت میں بھوکے ہوں گے (4)۔

حاکم اور آپ نے کہا یہ روایت صحیح ہے اور بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تو میرے ساتھ ملحق رہنے کا ارادہ رکھتی ہے تو پھر چاہیے کہ مسافر کے زاد راہ جتنی دنیا تجھے کافی ہو اور تو کپڑے کو بوسیدہ نہ قرار دے یہاں تک کہ تو اسے پیوند لگالے اور اغنیاء کی مجلس سے پرہیز کر (5)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن طارق رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ دار دنیا اس کے لیے بہت اچھا ہے جس نے اس سے آخرت کے لیے زاد راہ تلاش کر لیا۔ یہاں تک کہ اپنے رب کو راضی کر لیا اور اس کے لیے بہت برا ہے جسے اس نے آخرت سے پھیر دیا اور اسے رب تعالیٰ کی رضا سے محروم کر دیا اور جب بندہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ دنیا کو دور کرے، تو دنیا کہتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دور کرے۔ جس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ ذہبی نے کہا ہے: یہ روایت ضعیف ہے (6)۔

امام ابن ماجہ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو نصیحت فرمائی اور ارشاد فرمایا: دنیا میں زہد اختیار کر اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے زہد اور غنا کا اظہار کر تو لوگ تجھ سے محبت کریں گے (7)۔

امام احمد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 342، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 344 3۔ ایضاً جلد 4، صفحہ 345

4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 346 5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 347 6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 348

7۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور اس کا راستہ ہے۔ پس جب وہ دنیا سے جاتا ہے تو قید اور راستے سے چھٹکارا پا جاتا ہے (1)۔

امام حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے صبح کی اس حال میں کہ دنیا اس کا بڑا مقصد ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے لیے کوئی شے نہیں ہے۔ اور جس نے مسلمانوں کے لیے کوئی اہتمام نہ کیا تو وہ ان میں سے نہیں ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابوسفیان رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے اشیاخ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیمار پرسی کے لیے آئے۔ تو وہ رونے لگے۔ حضرت سعد نے پوچھا: اے ابا عبداللہ! تجھے کون سی شے رلا رہی ہے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ وصال فرما گئے اور وہ تجھ سے راضی تھے اور تو حوض کے پاس آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور اپنے ساتھیوں سے ملاقات کرے گا۔ تو انہوں نے فرمایا: میں موت کی گھبراہٹ سے نہیں رو رہا اور نہ ہی دنیا کی حرص اور لالچ کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ایک عہد لیا تھا۔ آپ نے فرمایا: چاہیے کہ تم میں سے ہر ایک دنیا سے مسافر کے زادراہ کی مثل ہی لے۔ اور میرے ارد گرد تو یہ تکیے ہیں اور آپ ﷺ کے گرد تو پانی کا ٹب، پیالہ اور لوٹا تھا۔ حاکم نے کہا ہے یہ روایت صحیح ہے (3)۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ وہ اپنی مساجد میں حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور دنیا کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ پس تم ان کے پاس نہ بیٹھو۔ حاکم نے کہا یہ روایت صحیح ہے (4)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت قریب ہے۔ اور لوگ صرف دنیوی حرص میں اضافہ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دوری کو بڑھا رہے ہیں۔ ذہبی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے (5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہما اللہ نے الزہد میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا: اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکھی کے پر کے برابر بھی وزن رکھتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا گھونٹ بھی عطا نہ کرتا۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت مستورد رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخرت میں دنیا کی حیثیت صرف اتنی ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے۔ پھر اسے اوپر اٹھائے پس وہ اسے دیکھے اور پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے (6)۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابوعثمان نہدی سے ان کا یہ قول بیان کیا

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 197، دار صادر بیروت
2۔ مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 352، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 353
4۔ ایضاً جلد 4، صفحہ 359
5۔ ایضاً
6۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 229، دار صادر بیروت

ہوں)۔اس نے اس کا نام بتایا، میں اسے پہچانتا تھا۔ پھر میں نے کہا: کیا تیری بکریوں میں کوئی دودھ والی ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر کہا کیا تو مجھے دودھ دے گا؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر میں نے اسے حکم دیا ان میں سے میرے لیے ایک بکری پکڑ لاؤ۔ پھر اسے کہا کہ اس کی کھیری سے گرد وغبار جھاڑ دو۔ پھر اسے کہا تو اس نے اپنے ہاتھ وغیرہ جھاڑ کر صاف کر لیے۔ میرے پاس چمڑے کا ایک برتن تھا، اس کے منہ پر کپڑا تھا۔ پس اس نے تھوڑا سا دودھ اس میں دوھ کر دیا پھر میں نے اسے پانی کے پیالے میں انڈیلا۔ یہاں تک کہ وہ خوب ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر حاضر ہوا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار پایا۔ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ نوش فرمائیے۔ آپ نے نوش فرمایا اور مجھے انتہائی راحت اور خوشی ہوئی۔ پھر عرض کی: کیا کوچ کا وقت ہو گیا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: پھر ہم چل پڑے حالانکہ قوم ہمیں تلاش کر رہی تھی۔ لیکن ان میں سے سراقہ کے سوا کوئی ہمیں نہ پا سکا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم تلاش کرنے والا ہمیں پیچھے سے آملا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا غمگین نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ حتی کہ وہ ہمارے اتنا قریب آ گیا کہ ہمارے اور اس کے درمیان ایک یا دو یا تین نیزوں کی مقدار فاصلہ تھا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ تلاش کرنے والا آ پہنچا ہے۔ اور میں رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نہ رو۔ میں نے عرض کی: قسم بخدا! میں اپنے آپ پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں تو آپ پر رو رہا ہوں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی "اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ" (اے اللہ! جیسے چاہے ہمیں اس سے محفوظ کر لے)۔ پس اس کا گھوڑا اپنے پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گیا اور وہ اس سے کود گیا اور کہنے لگا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ یہ آپ کا عمل ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے اس موجودہ کیفیت سے نجات عطا فرما دے۔ قسم بخدا! میرے پیچھے تلاش میں جو لوگ اس راستے پر آ رہے ہیں میں انہیں اس سے بھٹکا دوں گا اور یہ میرا ترکش ہے اس سے تیر لے لیجئے۔ فلاں فلاں جگہ پر آپ کا گزر میرے اونٹوں اور ریوڑوں سے ہوگا۔ آپ ان سے اپنی ضرورت پوری فرما لیجئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: مجھے ان کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو اسے چھوڑ دیا گیا اور وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی معیت میں ہم بھی سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ہم مدینہ طیبہ آ پہنچے۔ پس لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ وہ راستوں پر اور مکانوں کی چھتوں پر نکل کر آئے ہوئے تھے۔ بچے اور خدام راستوں میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے "اللہ اکبر جاء رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اللہ اکبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ قوم میں اس بارے اختلاف ہو گیا کہ کس کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نزول فرمائیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کی رات میں بنی نجار جو حضرت عبد المطلب کے ننھیال ہیں ان کے پاس قیام کروں گا اور انہیں یہ اعزاز عطا کروں گا۔ پھر جب دوسرے دن کی صبح ہوگی تو جیسے حکم ہوگا(1)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلا۔ یہاں تک کہ جب میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ میرا گھوڑا پھسل

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 343 (36610) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

گیا اور میں گر پڑا۔ میں دوبارہ اٹھا اور پھر سوار ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے پڑھنے کی آواز سنی اور آپ ادھر ادھر توجہ نہیں کر رہے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کثرت سے توجہ کر رہے ہیں۔ تو میرے گھوڑی کے آگے والے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ وہ گھٹنوں تک زمین میں چلے گئے۔ میں اس سے گر پڑا۔ پھر میں نے اسے جھڑکا اور وہ اٹھی اور قریب نہ تھا کہ وہ اپنے پاؤں باہر نکال لے۔ جب وہ کچھ سیدھی کھڑی ہوئی تو اس کے آگے والے پاؤں پر لگام کا نشان تھا جو دھویں کی مثل آسمان تک پھیلی ہوئی تھی۔ پس میں نے دونوں سے امان کی درخواست کی۔ وہ دونوں میرے لیے ٹھہر گئے اور اس وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا جب میں ان سے ملا کہ میں انہیں گرفتار نہیں کر سکتا اور رسول اللہ ﷺ عنقریب غالب آجائیں گے (1)۔

امام ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رات کے وقت رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما ہو کر نکلے تو غار ثور میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اتباع کی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے ان کے سانس کی آواز سنی تو آپ ﷺ کو کسی تلاش کرنے والے کے آنے کے خوف ہوا۔ سو جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو کھانسنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ کی آواز سن کر آپ کو پہچان لیا اور ان کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ پیچھے سے آملے پھر دونوں غار میں چلے گئے۔ صبح کے وقت قریش آپ کی تلاش میں مصروف ہو گئے اور انہوں نے بنی مدلج سے نشانات دیکھ کر کھوج لگانے والا ایک آدمی بلا بھیجا۔ پس وہ (کھوج لگانے والا) قدموں کے نشانات کی پیروی کرتے ہوئے غار تک پہنچ گیا۔ غار کے دروازے پر ایک درخت تھا۔ اس نے اس کی جڑوں میں پیشاب کیا۔ پھر کہا تمہارا وہ ساتھی جسے تم اس جگہ تلاش کر رہے ہو اس نے اس جگہ کو عبور نہیں کیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غمگین ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا** فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں تین دن تک ٹھہرے۔ عامر بن فہیرہ انہیں کھانا پہنچاتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے لیے تیاری کرتے رہے۔ پس انہوں نے اہل بحرین سے تین اونٹ خریدے اور ایک راستے کی راہنمائی کے لیے رہبر اجرت پر لیا۔ جب تیسری رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اونٹ اور رہبر کو ساتھ لے کر ان کے پاس آپہنچے۔ پس رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور دوسری پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے پھر مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑے۔ حالانکہ قریش نے آپ کی تلاش میں کئی لوگ بھیج رکھے تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس، حضرت علی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر، عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے۔ ان تمام کی روایات ایک دوسرے میں جمع ہیں کہ انہوں نے

1۔ صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 554، قدیمی کتب خانہ کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کاشانہ اقدس سے نکلے حالانکہ قوم کے افراد آپ کے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنگریزوں کی مشت اٹھائی اور ان کے سر پر پھینک دی اور سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی اور چلے گئے۔ تو انہیں کسی کہنے والے نے کہا: تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا۔ اس نے بتایا: قسم بخدا! وہ تمہارے پاس سے گزر گئے ہیں۔ وہ کہنے لگے قسم بخدا! ہم نے تو انہیں نہیں دیکھا۔ وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور کی طرف نکلے اور اس میں داخل ہو گئے۔ مکڑی نے اس کے دروازے پر بعض گھونسلوں کو آپس میں ملا کر جال سا بنا دیا۔ قریش نے انتہائی تیزی اور شدت کے ساتھ تلاش کی حتی کہ غار کے دروازے تک جا پہنچے۔ تو ان میں سے بعض نے کہا اس پر یہ مکڑی کا جال محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے کا ہے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کھڑکی سے بھیس بدل کر نکلا تو سب سے پہلے ابوجہل مجھے ملا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کو مجھے اور ابوبکر کو دیکھنے سے اندھا کر دیا۔ یہاں تک کہ ہم گزر گئے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے منہ پر ایک آدمی کو دیکھا۔ تو کہنے لگے: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ بے شک ملائکہ اب اپنے پروں کے ساتھ اسے چھپائے ہوئے ہیں۔ پس اس آدمی نے دیر نہیں کی کہ وہ ان کی طرف منہ کر کے پیشاب بیٹھ گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اگر وہ تجھے دیکھ رہا ہوتا تو ایسا نہ کرتا۔

امام ابونعیم نے محمد بن ابراہیم تیمی رحمہما اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غار میں داخل ہوئے تو مکڑی نے بعض گھونسلوں کو آپس میں ملا کر اس کے دروازے پر جال سا بن دیا۔ جب وہ غار کے منہ تک پہنچے تو ان میں سے کسی نے کہا: اس غار میں داخل ہو۔ تو امیہ بن خلف نے کہا: تمہیں غار میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ بے شک اس پر یہ مکڑی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت سے پہلے کی ہے۔ پس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکڑی کو مارنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے: بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت عطاء بن ابی میسرہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مکڑی نے دو بار جال بنا۔ ایک بار حضرت داؤد علیہ السلام پر جب کہ طالوت آپ کو تلاش کر رہا تھا اور ایک بار حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غار میں (1)۔

امام ابن سعد، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار پیچھے سے ان کے قریب آ پہنچا ہے۔ عرض کی: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ گھوڑ سوار ہمیں آ ملا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی "اللھم اصرعه" اے اللہ! اسے پچھاڑ دے۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑے سے گر گیا۔ پھر آپ نے بارگاہ نبوت میں عرض کی:

1۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 5، صفحہ 197

WWW.NAFSEISLAM.COM

یا نبی اللہ! ﷺ آپ جو چاہیں مجھے حکم ارشاد فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہ، تو کسی کو نہیں چھوڑے گا جو ہمیں آ ملے گا۔ پس آپ دن کے پہلے حصہ میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے بارے میں پوری کوشش کرنے والے تھے اور دن کے آخری حصہ میں آپ ﷺ کے لیے ہتھیار تھے (1)۔ اسی کے بارے سراقہ ابو جہل کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے:

اَبَ حَكَمٍ لَوْ كُنْتَ وَاللّٰهِ شَاهِدًا لِاَمْرِ جَوَادِیْ اَنْ تَسِيْخَ قَوَائِمُهْ

''اے ابوالحکم! قسم بخدا! اگر تو میرے گھوڑے کو اس طرح دیکھ لیتا کہ اس کے پاؤں دھنس گئے ہیں''۔

عَلِمْتَ وَلَمْ تَشْكُكْ بِاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلٌ بِبُرْهَانٍ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهْ

''تو تو یقین کر لیتا اور ذرا شک نہ کرتا کہ محمد ﷺ رسول ہیں اور یہ دلیل سے ثابت ہے۔ پس کون ہے جو ان کا مقابلہ کر سکتا ہے''۔

امام بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے ضبہ بن محصن العبری سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں۔ تو وہ رونے لگے اور فرمایا: قسم بخدا! ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک رات اور ایک دن عمر سے بہتر اور افضل ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اس رات اور اس دن کے متعلق کچھ بتاؤں؟ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی جی ہاں یا امیر المومنین! تو انہوں نے فرمایا: ان کی رات وہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ اہل مکہ سے بھاگتے ہوئے باہر نکلے۔ تو آپ ﷺ رات کے وقت نکلے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ ﷺ کی اتباع کی۔ پھر وہ کبھی آپ ﷺ کے سامنے چلتے اور کبھی آپ کے پیچھے، کبھی وہ آپ ﷺ کے دائیں ہوتے اور کبھی بائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: اے ابو بکر یہ کیا ہے؟ میں تیرے اس فعل کو نہیں پہچانتا؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے گھات لگا کر بیٹھنے والے یاد آ جاتے ہیں۔ تو میں آپ کے آگے آ جاتا ہوں اور مجھے تلاش کرنے والا یاد آ جاتا ہے اور کبھی آپ کی دائیں جانب ہو جاتا ہوں اور کبھی بائیں جانب۔ میں آپ کے بارے میں پر امن نہیں ہوتا۔ سو رسول اللہ ﷺ اس رات اپنی انگلیوں کے اطراف پر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں ننگے ہو گئے۔ پس جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس کیفیت کو دیکھا۔ تو آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اس طرح وہ آپ ﷺ کو اٹھا کر چلتے رہے یہاں تک کہ غار کے منہ پر جا پہنچے اور وہاں آپ ﷺ کو اتار دیا۔ پھر عرض کی: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! آپ اس میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک میں داخل ہو جاؤں۔ تا کہ اگر اس میں کوئی شے ہے تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر واقع ہو۔ چنانچہ آپ اس میں داخل ہوئے اور اس میں کوئی شے نہیں دیکھی۔ پھر آپ ﷺ کو اٹھایا اور اس میں اندر لے گئے۔ غار میں کئی شگاف اور بلیں تھیں جن میں سانپ اور اژدہا تھے۔ پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ ان میں سے کوئی چیز نکل کر رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائے گی۔ چنانچہ آپ نے اس میں اپنا پاؤں رکھ دیا اور سانپوں اور اژدھوں نے آپ کو ڈسنا اور ڈنگ لگانا شروع کر دیا اور آپ کے آنسو گرنے لگے۔ اس حال میں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 526، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

رسول اللہ ﷺ آپ کو فرمانے لگے: اے ابوبکر! غمگین نہ ہو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کے لیے راحت وطمانینت نازل فرمائی۔ پس یہی آپ کی وہ رات ہے۔ رہا آپ کا دن (تو اس کی وضاحت یہ ہے) کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور عرب مرتد ہو گئے۔ تو بعض نے کہا: ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے اور بعض نے کہا نہ ہم نماز پڑھیں گے اور نہ ہی ہم زکوٰۃ دیں گے۔ پس میں آپ کے پاس آیا حالانکہ انہوں نے صاف ہو کر آپ کی طرف رجوع نہیں کیا تھا۔ تو میں نے کہا: اے خلیفۃ رسول اللہ! ﷺ لوگوں کے ساتھ الفت اور نرمی کا سلوک کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا: جاہلیت میں انتہائی سخت قہر وغضب کا اظہار کرنے والا اسلام میں انتہائی کمزور اور بزدل ہے۔ آپ ان کے ساتھ کون سی تالیف کریں گے کیا عجیب وغریب شعر کے ساتھ یا جھوٹے شعر کے ساتھ؟ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا اور وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ قسم بخدا! اونٹ کی وہ رسی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتے تھے اگر انہوں نے اس کا بھی مجھ سے انکار کیا تو یقیناً میں ان کے خلاف جنگ کروں گا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس ہم نے آپ کی معیت میں جنگیں لڑیں۔ قسم بخدا! آپ انتہائی معاملہ فہم اور صاف رائے والے تھے اور یہی وہ دن ہے (جو عمر سے بہتر ہے) (1)

امام ابونعیم اور بیہقی رحمہما اللہ نے دلائل میں حضرت ابن شہاب اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کو تلاش کرنے کے لیے ہر جانب سوار ہو کر نکلے۔ انہوں نے اہل اطیاہ (پانی کے نواح میں رہنے والے) کی طرف یہ حکم بھیجا کہ وہ انہیں انتہائی زیادہ اجرت اور معاوضہ دیں گے۔ وہ اس جبل ثور پر بھی آئے جس کے غار میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے اوپر چڑھے اور حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی آوازیں سن لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور آپ پر پریشانی اور خوف طاری ہو گیا۔ تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اور رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ تو ان پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اطمینان وراحت نازل ہوئی۔ فرمایا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (2)

امام ابن شاہین، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت حبشی بن جنادہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ اگر مشرکین میں سے کسی نے اپنا قدم آگے بڑھایا تو یقیناً وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (3)

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے: وہ لوگ جو ان کی تلاش میں نکلے، وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور غار میں داخل ہونے سے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ ہم تک پہنچ جائیں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ نشانات ختم ہو گئے اور وہ وہاں سے دائیں بائیں چلے گئے (4)۔

1۔ دلائل النبوۃ، جلد 2، صفحہ 477، دار الکتب العلمیہ بیروت — 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 478

3۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 85، دار الفکر بیروت — 4۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے لیے نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اپنے آپ پر کسی غیر سے محفوظ نہیں تھے یہاں تک کہ دونوں غار میں داخل ہو گئے (1)۔

امام ابن شاہین، دار قطنی، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا ''اَنْتَ صَاحِبِی فِی الْغَارِ، وَاَنْتَ مَعِی عَلَی الْحَوْضِ'' (تو غار میں میرا ساتھی رہا اور تو حوض پر بھی میرے ساتھ ہوگا) (2)

امام ابن عساکر نے اسی کی مثل حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

امام ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کیا تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا لے آؤ میں سنوں گا تو انہوں نے یہ کہا:

ثَانِی اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ طَافَ الْعَدُوُّ بِہٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا

''ثانی اثنین بلند غار میں تھے جب وہ پہاڑ پر چڑھے اس حال میں کہ دشمن ان کے ارد گرد گھوم رہے تھے''۔

وَکَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْبَرِیَّۃِ لَمْ یَعْدِلْ بِہٖ رَجُلَا

''اور مخلوق جانتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے ساتھ شدید محبت تھی کہ کوئی بھی ان کا ہم سر نہ تھا''۔

پس رسول اللہ ﷺ خوشی سے ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے پھر فرمایا: اے حسان! تو نے سچ کہا۔ وہ ایسے ہی ہیں جیسے تو نے کہا ہے (3)۔

امام خیثمہ بن سلیمان طرابلسی نے فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی مذمت بیان کی ہے لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح بیان فرمائی ہے۔ سو فرمایا اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (4)

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ غار والی رات کے بعد کسی شے کا خوف اور دین کے معاملہ میں کسی قسم کی وحشت اور خطرہ مجھ میں داخل نہیں ہوا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی ذات اور دین کے بارے میں میرے خوف اور ڈر کو دیکھا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اطمینان اور سکون رکھ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کی تکمیل اور اس میں نصرت کا فیصلہ فرما دیا ہے (5)۔

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 88، دار الفکر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 89 3۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 91
4۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 291 5۔ ایضاً، جلد 30، صفحہ 317

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سوائے ابوبکر صدیق کے تمام مسلمانوں کو اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عتاب کیا ہے۔ وہ اکیلے اس عتاب سے خارج ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ ...... الآیہ"(1)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو عتاب کیا ہے اور فرمایا ہے: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ۔

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: مجھے ہمارے اصحاب میں سے کسی نے خبر دیتے ہوئے کہا ہے: ابناء صحابہ میں سے نوجوان ایک مجلس میں تھے اور ان میں قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی وطن بھی نہ تھا مگر میرے جد امجد اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کسی نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے! قسم نہ اٹھاؤ۔ پھر کہا: دلیل لاؤ، تو انہوں نے کہا: ہاں ایسی دلیل ہے جسے تم رد نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ۔(2)

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوعوانہ، ابن حبان، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: میں غار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ پس میں نے مشرکین کے آثار دیکھے تو کہا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان میں سے کسی نے اپنا قدم اٹھایا تو یقیناً اپنے قدم کے نیچے ہمیں دیکھ لے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دو کے بارے تیرا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔ "يَا اَبَابَكْرٍ، مَاظَنُّكَ بِاِثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا"(3)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ وہ دونوں جب غار تک پہنچے تو وہاں ایک بل تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں اس میں رکھ دیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس میں کاٹنے یا ڈسنے والی کوئی شے ہے تو اس کا کاٹنا یا ڈسنا مجھ پر واقع ہو(4)۔

امام ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: جب غار کی رات تھی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے تاکہ میں آپ سے پہلے اس میں داخل ہوں، تاکہ اگر کوئی سانپ یا کوئی اور شے ہو تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر اثر انداز ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اندر جاؤ۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے جگہ کو صاف کرنے لگے اور جب بھی کوئی بل دیکھتے تو آپ اپنے کپڑے سے ایک ٹکڑا پھاڑتے اور اسے بل میں داخل کر دیتے حتی کہ آپ نے اپنے سارے کپڑے کے ساتھ ایسا ہی کیا اور ایک بل باقی بچ گئی۔ تو اس پر آپ نے اپنے پاؤں کی ایڑی رکھ لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اندر تشریف

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 92، دارالفکر بیروت 2۔ ایضاً

3۔ صحیح بخاری، باب مناقب المہاجرین، جلد 1، صفحہ 516، قدیمی کتب خانہ کراچی 4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 345 (36617) مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

لائیے۔ جب صبح ہوئی تو آپ کو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کپڑا کہاں ہے؟ تو آپ نے جو کچھ کیا تھا وہ سب آپ ﷺ کو بتا دیا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک اوپر اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں اس طرح دعا کی "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَبَابَکْرٍ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" اے اللہ! قیامت کے دن ابوبکر کو میرے درجہ میں میری معیت عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی التجاء کو قبول فرما لیا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جندب بن سفیان رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غار کی طرف چلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ آپ اندر داخل نہ ہونا یہاں تک کہ میں اسے صاف کرلوں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز لگی اور آپ اپنی انگلی سے خون صاف کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے:

هَلْ اَنْتَ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتَ

"صرف تیری انگلی خون آلود ہوئی ہے، جو کچھ تجھے ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہوا"۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جعدہ بن ہبیرہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تو مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دیکھتی جب کہ ہم غار کی جانب اوپر چڑھے تھے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک سے خون نکلنے لگا اور میرے قدم تو عادی تھے اور وہ سخت تھے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ننگے پاؤں چلنے کے عادی نہیں تھے۔

امام ابن سعد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مصعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ارقم اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کو اس حال میں پایا کہ میں نے انہیں یہ باتیں کرتے ہوئے سنا کہ جس رات حضور نبی کریم ﷺ غار میں تھے اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم فرمایا۔ تو وہ آپ ﷺ کے سامنے اگا اور اس نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا اور اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم دیا تو اس نے آپ کے سامنے ایک جالا بن دیا اور آپ ﷺ کو چھپا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتروں کو حکم دیا۔ تو وہ غار کے منہ پر رہنے لگے۔ قریش کے ہر قبیلے سے نوجوان اپنی لاٹھیاں، تلواریں اور نیزے وغیرہ لے کر آگئے۔ یہاں تک کہ جب وہ حضور نبی کریم ﷺ سے چالیس قدم کے فاصلے پر تھے تو ان میں سے ایک نیچے اترا اور اس نے غار میں دیکھا۔ اور لوٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف گیا اور انہوں نے اسے کہا: تجھے کیا ہوا تو نے غار میں نہیں دیکھا؟ تو اس نے جواب دیا: میں نے غار کے منہ پر دو کبوتروں کو دیکھا ہے۔ جس سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔ جو کچھ اس نے کہا وہ سب کچھ حضور نبی مکرم ﷺ نے سن لیا اور آپ ﷺ نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے اسے دور ہٹا دیا ہے۔ سو میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے ان کے بارے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کبوتروں کو جزا یہ عطا فرمائی کہ وہ حرم پاک میں رہنے لگے اور حرم پاک کے تمام کبوتر اسی جوڑے سے پیدا ہوئے (1)۔

1۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 229، دار صادر بیروت

47B

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ میں کمزور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غار میں تھے تو آپ کو پیاس محسوس ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فرمایا: غار کے سامنے والے حصہ کی طرف جاؤ اور پی لو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدر الغار کی طرف گئے اور وہاں سے ایسا مزیدار پانی نوش فرمایا جو شہد سے بھی زیادہ میٹھا اور لذیذ تھا۔ دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر پاکیزہ تھی۔ پھر لوٹ کر واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کی نہروں پر مقرر فرشتے کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ جنت الفردوس کی ایک نہر کو غار کے سامنے کھول دے تاکہ تم اس سے پانی پی لو (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے بغیر کوئی معبود نہیں! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا حضور نبی مکرم ﷺ کے تمام اصحاب کو آپ کی نصرت کے بارے عتاب کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ قسم بخدا! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سے خارج ہیں جنہیں عتاب فرمایا گیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے اور سالم بن عبید اصحاب صفہ میں سے تھے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: کون ہے وہ جس کی یہ تین خصلتیں ہیں اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ۔ صاحب کون ہے؟ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ۔ وہ دونوں کون ہیں؟ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ یہ خطاب کس سے ہے؟۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن حارث رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون سورۃ التوبہ پڑھ سکتا ہے؟ ایک آدمی نے کہا: میں۔ آپ نے فرمایا: پڑھ۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ آپ رونے لگے اور فرمایا قسم بخدا! وہ صاحب میں ہی ہوں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا صاحبہ میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور غار سے مراد مکہ مکرمہ کا وہ پہاڑ ہے جسے ثور کہا جاتا ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر میرا بھائی اور غار میں میرا ساتھی ہے۔ پس تم اس سے اسے پہچان لو۔ پس اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ اس مسجد میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے سوا تمام کھڑکیاں بند کر دو۔ (عربی متن ملاحظہ ہو) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، "اَبُوْبَكْرٍ اَخِيْ وَ صَاحِبِيْ فِي الْغَارِ فَاعْرِ فُوْا ذٰلِكَ لَهٗ فَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا لَا تَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا، سُدُّوْا كُلَّ خَوْخَةٍ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ اَبِيْ بَكْرٍ"

امام ابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر

1۔ تاریخ ابن عساکر، جلد 30، صفحہ 150، دار الفکر بیروت

میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا۔ تو یقیناً ابوبکر صدیق کو خلیل بناتا۔ البتہ وہ میرے بھائی اور غار کے میرے ساتھی ہیں۔

امام عبد الرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ میں غار سے مراد وہ ہے جو اس پہاڑ میں ہے جس کا نام ثور ہے(1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں جس نے ایک قوم کو حراء پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو میں نے پوچھا: یہ لوگ حراء میں کیا تلاش کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: وہ غار جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روپوش ہوئے تھے۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ حراء میں روپوش نہیں ہوئے تھے بلکہ جبل ثور میں روپوش ہوئے تھے اور حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی بھی اس غار کے محل کو نہیں جانتا۔ کیونکہ وہ دونوں ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور عامر بن فہیرہ جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا وہ اس کو جانتا ہے کیونکہ وہ جب اپنا ریوڑ چرانے کے لیے نکلتا تو ان دونوں کے پاس سے گزرتا اور انہیں دودھ پیش کرتا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے(2)۔

امام عبد الرزاق، احمد، عبد بن حمید، بخاری، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والدین کو کبھی بھی نہیں پایا مگر اس حال پر کہ وہ دونوں دین اسلام کے پیروکار اور اطاعت شعار رہے۔ اور ہم پر کوئی دن نہیں گزرا مگر اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن صبح و شام ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب مسلمانوں کو اذیتیں دی گئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے۔ حتیٰ کہ جب برک الغماد کے مقام پر پہنچے تو قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ آپ سے ملا۔ تو اس نے پوچھا: اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے سو میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں۔ تو ابن دغنہ نے کہا: اے ابوبکر! تمہارے جیسے آدمی کو نہ نکالا جا سکتا ہے اور نہ وہ نکل سکتا ہے۔ بلاشبہ آپ محتاجوں اور فقیروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ یتیموں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور مہمانوں کی عزت افزائی اور تعظیم کرتے ہیں اور حق پر آنے والی آفتوں اور مصائب کے خلاف مدد کرتے ہیں اور میں آپ کا پڑوسی ہوں، آپ کو پناہ دیتا ہوں۔ چنانچہ قریش نے ابن دغنہ کے پناہ دینے کو قبول کر لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امن دے دیا اور انہوں نے ابن دغنہ کو کہا: کہ ابوبکر کو کہو وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے، اس میں جو چاہے نماز پڑھے اور جس کی چاہے قرأت کرے۔ اور وہ ہمیں اذیت نہ پہنچائے اور نہ ہی وہ اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھے اور قرآن کریم کی قرأت

1۔ تفسیر عبد الرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 149 (1086) بیروت 2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 345 (36616) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

میں مشغول ہو۔ سو آپ نے ایسا ہی کیا کچھ وقت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں خیال آیا اور آپ نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنائی۔ اور آپ اسی میں نماز پڑھتے اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ مشرکین کی عورتیں اور ان کے بچے آپ کے پاس جمع ہو جاتے۔ وہ آپ کی طرف دیکھتے اور اظہار تعجب کرتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ رویا کرتے تھے۔ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو آپ اپنے آنسوؤں کے سیلاب کو روکنے کی قدرت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اسی شے نے قریش کے سرداروں کو بہت زیادہ پریشان اور مضطرب کر دیا۔ پس انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر پناہ دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے۔ لیکن اس نے اس سے تجاوز کیا ہے اور اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی ہے۔ اور وہاں وہ اعلانیہ نماز اور قرآن پڑھتا ہے اور ہمیں یہ خدشہ اور خوف ہے کہ وہ ہماری عورتوں اور بچوں کو فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ پس اگر وہ یہ پسند کرے کہ وہ اپنے رب کی عبادت کو صرف اپنے گھر تک ہی محدود رکھے گا تو پھر ایسا کرے۔ اور اگر وہ یہ تسلیم نہ کرے اور اعلانیہ عبادت پر مصر ہو تو پھر اسے بتا دیجیے کہ وہ تمہاری ذمہ داری اپنے اوپر ہی ڈال دے گا۔ کیونکہ ہم تیرے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کو توڑنا بھی ناپسند کرتے ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلانیہ عمل کو قبول بھی نہیں کر سکتے۔

ابن دغنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے ابوبکر! تم جانتے ہو کہ میں نے جس شرط کی بنا پر تمہارے لیے معاہدہ کیا تھا، پس اگر تم اس کے پابند رہو تو وہ قائم ہے۔ ورنہ میری پناہ مجھے واپس لوٹا دو، کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں میں نے ایک آدمی کے اس معاہدے میں بے وفائی کی ہے جو میں نے اس کے لیے کیا تھا، یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیری پناہ تجھے واپس کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم ﷺ کی پناہ پر ہی راضی اور خوش ہوں۔ ان دنوں رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں ہی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا: مجھے تمہارا دار ہجرت دکھا دیا گیا ہے۔ میں نے کھجوروں والی ایک دلدلی زمین دیکھی ہے جو لابتین (سیاہ پتھروں والی زمین کے دو قطعوں) کے درمیان ہے۔ یہی حرتان کہلاتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ ذکر فرما دیا تو پھر جنہوں نے ہجرت کی انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہی ہجرت کی اور مسلمانوں میں سے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہ بھی مدینہ کی طرف لوٹ آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کے لیے تیار ہوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا ٹھہر جائیے کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی اجازت دے دی جائے گی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا آپ بھی یہ امید رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور سنگت کے لیے اپنے آپ کو روک لیا۔ آپ کے پاس دو اونٹنیاں تھیں آپ انہیں چار ماہ تک ببول کے پتوں کا چارہ ڈالتے رہے۔ پس اسی اثناء میں ہم ایک دن اپنے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں حالانکہ آپ ﷺ اس وقت کبھی بھی ہمارے پاس تشریف نہیں لائے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ ﷺ

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس ساعت میں بغیر حکم کے تشریف نہیں لا رہے۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچے اور اجازت طلب فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے اور آپ ﷺ اندر قدم رنجہ فرما ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ جونہی اندر تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اپنے پاس سے دوسروں کو نکال دیجیے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے ماں باپ قربان یہ سب آپ کے اہل ہیں؟ پھر رسول اللہ ﷺ نے بتایا: مجھے یہاں سے خروج کی اجازت دے دی گئی ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ بابی انت کیا صحابہ کرام کو بھی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ بابی انت! میری ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثمن (قیمت) کے عوض۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا۔ پس ہم نے دونوں کے لے خوب اچھی طرح تیاری کی۔ اور ہم نے دونوں کے لیے سفر کا توشہ ایک چمڑے کے برتن میں ڈالا اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے اپنے ازار بند کو کاٹا اور اس کے ساتھ اس برتن کو باندھ دیا۔ اسی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک پہاڑ کے غار میں چلے گئے جس پہاڑ کا نام ثور ہے اور تین راتیں دونوں وہاں ٹھہرے رہے۔ رات کے وقت ان کے پاس حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آتے تھے۔ وہ نوجوان، معاملہ فہم اور انتہائی ہوشیار اور تیز آدمی تھے۔ وہ سحری کے وقت ان کے پاس سے چلے جاتے تھے اور قریش مکہ کے ساتھ اس طرح صبح کرتے تھے جیسا کہ وہاں رات گزارنے والا کرتا تھا۔ آپ جو بات بھی ان سے متعلق سنتے تھے آپ اسے یاد رکھ لیتے۔ یہاں تک کہ اس کی خبر ان تک پہنچا دیتے جب کہ اندھیرے باہم مل رہے ہوتے تھے۔ ان کے قریب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ اپنا ریوڑ چراتا تھا۔ پس جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو وہ ان میں سے دودھ والی بکریاں آپ کو پیش کرتا تھا۔ وہ دونوں اپنے مقام میں رات گزار رہے ہوتے یہاں تک کہ عامر بن فہیرہ اندھیرے میں دونوں کو آواز دیتا۔ وہ تینوں راتیں اسی طرح کرتا رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے بنی دیل کا ایک آدمی اجرت پر لیا۔ پھر اس کا تعلق بنی عبد بن عدی سے تھا۔ اور وہ راستے کی راہنمائی میں انتہائی مہارت رکھتا تھا۔ حالانکہ اس نے آل عاص بن وائل میں جھوٹی قسم کھائی تھی اور وہ کفار قریش کے دین پر تھا۔ مگر ان دونوں نے اسے پناہ دی اور اپنی دونوں اونٹنیاں اس کے حوالے کر دیں۔ اور تین راتوں کے بعد انہیں غار ثور میں لانے کا اس سے وعدہ لیا۔ پس تیسری رات کی صبح کو وہ دونوں سواریوں کو ساتھ لے کر آ گیا اور وہاں سے سفر کا آغاز کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ اور ایک راستے کا راہبر دیلی بھی تھا۔ اس نے ان کے لیے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا جو کہ ساحل کا راستہ تھا۔ زہری کا بیان ہے کہ مجھے عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی جو کہ سراقہ بن جعشم کا بھتیجا ہے، نے بتایا ہے کہ اسے اپنے باپ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے سراقہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے اور انہوں نے آ کر بتایا کہ قریش نے کہا ہے جو بھی رسول اللہ ﷺ اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا یا انہیں قید کر کے لائے گا ان کی دیت (سو اونٹ) اس کے لیے ہو گی۔

پس اس اثناء میں کہ میں اپنی قوم بنی مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ان میں سے ایک آدمی آیا ہمارے پاس آ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے کہا: اے سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند لوگوں کو دیکھا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہی ہیں۔ سراقہ نے کہا: میں نے پہچان لیا کہ یقیناً وہ وہی ہیں۔ لیکن میں نے کہہ دیا کہ وہ وہ نہیں ہیں۔ لیکن میں نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے کہ وہ چل پڑے ہیں۔ پھر میں کچھ دیر مجلس میں بیٹھا رہا اور پھر اٹھ کر اپنے گھر گیا اور اپنی کنیز کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو ٹیلے کے پیچھے کی جانب لے چلے اور وہاں اسے روک رکھے۔ میں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور گھر کی پچھلی جانب سے نکلا۔ زمین کو اپنے نیزے سے چھیدتا رہا اور نیزے کی اوپر والی جانب کو نیچے کی جانب کیا۔ یہاں تک کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس پہنچ گیا۔ پس میں اس پر سوار ہوا اور اسے خوب تیزی سے دوڑایا۔ اس نے مجھے اتنا قریب پہنچا دیا یہاں تک کہ میں نے ان کا نشان دیکھ لیا۔ پس جب میں ان کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ آواز انہیں سنائی دینے لگی۔ تو میرا گھوڑا لڑکھڑا گیا اور میں اس سے گر پڑا۔ پھر اٹھا اور اپنا ہاتھ اپنے ترکش کی طرف بڑھایا اور اس سے فال کا تیر نکالا۔ اس کے ذریعے یہ غور و فکر کرنے کی کوشش کی کہ آیا میں انہیں کچھ ضرر پہنچا سکوں گا یا نہیں؟ لیکن اس سے ایسا تیر نکلا جو مجھے قطعاً پسند نہ تھا یہ کہ میں انہیں کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور فال کے خلاف کیا۔ یہاں تک کہ جب میں رسول اللہ ﷺ کی قرأت سننے لگا اور حال یہ ہے کہ آپ ادھر ادھر التفات نہیں فرماتے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کثرت سے تمام اطراف میں دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ پس اس وقت میرے گھوڑے کے آگے والے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور گھٹنوں تک پہنچ گئے۔ میں اس سے گر پڑا۔ پھر اسے کھینچا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا حالانکہ پاؤں کا نکلنا قریب نہ تھا۔ پس جب اس کی ٹانگیں سیدھی ہو گئیں تو دیکھا کہ اس کے پاؤں پر لگام کا نشان ہے جو دھویں کی صورت میں آسمان کی جانب پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے پھر تیر نکالا لیکن وہی نکلا جسے میں ناپسند کرتا تھا کہ میں انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکوں گا۔ لہٰذا میں نے انہیں امان کے لیے آواز دی۔ سو آپ ﷺ ٹھہر گئے اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان کے قریب آ پہنچا۔ جب میں ان سے ملا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں انہیں قید نہیں کر سکا۔ بلاشبہ عنقریب رسول اللہ ﷺ کا حکم غالب آ جائے گا۔ پھر میں نے ان سے کہا: کہ آپ کی قوم نے آپ کے بارے میں سو اونٹ انعام مقرر کیا ہے۔ میں نے انہیں سفر کے متعلق کچھ بتایا۔ اور جو لوگ ان کا ارادہ رکھتے تھے ان کے بارے آگاہ کیا اور اپنا کھانا اور کچھ سامان سفر انہیں پیش کیا۔ مگر انہوں نے مجھ سے کوئی شے نہ لی اور نہ مجھ سے کسی کے بارے پوچھا۔ مگر صرف یہ کہ ان کا معاملہ مخفی رکھوں، کسی پر اظہار نہ کروں، پھر میں نے عرض کی کہ مجھے ایک تحریر لکھ دیجیے جس میں امان کا وعدہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا۔ تو انہوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ لکھ کر دے دیا اور پھر چلے گئے۔

امام زہری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے مجھے یہ بتایا ہے کہ آپ ﷺ زبیر اور مسلمانوں کے ایک قافلے سے ملے جو کہ ملک شام سے تجارت کر کے مکہ کی طرف آ رہے تھے۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا۔ ان کا لباس سفید کپڑے کا تھا۔ جب مدینہ طیبہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بارے سنا تو وہ ہر صبح مقام حرہ تک آتے تھے اور آپ ﷺ کا انتظار کرتے یہاں تک کہ انہیں دوپہر کی گرمی اذیت پہنچانے لگتی تو وہ واپس لوٹ جاتے۔ پس اسی طرح ایک دن طویل انتظار کرنے کے بعد وہ واپس لوٹے۔ جونہی وہ اپنے گھروں میں پہنچے یا وہ ایک یہودی کے گھر میں جو کہ ایک ٹیلے پر واقع تھا انتظار کے لیے جمع تھے کہ اس کی نظر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر پڑی۔ غبار ہٹ چکا تھا اور ان کے چہرے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ تو اس نے بلند آواز میں ندا دی یا معشر العرب! یہ وہ تمہارے بزرگ ہیں جن کی تم انتظار کر رہے ہو۔ پس مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملے یہاں تک کہ وہ آپ ﷺ کو ظہر الحرہ کے پاس لے آئے۔ وہاں سے آپ ﷺ دائیں جانب پھرے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف میں نزول فرمایا۔ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور پیر کا دن تھا۔ رسول اللہ ﷺ قیام فرما رہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو نصیحتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش بیٹھے رہے اور انصار میں سے جو بھی ایسا شخص آتا جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہوا نہ تھا تو وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ گمان کرتا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو دھوپ آ گئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے آپ ﷺ پر سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی پہچان ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ دس سے زائد راتیں بنی عمرو بن عوف میں قیام فرما رہے اور وہ مسجد بنائی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں نماز ادا فرمائی۔ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل پڑے اور آپ ﷺ کے ساتھ لوگ بھی چلے یہاں تک کہ آپ کی سواری مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد (مسجد نبوی) کی جگہ آ کر بیٹھ گئی۔ اس دن سے مسلمان وہاں نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ جگہ سہل اور سہیل دو بھائیوں کی کھجوریں خشک کرنے کا میدان تھا۔ یہ دونوں یتیم بچے تھے اور بنی نجار میں ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی سواری وہاں بیٹھی تو آپ ﷺ نے فرمایا" هٰذَا الْمَنْزِلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ " اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہی منزل ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے دونوں بچوں کو بلایا اور ان کے ساتھ اس میدان کا سودا کیا کہ آپ وہاں مسجد بنائیں گے۔ تو انہوں نے عرض کی: سودا نہیں۔ بلکہ یا رسول اللہ! ﷺ ہم آپ کے لیے یہ جگہ ہبہ کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے ان سے یہ جگہ اس طرح قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر آپ ﷺ نے ان سے وہ جگہ خرید لی اور وہاں مسجد تعمیر فرمائی اور اس کی تعمیر کے وقت رسول اللہ ﷺ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ اینٹیں اٹھا کر لانے میں برابر کے شریک رہے۔ اس دوران آپ ﷺ یہ اشعار پڑھتے رہے:

هٰذَا الْجَمَالُ لَا جَمَالُ خَيْبَرَ هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَ اَطْهَرُ

"یہ جمال خیبر کا حسن و جمال نہیں، یہ تو ہمارے رب کا احسان اور انتہائی طہارت و پاکیزگی ہے"۔

اِنَّ الْاَجْرَ اَجْرُ الْاٰخِرَةِ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

"بے شک اجر تو صرف آخرت کا اجر ہے، اے اللہ! انصار و مہاجرین پر رحم فرما"۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں سے کسی آدمی کے شعر کے جواب میں یہ شعر پڑھتے تھے۔اس کا نام مجھے معلوم نہیں۔

امام ابن شہاب رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے: احادیث میں مجھے یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ان اشعار کے سوا بھی کوئی مکمل شعر کہا ہو۔لیکن آپ ﷺ مسجد بنانے کے وقت صحابہ کرام کے ساتھ رجز پڑھتے رہے۔

جب رسول اللہ ﷺ اور کفار قریش کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو وہ جنگ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے والوں کے درمیان حائل ہو گئی یہاں تک کہ وہ غزوۂ خندق کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ سے مدینہ طیبہ میں آکر ملے۔پس اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حبشہ میں ٹھہرنے والوں کو عار دلایا کرتے تھے۔تو اس کا ذکر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کر دیا۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اس طرح نہ کیا کرو۔سب سے پہلے قتال کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (الحج: 39) لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ (الحج) ''اذن دے دیا گیا ہے (جہاد کا) ان (مظلوموں) کو جن سے جنگ کی جاتی ہے اس بناء پر کہ ان پر ظلم کیا گیا'' (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بخاری رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اس حال میں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے۔وہ شیخ تھے وہ پہچانے جاتے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کی پہچان نہیں ہو سکتی تھی۔تو لوگ کہتے تھے: اے ابوبکر! تمہارے آگے یہ بچہ کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ''هَادٍ يَّهْدِيْنِي السَّبِيْلَ'' یہ راہنما ہے جو مجھے راستہ کی راہنمائی فرماتا ہے۔فرمایا: جب ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو حرہ کے مقام پر اترے اور انصار کی طرف پیغام بھیجا۔تو وہ آگئے۔راوی کا بیان ہے میں اس دن حاضر تھا جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔پس میں نے اس دن سے زیادہ حسین کوئی دن نہیں دیکھا۔اور جس دن حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اس دن سے بڑھ کر کوئی قبیح اور زیادہ تاریک کوئی دن نہیں دیکھا (2)۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے التمہید میں حضرت کثیر بن فرقد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی غرض سے نکلے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سواری لائی گئی۔اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: آپ سوار ہوں اور وہ آپ کے ردیف ہوں گے۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تم سوار ہو اور میں آپ کے پیچھے بیٹھوں گا۔کیونکہ جو مالک ہو وہی سواری پر آگے بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔سو جب دونوں نکلے تو راستے میں سراقہ بن جعشم سے ملاقات ہوئی۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔اس نے آپ سے پوچھا تم کون آدمی ہو؟ آپ نے فرمایا: باغ (بغاوت کرنے والا) اس نے کہا: یہ تمہارے پیچھے کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ھاد۔(ہدایت اور راہنمائی کرنے والا) پھر اس نے کہا: کیا آپ محمد ﷺ کے بارے بتا سکتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: وہ میرے پیچھے ہیں۔

1۔صحیح بخاری، باب الہجرۃ، جلد 1، صفحہ 552، قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 346 (36625) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے تاریخ میں بیان کیا ہے کہ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طمانیت نازل فرمائی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی طمانینت زائل نہیں ہوئی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار حراء میں داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی جگہ کی جانب دیکھے گا تو وہ بالیقین مجھے اور آپ کو دیکھ لے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا ان دو کے بارے کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟ اے ابوبکر! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے طمانینت تجھ پر نازل فرمائی ہے اور میری تائید ایسے لشکروں کے ساتھ کی ہے جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔

امام الخطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ سے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طمانینت نازل فرمائی۔ کیونکہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تو سکینت اور طمانینت ہمہ وقت تھی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى میں کلمہ سے مراد شرک ہے۔ اور وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا میں کلمہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اسی کی مثل روایت نقل کی ہے۔

امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک آدمی حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: وہ آدمی جو بہادری اور شجاعت کے لیے لڑتا ہے اور جو حمیت کی خاطر لڑتا ہے اور جو ریاء اور دکھاوے کے لیے جنگ کرتا ہے۔ تو کون اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتال کر رہا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی اس لیے لڑتا کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند ہو تو وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑا (2)۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

"(جہاد کے لیے) نکلو (ہر حال میں) ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں۔ یہ بہتر ہے تمہارے لیے اگر تم (اپنا نفع نقصان) جانتے ہو"۔

امام فریابی اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوالضحیٰ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: سورۂ برأت میں سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا پھر اس کی پہلی اور آخری آیت نازل ہوئی۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 2، صفحہ 482، دار الکتب العلمیہ بیروت　2۔ سنن ترمذی، باب فضائل الجہاد، جلد 4، صفحہ 153 (1646) بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ابو مالک نے کہا: سورۂ برأت میں سے جو شے سب سے اول نازل ہوئی وہ یہ ہے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا پھر اس کا اول اور آخر نازل ہوا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا: کہ سورۂ برأت میں سے سب سے پہلے مذکورہ آیت نازل ہوئی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خِفَافًا سے مراد نشاط یعنی خوشی کی حالت ہے اور ثِقَالًا سے مراد غیر نشاط یعنی اداسی اور پریشانی کی حالت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حکم رحمہ اللہ نے کہا: خِفَافًا سے مراد مشغولیت کی حالت اور ثِقَالًا سے مراد غیر مشغولیت کی حالت ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ خِفَافًا وَّ ثِقَالًا کا معنی ہے تنگی اور سہولت یعنی ہر دو حالت میں جہاد کے لیے نکلو۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ خِفَافًا سے مراد جوانی کی حالت اور ثِقَالًا سے مراد کہولت یعنی بڑھاپے کی حالت ہے۔

ابن ابی شیبہ اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ نے کہا کہ خِفَافًا وَّ ثِقَالًا سے مراد جوان اور بوڑھے ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگوں نے کہا: بے شک ہم میں ثقیل، حاجت مند، کاروباری، مشغول رہنے والے اور وہ ہیں جن کے معاملات منتشر اور بکھرے ہوئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام کے بارے یہ حکم نازل فرمایا: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا اور ان کا کوئی عذر قبول کرنے سے انکار کر دیا سوائے اس کے کہ وہ جس حالت میں ہیں ہلکی یا بوجھل وہ جہاد کے لیے نکلیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: ایک آدمی آیا۔ ان کا گمان تھا کہ وہ حضرت مقداد تھے۔ وہ بہت عظیم الجثہ اور موٹا تھا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا شکوہ پیش کیا اور عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجازت عطا فرمادیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا۔ اس دن اس کے بارے میں یہ نازل ہوئی اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ حکم لوگوں پر گراں اور شدید تر ثابت ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کرتے ہوئے فرمایا لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَی الْمَرْضٰی (التوبہ: 91) ''نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر''۔ الآیہ۔

امام ابن جریر نے حضرت حضرمی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ لوگوں کے لیے قریب تھا کہ ان میں سے کوئی بیمار ہوتا یا بوڑھا ہو جاتا اور وہ کہتا کہ بے شک میں گناہ گار نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمادی (5)۔

امام ابن سعد، ابن ابی عمر العدنی نے مسند میں، عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابو یعلی، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 4، صفحہ 209 (19368) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ	2۔ ایضاً	3۔ ایضاً (19371)	4۔ ایضاً (19372)

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 159، دار احیاء التراث العربی بیروت

حبان، ابوالشیخ، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ابوطلحہ نے سورۂ برأت پڑھی۔ پس جب وہ اس آیت پر پہنچے اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا تو فرمایا: میرا خیال ہے کہ ہمارا رب ہم سے جہاد کے لیے نکلنے کا مطالبہ فرما رہا ہے، چاہے ہم بوڑھے ہوں یا جوان اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی کا کوئی عذر نہیں سنا۔ تم میرے لیے تیاری کرو۔ ان کے بیٹوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جہاد کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہو گیا اور آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر بھی جنگ میں شریک ہوتے رہے ہیں یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہو گیا۔ سو اب ہم آپ کی جانب سے جہاد میں شریک ہوں گے۔ لیکن آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور سمندری سفر کے لیے جہاز پر سوار ہوئے اسی دوران وصال فرما گئے۔ آپ کے ساتھیوں نے نو دن کے بعد آپ کو دفن کرنے کے لیے جزیرہ پایا تب تک آپ میں کوئی تغیر اور تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ چنانچہ اتنے دنوں کے بعد انہوں نے آپ کو اس جزیرہ میں دفن کر دیا (1)۔

امام ابن سعد اور حاکم رحمہما اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر ہوئے پھر ایک سال کے سوا کبھی بھی مسلمانوں کی کسی جنگ سے آپ پیچھے نہیں رہے اور وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا اور میں اپنے آپ کو خفیف اور ثقیل ہی پاتا ہوں۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور حاکم رحمہم اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوراشد حبرانی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے گھوڑ سوار حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو حمص میں دیکھا ہے، وہ ایک جنگ کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو میں نے عرض کی: تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: سورۃ البحوث یعنی سورۃ التوبہ نے ہمارے عذر سے انکار کیا ہے اور فرمایا: اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا۔ (2)

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابویزید مدینی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم ہر حال میں جہاد کے لیے نکلیں۔ اور وہ مذکورہ ارشاد باری تعالیٰ کی یہی تاویل کرتے تھے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

"اگر ہوتا وہ مال نزدیک یا سفر آسان تو ضرور پیچھے چلتے آپ کے لیکن دور معلوم ہوتی ہے انہیں مسافت اور ابھی قسم کھائیں گے اللہ کی (اور کہیں گے) کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور نکلتے تمہارے ساتھ۔ ہلاک کر رہے

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 114 (1250) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 393 (5487) (التوبہ)

ہیں اپنے آپ کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ قطعاً جھوٹے ہیں"۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی: کیا آپ بنی اصفر کے ساتھ جنگ نہیں لڑیں گے، شاید آپ شہنشاہ روم کی بیٹی کو پالیں؟ اور دو آدمیوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ جانتے ہیں کہ عورتیں فتنہ ہیں۔ پس آپ ہمیں ان کے سبب فتنہ میں نہ ڈالیں۔ لہٰذا ہمیں اجازت فرما دیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں اجازت فرما دی۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو ان میں سے ایک نے کہا: یہ چربی فقط سب سے پہلے کھانے والے کے لیے ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ چل پڑے۔ ابھی تک آپ ﷺ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جب آپ نے کچھ فاصلہ طے کر لیا تو آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت آپ پانی کے ایک چشمے کے پاس تھے لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ اور آپ پر یہ آیت بھی نازل ہوئی: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ (التوبہ: 43) اور آپ پر یہ آیت بھی نازل ہوئی لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ: 44) "نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر"۔ اور ان کے خلاف یہ حکم نازل ہوا اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ (التوبہ) "یقیناً وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا کا معنی ہے اگر مال غنیمت قریب ہوتا۔ اور وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ کی تفسیر میں فرمایا کہ الشُّقَّةُ سے مراد مسافت ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَرَضًا قَرِيبًا کا معنی ہے اگر وہ دنیا جسے وہ طلب کرتے ہیں قریب ہوتی۔ اور سَفَرًا قَاصِدًا کے بارے کہتے ہیں کہ اگر سفر قریب ہوتا۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: تحقیق وہ خروج کی طاقت رکھتے تھے لیکن ان کے نفسوں میں سستی اور غفلت تھی اور جہاد سے دوری کے جذبات تھے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

"درگزر فرمایا ہے اللہ نے آپ سے (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دے دی تھی انہیں یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ پر وہ لوگ جنہوں نے سچ کہا اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو"۔

امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور ابن جریر نے عمرو بن میمون اودی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے: دو کام ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کیے حالانکہ دونوں کے بارے میں کسی شے کا کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ ایک آپ ﷺ کا منافقین کو اجازت دینا اور دوسرا قیدیوں سے فدیہ لینا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ الآیہ (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 162، داراحیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے حضرت مورق العجلی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کیا تم نے اس سے حسین اور اچھا عتاب کہیں سنا ہے کہ عتاب فرمانے سے پہلے ہی عفو و درگزر سے آغاز فرمایا اور ارشاد فرمایا: عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کچھ لوگوں نے کہا: کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کریں۔ پس اگر آپ ﷺ تمہیں اجازت عطا فرمادیں تو پھر بیٹھے رہو۔ اور اگر نہ بھی تمہیں اجازت دیں تو پھر بھی بیٹھے رہو۔

امام نحاس رحمہ اللہ نے ناسخ میں اسی آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت سمیت تین آیات اس آیت کے ساتھ منسوخ ہو چکی ہیں فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ (النور:62) "پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کے لیے تو اجازت دیجیے ان میں سے جسے آپ چاہیں"۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی آیت کے بارے یہ کہا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ آیت نازل فرمائی: فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

"نہ اجازت مانگیں گے آپ سے جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر کہ (نہ) جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے پرہیزگاروں کو صرف وہی اجازت مانگتے ہیں آپ سے جو نہیں ایمان رکھتے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور شک میں مبتلا ہیں ان کے دل تو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہیں"۔

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے ناسخ میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ دونوں آیتوں کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ منافقین کی تفسیر ہے جب کہ انہوں نے بغیر کسی عذر کے جہاد سے پیچھے رہنے کی اجازت مانگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کے عذر کو قبول کرتے ہوئے فرمایا فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ۔(1)

امام ابوعبید، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان دونوں آیات کی ناسخ وہ آیت ہے جو سورۂ نور میں ہے یعنی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 163، دار احیاء التراث العربی بیروت

(النور) اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اس بارے دو اعلیٰ نظریوں کا اختیار دیا ہے کہ جو جہاد میں شریک ہو وہ فضیلت و شرف کے ساتھ جہاد کرے اور جو کوئی پیچھے رہے تو وہ بغیر کسی حرج کے پیچھے بیٹھا رہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے۔

وَ لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ
فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ
اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَ فِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ
لَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا
لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

''اور اگر انہوں نے ارادہ کیا ہوتا (جہاد پر) نکلنے کا تو انہوں نے تیار کیا ہوتا اس کے لیے کچھ سامان لیکن ناپسند کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے کھڑے ہونے کو اس لیے پست ہمت کر دیا انہیں اور کہہ دیا گیا تم بیٹھے رہو بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ اگر نکلتے تمہارے (لشکر) میں تو نہ زیادہ کرتے تم میں بجز فساد کے اور دوڑ دھوپ کر کے تمہارے درمیان فتنہ پردازی کرتے۔ اور تم میں ان کے جاسوس (اب بھی) موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو (اے حبیب!) وہ کوشاں رہے فتنہ انگیزی میں پہلے بھی اور الٹ پلٹ کرتے تھے آپ کے لیے تجویزیں یہاں تک کہ آ گیا حق اور غالب ہوا اللہ کا حکم اور وہ ناخوش تھے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ کا معنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے نکلنے کو ناپسند کیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: فَثَبَّطَهُمْ کا معنی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں روک لیا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ان منافقین کا ذکر ہے جو غزوۂ تبوک کے وقت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ اور مومنین سے ان کے بارے پوچھا اور فرمایا: کون سی شے تمہیں غمگین کر رہی ہے ''اگر وہ تمہارے (لشکر) میں نکلتے تو بجز فساد کے تم میں کچھ اضافہ نہ کرتے''یعنی اگر وہ تمہارے لیے جمع ہوتے اور عملاً شریک ہوتے تو پھر بھی وہ تمہاری مدد نہ کرتے اور باعث رسوائی بنتے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ کا معنی بیان کرتے ہوئے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً وہ تمہارے درمیان دوڑ دھوپ کرتے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَّ

WWW.NAFSEISLAM.COM

لَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ کا معنی ہے کہ وہ یقیناً تمہیں چھوڑ دیتے۔ اور یَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ عبد اللہ بن نبتل، عبد اللہ بن ابی ابن سلول، رفاعہ بن تابوت اور اوس بن قیظی تمہارے معاملہ میں ٹال مٹول کرتے۔ اور وَ فِیْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ کی تفسیر میں کہا: اور تم میں منافقین کے علاوہ ان کی طرح باتیں کرنے والے موجود ہیں اور وہ منافقین کے جاسوس ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وَ فِیْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ کا معنی ہے تم میں ان تک باتیں پہنچانے والے موجود ہیں۔

امام ابن اسحاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی، عبد اللہ بن بنتل اور رفاعہ بن زید بن تابوت منافقین کے سرداروں میں سے تھے اور ان میں سے تھے جو اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ مکر اور دھوکہ کرتے تھے انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ...... الی آخر الآیۃ۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَ لَا تَفْتِنِّیْ ؕ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ۝۴۹

”اور ان میں سے بعض کہتے ہیں اجازت دیجیے مجھے (کہ گھر ٹھہرا رہوں) اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ خبردار فتنہ میں تو وہ گر چکے۔ اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو“۔

امام ابن منذر، طبرانی، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لیے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جد بن قیس کو فرمایا بنی اصفر کے ساتھ جہاد کرنے کے بارے تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: مجھے تو یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا اس لیے آپ مجھے اجازت عطا فرما دیجیے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی(1)۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جد بن قیس کو یہ فرماتے سنا ہے: اے جد! کیا تو بنی اصفر کے خلاف جنگ کے لیے تیار ہے؟ تو جد نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے اجازت عطا فرما دیں گے؟ کیونکہ میں عورتوں کے عشق و محبت میں مبتلا ہونے والا آدمی ہوں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حالانکہ آپ اس سے اعراض کر رہے تھے میں نے تجھے اجازت دے دی۔ تب اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

1۔ معجم کبیر، جلد 12، صفحہ 122 (12654) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

نے فرمایا: تم غزوہ میں شریک ہو، بنی اصفر کی بیٹیاں غنیمت میں پاؤ گے۔ تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: بلاشبہ یہ تمہیں عورتوں کے فتنہ میں مبتلا کردے گا۔ سو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ آیت جد بن قیس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس نے یہ کہا تھا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دے دیجیے اور مجھے بنی اصفر کی عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالیے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تبوک کی جنگ لڑو روم کی عورتوں سے بنات اصفر غنیمت میں پاؤ گے تو انہوں نے کہہ دیا ہمیں اجازت دے دیجیے اور ہمیں عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالیے۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں اپنی سند سے حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت کم غزوات کے لیے تشریف لے جاتے تھے مگر یہ واضح ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خروج کسی اور ارادہ سے ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے وقت فرمایا: اے لوگو! میں روم کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں انہیں خوب جانتا ہوں۔ یہ تنگی کا زمانہ تھا، گرمی شدید تھی اور شہر قحط زدہ تھے۔ وہ وقت پھلوں کے پکنے کا تھا اور لوگ اپنے پھلوں کے پاس اور سایوں میں بیٹھنا پسند کرتے تھے اور ان سے کہیں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ پس اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی تیاری کے سلسلہ میں جد بن قیس سے یہ فرمایا: اے جد! بنی اصفر کی بیٹیوں کے بارے تیرا کیا خیال ہے؟ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم جانتی ہے کہ عورتوں کے بارے رغبت رکھنے والا مجھ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ اور مجھے تو یہ خوف ہے کہ اگر میں نے بنی اصفر کی عورتوں کو دیکھ لیا تو وہ مجھے فتنہ میں ڈال دیں گی۔ پس مجھے تو اجازت دے دیجیے یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا تجھے اجازت ہے۔ تو اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّیْ وَ لَا تَفْتِنِّیْ ؕ اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا راوی کہتے ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہے اور صرف اپنی ہی ذات میں رغبت رکھنے کے سبب جس فتنہ میں مبتلا ہوا وہ اس فتنہ سے کہیں شدید اور بڑا ہے جس فتنہ میں بنی اصفر کی عورتوں کے سبب مبتلا ہونے کا وہ خوف کر رہا تھا۔ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ کہ اسی کے سبب جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ۔ "مت نکلو اس سخت گرمی میں"۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ (التوبہ) "فرمایئے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔ کاش! وہ کچھ سمجھتے"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر کی تیاری فرمائی اور لوگوں کو بھی تیاری کا حکم ارشاد فرمایا اور اہل ثروت کو فی سبیل اللہ سواریاں اور اخراجات دینے پر برانگیختہ کیا۔ اہل ثروت میں سے بہت سے افراد نے یہ بوجھ اٹھایا اور انتہائی خلوص کا اظہار کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں اتنا عظیم مال خرچ کیا کہ آپ سے بڑھ کر کسی نے خرچ نہیں کیا اور دو سو اونٹوں کا بوجھ حاضر خدمت کیا (2)۔

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 63 (11052) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 213، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام بیہقی نے دلائل میں حضرت عروہ اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ دونوں نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے شام کے لیے لشکر تیار کیا اور لوگوں کو خروج کی اجازت عطا فرمائی اور انہیں کوچ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس وقت موسم خزاں کی انتہائی شدید گرم راتیں تھیں اور لوگوں کے لیے اپنی کھجوروں کا پھل چننے کا موسم تھا۔ بہت سے لوگوں نے سستی کا مظاہرہ کیا اور کہا: ان میں روم کی طاقت نہیں ہے۔ شرفاء نکل پڑے اور منافقین پیچھے رہ گئے۔ اور آپس میں باتیں کرنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اب کبھی ان کی طرف واپس نہیں آئیں گے۔ پس جنہوں نے ان کی بات کو تسلیم کیا انہوں نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور جانے سے باز رکھا اور مسلمانوں میں سے بھی کچھ افراد اپنے اپنے عذر کے سبب ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے کچھ بیمار اور کچھ تندرست تھے۔ چھ آدمی حاضر خدمت ہوئے، وہ تمام کے تمام تنگدست تھے، وہ آپ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کرنے لگے اور وہ آپ سے پیچھے رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ایسی کوئی سواری نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس وہ اس حال میں واپس مڑے کہ انتہائی غم زدہ حالت میں ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ اور وہ اس حالت پر انتہائی مغموم تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لیے کوئی شے نہیں پاتے۔ ان افراد میں بنی سلمہ سے عمر بن غنمہ، بنی مازن میں سے ابن نجار ابو لیلیٰ عبدالرحمٰن بن کعب، بنی حارث میں سے علیہ بن زید، بنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر اور ہرم بن عبداللہ تھے۔ انہیں بنی البکاء پکارا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں عبداللہ بن عمر اور بنی مزینہ میں سے ایک آدمی تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو روتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ جہاد کو پسند کرتے ہیں اور وہ انتہائی کوشاں ہیں۔ سو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انہیں معذور قرار دیا اور ارشاد فرمایا: لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَ لَا عَلَى الْمَرْضٰى وَ لَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (التوبہ: 91) الآیہ۔ اور اس کے بعد کی دو آیات بھی ہیں۔

"نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں (اگر یہ پیچھے رہ جائیں) کوئی حرج جب کہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے"۔

آپ ﷺ کے پاس جد بن قیس سلمی حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ ﷺ لوگوں کی ایک جماعت کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے اور آ کر عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ مجھے یہیں بیٹھے رہنے کی اجازت عطا فرما دیجیے۔ کیونکہ میں صاحب جائیداد ہوں اور اس میں کئی ایسے اسباب ہیں جو میرے لیے عذر ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: تیاری کر کیونکہ تو خوشحال اور صاحب ثروت آدمی ہے شاید تو بنی اصفر کی کسی بیٹی کو اپنے ساتھ سوار کر لے۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت فرما دیجیے اور مجھے فتنہ و آزمائش میں نہ ڈالیے۔ تب یہ آیت وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ اور اس کے ساتھ پانچ آیات جو کہ ایک دوسرے کے پیچھے ہیں نازل ہوئیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے سفر کا آغاز کیا اور مومنین بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اور جو لوگ آپ سے پیچھے رہے تھے ان میں بنی عمرو بن عوف میں سے غنمہ بن ودیعہ بھی تھا۔ اس سے کہا گیا: کس چیز نے تجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے چھوڑ دیا ہے حالانکہ تو تو مسلمان ہے؟ تو اس نے کہا: دل لگی اور خوش طبعی نے پس اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے اور دیگر پیچھے رہنے والے منافقین کے بارے مسلسل تین آیات نازل فرمائیں یعنی وَ

8B

لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ (التوبہ:65) ’’اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے‘‘(1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوۂ تبوک کا ارادہ کیا تو فرمایا: ان شاء اللہ ہم روم سے جنگ لڑیں گے اور ہم بنی اصفر کی بیٹیوں تک پہنچیں گے۔ آپ ﷺ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینے کے لیے ان کے حسن کا تذکرہ کرتے تھے۔ تو منافقوں میں سے ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! ﷺ آپ عورتوں کے بارے میری محبت اور پسند سے خوب واقف اور آگاہ ہیں اس لیے آپ مجھے اجازت فرما دیجیے اور ساتھ نہ لے جائیے۔ سو مذکورۃ الصدر آیت نازل ہوئی۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَلَا تَفۡتِنِّيۡ کا معنی ہے آپ مجھے نہ نکالیے اور اَلَا فِي الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوۡا میں فتنہ کا معنی حرج ہے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: وَلَا تَفۡتِنِّيۡ کا معنی ہے آپ مجھے گناہ گار نہ کیجیے۔ اور اَلَا فِي الۡفِتۡنَةِ میں فتنہ سے مراد گناہ ہے۔

اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ يَّقُوۡلُوۡا قَدۡ اَخَذۡنَاۤ اَمۡرَنَا مِنۡ قَبۡلُ وَيَتَوَلَّوۡا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ ﴿۵۰﴾

’’اگر پہنچے آپ کو کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے انہیں اور اگر پہنچے آپ کو کوئی مصیبت تو کہیں کہ ہم نے درست کر لیا تھا اپنا کام پہلے ہی اور لوٹتے ہیں خوشیاں مناتے ہوئے‘‘۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ منافقین جو مدینہ طیبہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے بری خبریں دینی شروع کر دیں۔ وہ کہتے کہ محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب نے دوران سفر بہت مشقت اٹھائی ہے اور وہ ہلاک ہو گئے ہیں۔ پس جب ان تک اپنی باتوں کی تکذیب اور حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی عافیت کی خبر پہنچتی تو وہ انہیں انتہائی ناگوار اور بری لگتی۔ تو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ۔

امام سنید اور ابن جریر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر آپ کو غزوۂ تبوک کے اس سفر کے دوران کچھ بھلائی پہنچے تو وہ انہیں بری لگتی ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس آیت میں حسنة سے مراد عافیت، خوشحالی اور غنیمت ہے۔ اور مُصِيۡبَةٌ سے مراد آزمائش اور شدت ہے۔ اور قَدۡ اَخَذۡنَاۤ کا معنی قد حذرنا (یعنی ہم محتاط ہو گئے تھے) ہے۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 224، دارالکتب العلمیہ بیروت　2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 170، داراحیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کا معنی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب و کامران فرما دے اور آپ کو صحیح و سالم واپس لوٹائے۔ تو یہ انہیں ناگوار اور برا لگتا ہے۔ اور اگر آپ کو کوئی مصیبت آ پہنچے تو کہیں کہ ہم نے بیٹھ کر اپنا کام درست کر لیا تھا اس سے قبل کہ انہیں کوئی مصیبت آ پہنچے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ کی تفسیر میں کہا: کہ اگر مسلمانوں کو فتح و کامرانی نصیب ہو تو یہ ان پر انتہائی گراں گزرتی ہے اور انہیں بہت ناگوار اور بری لگتی ہے۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

"آپ فرمایئے ہرگز نہیں پہنچے گی ہمیں کوئی تکلیف بجز اس کے جو لکھ دی ہے اللہ نے ہمارے لیے۔ وہی ہمارا حامی و ناصر ہے اور اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے مومنوں کو"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا کا معنی ہے "مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے فیصلہ فرما دیا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مسلم بن یسار رحمہ اللہ نے کہا: تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا: یہ دو وسیع و عریض وادیاں ہیں، ان دونوں میں لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن ان کے عرض کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ سو تو ایسے آدمی کی عمل کی طرح عمل کر جو یہ جانتا ہے کہ اسے اس کے عمل کے سوا کوئی نجات نہیں دلا سکتا اور ایسے آدمی کے توکل کی مثل توکل کر جو یہ یقین رکھتا ہے کہ اسے ہرگز کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے لکھ دی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مطرف رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی کے لیے ایسا کرنا درست نہیں کہ وہ گھر کی چھت پر چڑھے اور پھر وہاں سے اپنے آپ کو نیچے گرا کر یہ کہنے لگے میری تقدیر اسی طرح تھی۔ بلکہ ہمیں بچنا چاہیے اور احتیاط کرنی چاہیے پھر اگر کوئی مصیبت ہمیں آ پہنچے تو ہمارا یہ یقین اور اعتماد ہو کہ ہمیں ہرگز کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہر شے کی کوئی حقیقت ہے اور بندہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ وہ یہ جان لے کہ جو تکلیف اسے پہنچی ہے وہ اس سے خطا نہیں ہو سکتی تھی اور جو اس سے خطا ہو گئی ہے وہ اسے ہرگز نہیں پہنچ سکتی (1)۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا

1۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 404 (11833)، دار الفکر بیروت

مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾

”فرمایئے کیا تم منتظر ہو ہمارے متعلق (کہ ہم مارے جائیں۔ یہ مرنا نہیں) مگر ایک بھلائی ان دو بھلائیوں سے (جن کے ہم خواہاں ہیں) اور ہم انتظار کرتے ہیں تمہارے لیے کہ پہنچائے تمہیں اللہ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے۔ پس تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں“۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد فتح یا شہادت ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ سے مراد فتح یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونا ہے۔

امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن اسحاق بن کعب بن عجرہ عن ابیہ عن جدہ رحمہم اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے اس اثنا میں کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقام روحاء پر تھے اچانک سرب سے (عام چلنے والا راستہ) ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: تم کون سی قوم ہو اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہو انہوں نے اسے بتایا: یہ قوم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی ہے۔ تو اس نے کہا: کیا ہے مجھے کہ میں تمہیں خستہ حال دیکھ رہا ہوں، تمہارے پاس ہتھیار بہت قلیل ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہ یا ہم قتل کر دیئے جائیں تو ہمارے لیے جنت ہوگی۔ یا پھر ہم غالب آ جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ ان دونوں کو ہمارے لیے جمع فرما دے گا یعنی کامیابی اور جنت۔ اس نے کہا: تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ ہیں وہ۔ تو اس نے آپ سے عرض کی: اے نبی اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے کوئی حاجت اور مصلحت نہیں کہ میں اپنی مصلحت کو پورا کرلوں اور پھر حق کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے گھر والوں کی طرف جا اور اپنی حاجت پوری کر لے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن نکلے اور وہ آدمی اپنے گھر والوں کی طرف گیا۔ یہاں تک کہ اپنی حاجت سے فارغ ہونے کے بعد بدر میں صحابہ کرام کے ساتھ جاملا اور ان کے ساتھ صف میں شامل ہو گیا اور کئی لوگوں کو قتل کیا اور پھر جام شہادت نوش کر لیا۔ فتح و کامرانی حاصل ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور شہدائے کرام کے درمیان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! یہ ہے وہ جس کی بات تو پسند کرتا ہے بلاشبہ شہداء کے سردار، اشراف اور ملوک ہیں۔ اے عمر! یہ بھی ان میں سے ایک ہے (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا سے مراد تلواروں کے ساتھ قتل کرنا ہے۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 171، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 85، دار الکتب العلمیہ بیروت

فٰسِقِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٥٤﴾

''فرمایئے خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے تم سے۔ بے شک تم ایک نافرمان قوم تھے۔ اور نہیں منع کیا ہے انہیں کہ قبول کیے جائیں ان سے ان کے اخراجات سوائے اس کے کہ انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور نہیں آتے نماز ادا کرنے کے لیے مگر سست اور نہیں خرچ کرتے مگر اس حال میں کہ وہ ناخوش ہیں''۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جد بن قیس نے کہا: بلاشبہ جب میں عورتوں کو دیکھوں گا تو میں صبر نہیں کر سکوں گا یہاں تک کہ میں فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا البتہ میں اپنے مال سے آپ کی معاونت کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب اس کا یہ قول تھا کہ میں اپنے مال سے آپ کی مدد کروں گا (1)۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ۗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٥٥﴾

''سو نہ تعجب میں ڈال دیں تمہیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان چیزوں سے دنیوی زندگی میں اور نکلے ان کا سانس اس حال میں کہ وہ کافر ہوں''۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا کا معنی ہے یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ انہیں آخرت میں عذاب دے ان چیزوں سے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انہیں مصائب کے ساتھ عذاب دے۔ وہ مصائب ان کے لیے عذاب ہیں اور مومنین کے لیے باعث اجر ہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ مقادیم کلام میں سے ہے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: کہ دنیوی زندگی میں ان کے مال اور ان کی اولاد تمہیں تعجب میں نہ ڈال دیں۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کی انہیں ان چیزوں کے سبب آخرت میں عذاب دے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 173، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

تفسیر میں فرمایا: اور نکلے ان کا سانس دنیوی زندگی میں اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔ فرمایا اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک کہتے ہیں فَلَا تُعْجِبْكَ کا معنی ہے تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اور وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ کا مفہوم ہے کہ دنیا میں ان کا سانس نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔

وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝۵۶ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝۵۷

"اور قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ ایسی قوم ہیں جو ڈرتے رہتے ہیں اگر مل جائے انہیں کوئی پناہ گاہ یا کوئی غار یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو (دیکھیے گا) وہ منہ پھیر لیں گے اس طرف منہ زوری کرتے ہوئے"۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ وہ بچنے کے لیے اللہ کی قسمیں اٹھاتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً ...... الآیہ" کی تفسیر میں فرمایا کہ مَلْجَاً کا معنی پہاڑوں میں پناہ لینا ہے۔ مَغٰرٰتٍ سے مراد ایسی غار ہے جو پہاڑوں میں ہو۔ اور مُدَّخَلًا سے مراد تہ خانہ ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر وہ اپنے لیے کوئی بچ نکلنے کی جگہ پالیں کہ وہ اس کی طرف تم سے بھاگ جائیں۔ لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ تو وہ یقیناً تم سے اس کی طرف بھاگ جائیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے: وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ کا معنی ہے کہ وہ تیزی اور جلدی سے (اس کی طرف منہ پھیر لیں گے)۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝۵۸ وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝۵۹

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 176، بیروت

"اور بعض ان میں سے طعن کرتے ہیں آپ پر صدقات (کی تقسیم) کے بارے میں۔ سو اگر انہیں دیا جائے ان سے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں نہ دیا جائے ان سے تو اس وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور (کیا اچھا ہوتا) اگر وہ خوش ہو جاتے اس سے جو دیا تھا انہیں اللہ اور اس کے رسول نے۔ اور کہتے کافی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ، عطا فرمائے گا ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اس کا رسول۔ ہم تو اللہ کی طرف ہی رغبت کرنے والے ہیں"۔

امام بخاری، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثنا میں کہ حضور نبی مکرم ﷺ ہمارے درمیان کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ اچانک ذوالخویصرہ تمیمی آیا۔ اور اس نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ عدل کیجیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو اور کون عدل کرے گا جب کہ میں ہی عدل نہ کروں؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ مجھے اجازت فرمایئے تاکہ میں اس کا سر قلم کر دوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑیے کیونکہ اس کے کئی ساتھی ہیں کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے مقابلہ حقیر جانتا ہوگا۔ لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے نکل جاتا ہے پس اس کے پروں میں دیکھا جاتا ہے تو وہاں کوئی شے بھی نہیں پائی جاتی۔ پھر تیر اور پیکان کے درمیانی حصہ کو دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کوئی شے دکھائی نہیں دیتی۔ پھر اس کے پٹھے میں دیکھا جاتا ہے وہاں بھی کوئی شے نظر نہیں آتی۔ پھر اس کے بھالے اور پھل میں دیکھا جاتا ہے تو اس میں بھی کوئی شے نہیں پائی جاتی حالانکہ وہ گوبر اور خون گرا چکا ہوتا ہے۔ ان کی نشانی ایک سیاہ آدمی ہے جس کا ایک ہاتھ۔ یا فرمایا: اس کے پستان عورت کے پستان کی مثل ہوں گے۔ یا گوشت کے ٹکڑے کی مثل ہوگا۔ وہ اسے چباتے ہوئے لوگوں کے ایک گروہ کے پاس آئیں گے۔ آپ نے فرمایا: انہیں کے بارے یہ آیت نازل ہوئی وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے یہ رسول اللہ سے سنا ہے اور میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کیا تو میں آپ کے ساتھ تھا تو وہاں بعینہ اسی طرح کا ایک آدمی لایا گیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حلیہ بیان کیا تھا(1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ کا معنی ہے کہ ان میں سے بعض آپ پر صدقات کی تقسیم میں طعن کرتے تھے۔

امام سنید اور ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت داؤد بن ابی عاصم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ صدقہ کا مال لے کر آئے اور اسے جا بجا تقسیم کیا یہاں تک کہ وہ ختم ہو گیا۔ انصار میں سے ایک آدمی نے آپ کو دیکھا اور اس نے کہہ دیا: کیا یہ عدل ہے؟ پس یہ آیت نازل ہوئی(2)۔

ابوالشیخ نے ایاد بن لقیط سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت اس طرح پڑھی: وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَاهُمْ یَسْخَطُوْنَ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 178، بیروت
2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 177

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا تو میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: بے شک یہ ایسی تقسیم ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد نہیں کیا گیا، سو میں حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس کے بارے آپ کو آگاہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے کہ انہیں اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی لیکن انہوں نے صبر کیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞

''زکوٰۃ تو صرف ان کے لیے ہے جو فقیر، مسکین اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلداری مقصود ہے۔ نیز گردنوں کو آزاد کرانے اور مقروضوں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کے لیے یہ سب فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا دانا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ایک اعرابی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیا حالانکہ آپ ﷺ کچھ تقسیم فرما رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرما لیا اور تقسیم کرتے رہے۔ تو اس نے کہا: کیا آپ بکریاں چرانے والوں کو بھی دیں گے! قسم بخدا آپ نے عدل نہیں کیا یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تیری ہلاکت ہو! جب میں نے عدل نہیں کیا تو پھر اور کون عدل کرے گا؟ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ......الآیہ۔

امام ابو داؤد، بغوی نے معجم میں، طبرانی اور دار قطنی رحمہم اللہ نے حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے اور دار قطنی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف بھی قرار دیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ صدقہ (زکوٰۃ) میں سے مجھے بھی عطا کیجیے تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقات کے بارے میں نبی اور کسی دوسرے کے فیصلے کے ساتھ راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے خود حکم فرمایا ہے اور آٹھ اجزاء کو مصارف کے طور پر بیان کیا ہے۔ پس اگر تو ان میں سے ہے تو میں تیرا حق تجھے ضرور عطا کروں گا(1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اس اثناء میں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ اچانک ایک قوم آئی اور وہ اپنے عامل کی شکایت کرنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے ہم سے اتنی شے لی ہے حالانکہ ہمارے اور اس کے درمیان زمانہ جاہلیت میں مراسم تھے۔ تو رسول

1۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 303 (5285)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے لیے امارت (حکومت) میں خیر اور بھلائی نہیں ہے۔ پھر ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی مال صدقہ میں سے عطا فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کے سپرد نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس کے آٹھ مصارف بیان فرما دیے۔ پس اگر تو بھی ان میں سے ایک جز ہے تو میں تجھے عطا کروں گا اور اگر تو ان سے غنی ہے تو پھر یہ سر کا درد اور پیٹ کی بیماری ہے۔ ''وَاِنْ كُنْتَ غَنِيًّا عَنْهَا فَاِنَّهَا هِيَ صُدَاعٌ فِي الرَّأْسِ وَدَاءٌ فِي الْبَطْنِ''۔

امام سعید بن منصور، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن یزید کندی نے کہا: کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو پڑھاتے تھے۔ تو اس نے پڑھا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ تو اس نے فقراء کو بغیر مد کے پڑھا۔ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مجھے اس طرح نہیں پڑھائی۔ تو اس نے کہا: آپ نے تمہیں یہ کس طرح پڑھائی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت مد کے ساتھ پڑھائی ہے (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اس آیت نے قرآن کریم میں ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (الاسراء: 26) اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ (البقرہ: 271) اور مزید فرمایا وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (الذاریات)

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: یہی وہ شے ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا کہ یہ ان کے لیے ہے۔ پس تم ان میں سے جس صنف کو بھی دے دو گے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جائز قرار دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آٹھ اصناف جنہیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اگر تو چاہے تو ان میں سے صرف ایک صنف کو دے دے یا دو کو یا تین کو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان میں سے صرف ایک صنف کو دینے میں کوئی حرج نہیں (3)۔

ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے حضرت حسن، عطاء، ابراہیم اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسی کی مثل نقل کیا ہے (4)۔

امام ابن منذر اور نحاس رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الفقراء سے مراد فقراء مسلمین ہیں اور مساکین سے مراد طوافون (دروازے پر چکر لگانے والے) ہیں۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم، نحاس اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: فقیر وہ ہوتا ہے جو اپاہج ہو اور مسکین وہ محتاج ہے جو اپاہج نہ ہو (5)۔

1۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 257 (1023) دار الصمیعی الریاض 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 189، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 405 (10450) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ ایضاً (10453) 5۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 152 (1093) دار الکتب العلمیہ بیروت

امام سعید بن منصور اور ابن ابی حاتم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ان کا گزر اہل کتاب میں سے ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو ایک دروازے پر پڑا ہوا تھا۔ تو اس نے کہا: انہوں نے مجھ سے سخت محنت لی ہے اور مجھ سے جزیہ وصول کیا ہے یہاں تک کہ میری بصارت ختم ہوگئی۔ اب کوئی بھی نہیں جو میری طرف کوئی شے لے کر آئے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب ہم نے انصاف نہیں کیا پھر فرمایا: یہ ان میں سے ہے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ پھر آپ نے اس کے لیے حکم دیا کہ اسے رزق دیا جائے اور اس کے نام جاری کر دیا جائے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ کے بارے فرمایا کہ ان سے مراد اہل کتاب کے اپاہج لوگ ہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مشرکین کو زکوٰۃ اور کفارات میں سے کوئی شے نہیں دی جائے گی (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ فقیر نہیں جو درہم کے ساتھ درہم جمع کرے اور نہ وہ فقیر ہے جو کھجور کے ساتھ کھجور جمع کرتا رہے۔ بلکہ فقیر تو وہ ہے جو اپنے کپڑے اور اپنے نفس کو صاف ستھرا اور خالی کردے اور وہ دولت پر قادر نہ ہو۔ رب کریم فرماتا ہے: يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (البقرہ:273)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جابر بن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: فقرآء وہ ہیں جو بتکلف پاک دامن بنتے ہیں اور مساکین وہ ہیں جو سوال کرتے ہیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ ان سے اس آیت کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: فقرآء وہ ہیں جو اپنے گھروں میں رہتے ہیں اور سوال نہیں کرتے اور مساکین وہ ہیں جو اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور سائل بن کر لوگوں کے پاس جاتے ہیں (4)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول بیان کیا ہے کہ فقیر وہ آدمی ہوتا ہے جو اپنی قوم، خاندان اور رشتہ داروں کے درمیان رہتا ہے اور اس کے پاس کوئی مال نہیں ہوتا اور مسکین وہ آدمی ہوتا ہے جس کا نہ خاندان ہوتا ہے اور نہ قرابت ورشتہ داری اور نہ اس کے پاس کوئی مال ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ فقرآء وہ ہیں جنہوں نے ہجرت کی اور مساکین وہ ہیں جنہوں نے ہجرت نہیں کی (5)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زکوٰۃ اسے بھی دی جائے گی جس کا گھر بھی ہو اور خادم و گھوڑا بھی (6)۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 401 (10406) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 402 (10414)

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 418 (10591) 4۔ ایضاً (10594) 5۔ ایضاً (10593) 6۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 402 (10415)

WWW.NAFSEISLAM.COM

اور آپ ہی نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جس آدمی کے پاس مکان اور خادم ہوتا وہ اسے زکوٰۃ دینے سے منع نہیں کرتے تھے (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان سے مراد زکوٰۃ صدقات وصول کرنے کے لیے دوڑ دھوپ اور کوشش کرنے والے لوگ ہیں۔

امام عبدالرزاق اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل اور محنت کے مطابق ہی مال زکوٰۃ میں سے دیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ حق کے ساتھ صدقہ وزکوٰۃ وصول کرنے والا غازی کی طرح ہے یہاں تک کہ وہ واپس اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے (2)۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کی تفسیر میں فرمایا: کہ ان سے مراد ایسے لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اسلام قبول کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقات میں سے کچھ انہیں عطا فرما دیتے۔ سو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں صدقہ میں سے کچھ مال عطا فرما دیتے تو وہ کلمہ خیر اپنی زبان سے ادا کرتے اور کہتے یہ صالح دین ہے۔ اور اگر اس طرح نہ ہوتا تو وہ اس میں عیب اور نقص نکالتے اور اسے چھوڑ دیتے (3)۔

امام بخاری، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یمن سے کچھ ایسی چیزیں بھیجیں جن پر سونے کا پانی چڑھایا ہوا تھا اور ان میں وہاں کی مٹی بھی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مؤلفہ میں سے چار کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ اور وہاں اقرع بن حابس حنظلی، علقمہ بن علاثہ عامری، عیینہ بن بدر فزاری اور زید الخیل الطائی تھے۔ تو قریش و انصار نے کہا: کیا یہ اہل نجد کے سرداروں کے درمیان ہی تقسیم کیا جائے گا اور آپ ہمیں چھوڑ دیں گے؟ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان کی تالیف قلوب کر رہا ہوں (4)۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رضی اللہ عنہ نے سے یہ قول بیان کیا ہے مؤلفہ قلوب بنی ہاشم میں سے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، بنی امیہ میں سے ابوسفیان بن حرب، ابن مخزوم میں سے حارث بن ہشام اور عبدالرحمٰن بن یربوع، بنی اسد میں سے حکیم بن حزام بنی عامر میں سے سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ، بنی جمح میں سے صفوان بن امیہ، بنی سہم میں سے عدی بن قیس، ثقیف میں سے علاء بن حارثہ یا حارثہ، بنی فزارہ میں سے عیینہ بن حصن، بنی تمیم سے اقرع بن حابس، بنی نصر سے مالک بن عوف اور بنی سلیم میں سے عباس بن مرداس تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ہر آدمی کو سوائے عبدالرحمٰن بن یربوع اور حویطب بن عبدالعزیٰ کے سو سو اونٹنیاں عطا

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 402 (10416) 2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 430 (10716)

3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 183، بیروت 4۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 1219 (3166) دار ابن کثیر دمشق

WWW.NAFSEISLAM.COM نفس اسلام

فرمائیں اور ان دو میں سے ہر ایک کو پچاس اونٹنیاں دیں (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وہ لوگ ہیں جو قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وجوہ عرب میں سے وہ قوم ہے کہ لوگ اس کے پاس آتے ہیں اور جب تک وہ رہیں یہ ان پر خرچ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا پھر واپس لوٹ جائیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: آج مولفہ قلوب موجود نہیں ہیں۔

امام بخاری نے تاریخ میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آج مولفہ قلوب نہیں ہیں۔ بلاشبہ یہ وہ لوگ تھے حضور نبی کریم ﷺ جن کی تالیف کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام میں اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس رحمہما اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آ کر کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! ہمارے نزدیک شوریلی زمین ہے اس میں نہ گھاس اگتی ہے اور نہ اس میں کوئی اور منفعت ہے۔ اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو وہ ہمیں عطا فرما دیں تا کہ ہم اس میں ہل چلا کر اس میں فصل وغیرہ کاشت کر لیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش بنا دے۔ پس آپ نے وہ زمین ان کے حوالے کر دی اور اس کے بارے ان دونوں کو تحریر لکھ دی اور انہیں شاہد بنالیا۔ پھر وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چل کر گئے تا کہ اس تحریر پر وہ انہیں بھی شاہد بنالیں۔ جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ تحریر پڑھی تو آپ نے ان کے ہاتھوں سے وہ تحریر لے لی۔ اس پر تھوکا اور اسے پھینک دیا۔ وہ دونوں اس پر ناراضگی کا اظہار کرنے لگے اور آپ کو سخت درشت کلمات کہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ ان دونوں کی تالیف فرمایا کرتے تھے۔ ان دنوں اسلام کمزور تھا۔ بلاشبہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما رکھا ہے۔ سو تم دونوں جاؤ اور خوب محنت کرو۔ اگر تم نے اپنی رعایت نہ کی تو اللہ تعالیٰ تمہاری رعایت نہیں فرمائے گا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ان سے کہا گیا مؤلفہ قلوب کے حصہ کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا: دوسروں کے حصص میں اضافہ کر دو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل نے کہا: فِي الرِّقَابِ سے مراد مکاتبین ہیں۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مال زکوٰۃ میں سے کوئی مکمل غلام آزاد

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 157 (1103) دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ غلام کو کچھ دیا جائے گا اور مکاتب غلام کی مدد کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رقاب کا حصہ دو برابر حصوں میں نصف نصف کیا جائے گا۔ ایک نصف ہر اس مکاتب کے لیے ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے اور باقی نصف کے ساتھ ایسے غلام خریدیں جائیں گے جو نماز پڑھتے ہوں، روزے رکھتے ہوں اور اپنے اسلام پر ثابت قدم ہوں۔ چاہے وہ مذکر ہو یا مؤنث۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد کیا جائے گا۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے کہ کوئی آدمی اپنی زکوٰۃ میں سے حج کے لیے دے اور اس سے کسی غلام کو آزاد کر دے (1)۔

ابو عبید اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنے مال زکوٰۃ سے غلاموں کو آزاد کر۔

امام ابو عبید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ کوئی حرج نہیں دیکھتے تھے کہ کوئی آدمی اپنے مال زکوٰۃ کے عوض کسی غلام کو خریدے پھر اسے آزاد کر دے۔

امام ابو عبید، سعید بن منصور اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مال زکوٰۃ سے غلام کی مدد کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سے آزاد نہیں کیا جاسکتا۔

امام ابو عبید، ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اپنے مال زکوٰۃ سے کسی کو آزاد نہ کر۔ کیونکہ اس میں ولاء جاری ہوتی ہے۔ ابو عبید نے کہا ہے کہ اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول سب سے اعلیٰ اور بہتر ہے اور وہی اتباع کے زیادہ قریب اور تاویل کے اعتبار سے زیادہ معروف اور بہتر ہے۔ اور کثیر اہل علم نے آپ کے ساتھ موافقت کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت زہری سے بیان کیا ہے کہ ان سے غارمین کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ان سے مراد اصحاب دین یعنی مقروض لوگ ہیں۔ اور ابْنِ السَّبِيْلِ (مسافر) بھی مصارف زکوٰۃ میں سے ہے اگر چہ وہ غنی ہو (2)۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: غارمین میں وہ ہے جس کا گھر جل جائے، اس کا مال و متاع سیلاب بہا کر لے جائے اور اس کے اہل و عیال پر قرض کا بوجھ ہو (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو جعفر نے کہا: غارمین سے مراد بغیر کسی فساد کے قرض لینے والے ہیں اور ابْنِ السَّبِيْلِ سے مراد ایک سرزمین سے دوسرے علاقے میں جانے والا مسافر ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت مقاتل نے کہا: غارمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہلاکت اور بہت بڑی آفت میں مبتلا ہونے کے وقت سوال کرتے ہیں۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے مراد مجاہدین ہیں اور ابْنِ السَّبِيْلِ سے مراد راستہ میں اپنے

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 403 (10424) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 424 (10662)
3۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 2، صفحہ 155 (1101) دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 424 (10659)

WWW.NAFSEISLAM.COM

ساتھیوں سے منقطع ہونے والا مسافر ہے، اسے زکوٰۃ کی اتنی مقدار دی جائے گی جس کے سبب وہ اپنی منزل تک پہنچ سکے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ لڑنے والے ہیں اور ابن سبیل سے مراد مسافر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے الا اور ابن سبیل سے مراد مسافر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ابْنِ السَّبِیْلِ وہ فقیر مہمان ہے جو مسلمانوں کے پاس آ کر اترتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایسے آدمی کے بارے پوچھا جو سفر پر اس حال میں نکلا کہ وہ غنی اور خوشحال تھا۔ دوران سفر اس کے پاس موجود ساز و سامان ضائع ہو گیا اور وہ محتاج ہو گیا؟ تو انہوں نے فرمایا: سفر کے دوران اسے مال زکوٰۃ میں سے دیا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ابن سبیل ہے (1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ سے مراد ہے: کسی آدمی کو مال زکوٰۃ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے پر برانگیختہ کرنا۔ اور ابْنِ السَّبِیْلِ سے مراد وہ مہمان اور مسافر ہے جو راستے سے کٹ جائے اور اس کے پاس کوئی شے نہ رہے۔ اور فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ کی تفسیر میں فرمایا: کہ یہ آٹھ حصے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیئے ہیں اور ان کے بارے بتا دیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے پانچ کے کسی غنی کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔ عامل کے لیے جو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے جدوجہد کرنے والا ہو، یا وہ آدمی جس نے اپنے مال کے عوض صدقہ کی کوئی شے خرید لی، یا مقروض کے لیے یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لیے یا مسکین کو کوئی شے بطور صدقہ و زکوٰۃ دی گئی اور پھر اس نے اس میں سے کوئی شے غنی کو بطور ہدیہ اور تحفہ دے دی (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن ماجہ اور نحاس نے ناسخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی نے صدقہ و زکوٰۃ کا سوال کیا حالانکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اسے غنی کر سکتا ہو تو قیامت کے دن اس کا سوال خراش کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کون سی شے اسے غنی کر سکتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پچاس درہم یا ان کی قیمت کا سونا (3)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ان سے مال صدقہ کے بارے پوچھا گیا؟

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 426 (10686) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

2۔ سنن ابن ماجہ، باب من تحل لہ الصدقۃ، جلد 2، صفحہ 410 (1841) دارالکتب العلمیہ بیروت

3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 409 (1840)

WWW.NAFSEISLAM.COM

تو انہوں نے فرمایا: یہ بہت برا مال ہے۔ بلاشبہ یہ لنجے، لنگڑے، اندھے اور ہر راستہ بھٹک جانے والے کا مال ہے۔ عرض کی گئی: کیا عاملین زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا اس مال پر حق ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: عاملین زکوٰۃ کے لیے تو اس کی مشقت اور محنت کے برابر ان کا حق ہے۔ رہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے تو یہ ایسی قوم ہے جن کے لیے صدقہ (زکوٰۃ) حلال کیا گیا ہے۔ بلاشبہ زکوٰۃ کسی غنی اور کسی ذی مرتبہ آدمی کے لیے حلال نہیں۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آٹھ حصوں میں زکوٰۃ فرض قرار دی ہے۔ پس یہ زکوٰۃ سونے، چاندی، اونٹ، گائے، غنم، کھیتی (زمینی پیداوار) بیلیں اور کھجوروں پر فرض ہے۔ پھر زکوٰۃ کے آٹھ ہی مصارف بیان کئے گئے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ ...... الآیہ۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے تخمینوں میں مسلمانوں پر تخفیف کرو۔ کیونکہ ان میں عرایا بھی ہیں اور وصایا بھی۔ پس عرایا تو کھجور کے تین، چار یا کم و بیش ایسے درخت ہیں جن کا پھل ایک آدمی اپنے بھائی کو دے دیتا ہے تاکہ وہ اور اس کے اہل و عیال وہ پھل کھائیں۔ اور وصایا سے مراد وہی آٹھ حصص ہیں جن کا ذکر زیر بحث آیت میں ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بنی ہلال کے ایک آدمی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ زکوٰۃ کسی غنی اور کسی ذی مرتبہ آدمی کے لیے حلال نہیں ہے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور ترمذی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ صدقہ کسی غنی اور کسی ذی مرتبہ کے لیے حلال نہیں ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوداؤد اور نسائی نے عبید اللہ بن عدی بن خیار سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مجھے دو آدمیوں نے خبر دی ہے کہ وہ دونوں حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دونوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے صدقہ کے بارے پوچھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ہماری جانب نظر اٹھائی اور پھر جھکالی اور ہمارے جسموں کو دیکھا اور فرمایا: اگر تم دونوں چاہو تو میں تمہیں عطا کر دیتا ہوں اور اس صدقہ میں کسی غنی اور کمانے کی قوت رکھنے والے کا کوئی حصہ نہیں (3)۔

وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿61﴾

''اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو (اپنی بدزبانی سے) اذیت دیتے ہیں نبی (کریم) کو اور کہتے ہیں یہ کانوں کا

1۔ مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 192، دار صادر بیروت
2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 424 (10663) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
3۔ ایضاً، جلد 2، صفحہ 424

کہا ہے۔ فرمایئے وہ سنتا ہے جس میں بھلا ہے تمہارا، یقین رکھتا ہے اللہ پر اور یقین کرتا ہے مومنوں (کی بات) پر اور سراپا رحمت ہے ان کے لیے جو ایمان لائے تم میں سے اور جو لوگ دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ نبتل بن حارث رسول اللہ ﷺ کے پاس آتا تھا اور آپ ﷺ کے قریب بیٹھ کر آپ کی باتیں سنتا تھا۔ پھر آپ ﷺ کی گفتگو منافقین تک پہنچاتا تھا۔ اسی نے انہیں کہا: کہ محمد ﷺ تو کان کے کچے ہیں۔ جو کوئی جو بات بھی ان سے کہہ دے وہ اسے مان لیتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی کے بارے میں مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منافقین میں سے بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ ان میں جلاس بن سوید بن صامت، جحش بن حمیر اور ودیعہ بن ثابت تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں زبان طعن دراز کریں۔ تو ان میں سے بعض نے دوسرے بعض کو منع کیا اور کہا کہ ہمیں یہ خوف ہے کہ یہ بات محمد (ﷺ) تک پہنچ جائے گی اور وہ تم سے انتقام لیں گے۔ اور بعض نے کہا: بلاشبہ محمد ﷺ کانوں کے کچے ہیں، ہم انہیں حلف دے دیں گے تو وہ ہماری تصدیق کر لیں گے۔ چنانچہ یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ ہر ایک سے سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ یعنی وہ تصدیق کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور مومنین کی تصدیق کرتا ہے(1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی وہ سب کچھ سنتا ہے جو اسے کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں جو ہم چاہیں اسے کہہ لیں گے پھر ہم اس کے لیے حلف اٹھا لیں گے اور وہ ہماری تصدیق کر دیں گے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ الاذن سے مراد وہ ہے جو ہر ایک کی بات سنتا ہو اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُؤْمِنُ بِاللَّهِ کا معنی ہے: وہ اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرتا ہے اس کے سبب جو اس کی طرف نازل کیا گیا اور وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ کا معنی ہے کہ وہ ان معاملات میں مومنین کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے درمیان رو پذیر ہوتے ہیں یعنی ان کے حقوق، ان کی عورتوں اور ان کے اموال کے بارے ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 191، دار احیاء التراث العربی بیروت

کے مابین جو شہادتیں اور قسمیں واقع ہوتی ہیں۔ وہ ان کی تصدیق کرتا ہے۔

امام طبرانی، ابن عساکر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عمیر بن سعد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ اس کا سبب یہ ہوا کہ عمیر بن سعد اہل مدینہ کی باتیں سنتا تھا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر سرگوشیاں کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ عمیر بن سعد کو اذیت دیتے اور آپ ﷺ کے ساتھ مجالست کو ناپسند کرتے اور کہتے یہ کانوں کا کچا ہے۔ واللہ اعلم۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾

”(منافق) قسمیں اٹھاتے ہیں اللہ کی تمہارے سامنے تاکہ خوش کریں تمہیں۔ حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ ایمان دار ہیں“۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: قسم بخدا! بلاشبہ یہ ہمارے اخیار اور ہمارے اشراف ہیں۔ اور جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو یہ گدھوں سے بڑھ کر ان کے لیے شر ہے۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے یہ قول سن لیا تو اس نے کہا: قسم بخدا! جو کچھ محمد ﷺ فرماتے ہیں وہ یقیناً حق ہے اور تو گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ پس وہ آدمی یہ قول سن کر دوڑتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا اور آپ کو اس کی خبر دی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس آدمی کو بلا بھیجا اور فرمایا: جو کچھ تو نے کہا ہے اس پر تجھے کس نے ابھارا ہے؟ سو وہ لعن طعن کرنے لگا اور اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہنے لگا: اس نے ایسا نہیں کہا اور مسلمان آدمی یہ کہنے لگا: اے اللہ! سچ بولنے والے کو سچا کر دے اور جھوٹ بولنے والے کو جھوٹا کر دے۔ سو اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی کی مثل قول نقل کیا ہے اور مسلمان کا نام عامر بن قیس ذکر کیا ہے جو کہ انصار میں سے تھا۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۚ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾

”کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو اس کے لیے آتش جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے“۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کا معنی ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے دشمنی کرتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں ارشاد فرمایا: کہ ایک بندے کو لایا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام واکرام فرمایا اور اسے وافر رزق عطا کیا۔ اسے صحت مند بدن عطا فرمایا۔ حالانکہ اس نے اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑا کر دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا تو نے اپنے اس دن کے لیے کون سے عمل کیے؟ اور تو نے اپنے نفس کے لیے آگے کیا بھیجا؟ پس وہ کوئی ایسی نیکی اور خیر نہیں پائے گا جو اس نے آگے بھیجی ہو۔ وہ رونے لگے گا یہاں تک کہ آنسو جاری ہو جائیں گے۔ پھر اسے عار دلائے جائے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کا وقت ضائع کرنے کے سبب رسوا کیا جائے گا۔ پس وہ خون رونے لگے گا۔ پھر اسے عار دلائے جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ کہنیوں تک کھا جائے گا۔ پھر اسے عار دلائی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کو ضائع کرنے کے سبب اسے رسوا کیا جائے گا اور وہ بلند آواز سے زور زور سے رونے لگے گا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے اس کے رخساروں پر نکل آئیں گے اور ان دونوں میں سے ہر ایک بہت بڑے شگاف میں ہوگا۔ پھر اسے عار دلائی جائے گی اور اسے رسوا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے آتش جہنم کی طرف بھیج دے اور اس مقام پر مجھ پر رحم فرما۔ اسی کے بارے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

"ڈرتے رہتے ہیں منافق کہ کہیں نازل (نہ) کی جائے اہل ایمان پر کوئی سورۃ جو آگاہ کر دے جو کچھ منافقوں کے دلوں میں ہے۔ آپ (انہیں) فرمائیے کہ مذاق کرتے رہو، یقیناً اللہ ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم خوف زدہ ہو"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا۔ وہ آپس میں باتیں کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کہیں اسے ہمارے خلاف افشاء اور ظاہر نہ کر دے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس سورہ کا نام الفاضحہ ہے یعنی منافقین کو رسوا کرنے والی اور اسے مثیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے ان کے عیوب ونقائص ظاہر کر دیئے کہ جس آدمی نے سات کمروں میں (چھپ کر) بھی نیک عمل کیا اللہ تعالیٰ اسے ضرور ظاہر فرما دے گا۔ اور جس کسی نے گناہ کا عمل سات کمروں میں (چھپ کر) بھی کیا اللہ تعالیٰ اسے بھی ضرور ظاہر کر دے گا اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے ہوتی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾

''اور اگر آپ دریافت فرمائیں ان سے تو کہیں گے بس ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ آپ فرمایئے (گستاخو!) کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے تم مذاق کیا کرتے تھے (اب) بہانے مت بناؤ تم کافر ہو چکے (اظہار) ایمان کے بعد اگر ہم معاف بھی کر دیں ایک گروہ کو تم میں سے تو عذاب دیں گے دوسرے گروہ کو کیونکہ وہی (اصلی) مجرم تھے''۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت شریح بن عبید رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: اے گروہ قراء! تمہیں کیا ہے کہ تم ہم سے زیادہ بزدل ہو اور جب تم سے سوال کیا جائے تو تم زیادہ بخل کرتے ہو اور جب تم کھانے لگو تو بڑے بڑے لقمے بناتے ہو؟ تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس سے اعراض کر لیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا اور اس کی اطلاع حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دی۔ پس حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس آدمی کی طرف گئے جس نے یہ قول کہا تھا۔ اس کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے خوب گھونٹ دیا۔ پھر اسے کھینچ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ تو اس آدمی نے کہا: بے شک ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ غزوۂ تبوک کے دوران ایک دن مجلس میں ایک آدمی نے کہا: ہم نے اپنے ان قراء کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔ کوئی ان سے بڑھ کر پیٹ پوجا (کھانے) کی رغبت نہیں رکھتا، کوئی ان سے زیادہ زبان سے جھوٹ بولنے والا نہیں اور نہ کوئی دشمن سے مقابلہ کے وقت ان سے بڑھ کر بزدل ہے۔ تو ایک آدمی نے مجلس میں کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے اور تو منافق ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اس کے بارے خبر دوں گا۔ پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور قرآن نازل ہوا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اسے اس حال میں دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کے تنگ کے ساتھ چمٹا پڑا تھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بے شک ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرما رہے تھے: کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول مکرم کے ساتھ تم استہزاء کرتے ہو؟ (1)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، عقیلی نے الضعفاء میں، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور خطیب نے رواۃ مالک میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''میں نے عبداللہ بن ابی کو دیکھا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 195، دار احیاء التراث العربی بیروت

سامنے تیز دوڑ رہا تھا، پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا یا محمد! (ﷺ) ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبی کر رہے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے کیا اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ تم مذاق کرتے ہو"؟

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: محمد (ﷺ) ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں کی ناقہ فلاں فلاں دن میں فلاں فلاں وادی میں تھی۔ کیا وہ اس طرح غیب جانتے ہیں؟

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے: اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کی تیاری میں تھے، منافقین میں سے کچھ لوگ آپ کے سامنے تھے۔ انہوں نے کہا: یہ آدمی توقع رکھتا ہے کہ اس کے لیے شام کے محلات اور وہاں کے قلعے فتح کر دیئے جائیں گے؟ یہ بہت بعید ہے یہ بہت بعید ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس پر مطلع فرما دیا۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ان سواروں کے بارے بتاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تم نے اس اس طرح کہا ہے؟ تو ان سب نے یہی کہا: یا نبی اللہ! ﷺ ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کر رہے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی جو تم سن رہے ہو۔

امام فریابی، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے کسی سفر میں تھے اور منافقین میں سے کچھ لوگ آپ ﷺ کے آگے آگے چلنے لگے اور انہوں نے کہا: اگر وہ حق ہے جو محمد ﷺ کہتے ہیں تو پھر گدھوں سے بھی زیادہ شریر ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وہی کچھ نازل فرما دیا جو انہوں نے کہا۔ پس آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا اور فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم تو صرف دل لگی اور خوش طبعی کرتے ہیں۔

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مخشی بن حمیر نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے خلاف یہ فیصلہ کیا جائے کہ تم میں سے ہر آدمی مجھے سو درے لگائے۔ اس شرط پر کہ ہمارے بارے میں جو قرآن نازل ہوا ہے وہ اس سے نجات پا جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے کہا: اس قوم کو پالو کیونکہ وہ جلنے لگے ہیں اور ان سے اس کے بارے پوچھو جو کچھ انہوں نے کہا ہے کیونکہ وہ انکار کریں گے اور اسے چھپائیں گے تو تم کہو: بلکہ تم نے اس اس طرح کہا ہے۔ پس وہ ان کی طرف گئے اور ان سے جا کر کہا۔ تو وہ معذرت کرتے ہوئے آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ الآیہ۔ پس وہ جس سے اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمائی وہ مخشی بن حمیر ہے۔ اسے عبدالرحمٰن کہا جاتا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ انہیں شہادت کی موت عطا فرمائے۔ ان کے مقتل کا علم نہیں ہے۔ انہیں یمامہ میں قتل کیا گیا لیکن ان کا مقتل معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے، نہ ان کا کوئی نشان دیکھا گیا اور نہ کسی آنکھ نے انہیں دیکھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: یہ آیت بنی عمرو

WWW.NAFSEISLAM.COM

بن عوف میں سے منافقین کے ایک گروہ کے بارے نازل ہوئی۔ ان میں ودیعہ بن ثابت اور اشجع کا ایک آدمی تھا جو ان کا حلیف تھا۔ اسے مخشی بن حمیر کہا جاتا تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تبوک کی طرف چل رہے تھے۔ تو ان میں سے بعض نے بعض کو کہا: کیا تم دوسروں کے قتال کی طرح بنی اصفر کے قتال کا گمان رکھتے ہو؟ قسم بخدا! یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں کل تمہیں رسیوں میں باندھ کر کھینچا جائے گا۔ مخشی بن حمیر نے کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے خلاف فیصلہ کیا جائے۔ پھر راوی نے اس کے بعد اوپر والی روایت کے مطابق ساری گفتگو ذکر کی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابوالشیخ نے حضرت کلبی سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ تبوک سے آئے تو آپ کے سامنے تین گروہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول مکرم ﷺ اور قرآن کریم کے ساتھ استہزاء کیا تھا۔ راوی نے کہا: کہ ان میں سے ایک آدمی نے گفتگو میں دلچسپی نہ لی اور وہ ایک طرف ہو کر چلنے لگا۔ اسے یزید بن ودیعہ کہا جاتا ہے۔ سو یہ آیت نازل ہوئی: اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآىِٕفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآىِٕفَةً اسے طائفہ کہا گیا حالانکہ وہ ایک آدمی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طَآىِٕفَةٍ سے مراد ایک خاص آدمی اور ایک جماعت ہے۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طائفہ کا اطلاق ایک سے لے کر ہزار تک ہے (1)۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: طائفہ کا اطلاق ایک آدمی اور ایک سے زیادہ افراد پر ہوتا ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآىِٕفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآىِٕفَةً کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اگر ان کے بعض کو معاف کر بھی دیا گیا تو اللہ تعالیٰ ان میں سے دوسروں کو عذاب دینا ترک نہیں کرے گا کیونکہ اصلی مجرم وہی ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مدینہ میں منافقین میں سے جو پیچھے رہ گئے تھے، ان میں سے ایک بنی عمرو بن عوف کا ایک فرد وداعہ بن ثابت بھی تھا۔ اس سے کہا گیا کس چیز نے تجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رکھا ہے؟ تو اس نے کہا: دل لگی اور لعب ولہو نے۔ تو اس کے بارے اور اس کے ساتھیوں کے بارے ہی اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

اَلۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الۡمُنٰفِقٰتُ بَعۡضُهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمُنۡكَرِ وَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمَعۡرُوۡفِ وَيَقۡبِضُوۡنَ اَيۡدِيَهُمۡ ‌ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمۡ ‌ؕ اِنَّ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 158 (1106)، دار الکتب العلمیہ بیروت

الْمُنٰفِقِیْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ
جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ هِیَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّقِیْمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ
اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ
اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ یَاْتِهِمْ نَبَاُ
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۙ وَ قَوْمِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اَصْحٰبِ
مَدْیَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ
لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾

”منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں حکم دیتے ہیں برائی کا اور روکتے ہیں نیکی سے اور بند رکھتے ہیں اپنے ہاتھ (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے بھلا دیا ہے اللہ کو تو اس نے بھی فراموش کر دیا ہے انہیں، بے شک منافق ہی نافرمان ہیں وعدہ کیا ہے اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں یہی۔ کافی ہے انہیں۔ نیز لعنت کی ہے ان پر اللہ نے اور انہی کے لیے ہے دائمی عذاب (منافقو!) تمہاری حالت بھی ایسی ہے جیسے ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزرے، وہ زیادہ تھے تم سے قوت میں اور مال اور اولاد کی کثرت میں۔ سو لطف اٹھایا انہوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے اور تم نے بھی لطف اٹھایا اپنے (دنیوی) حصہ سے انہی طرح جیسے لطف اٹھایا انہوں نے جو تم سے پہلے ہو گزرے اپنے (دنیوی) حصہ سے اور (لذتوں میں) تم بھی ڈوبے رہے جیسے وہ ڈوبے رہے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں ضائع ہو گئے جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں کیا نہ آئی ان کے پاس خبر ان لوگوں کی جو ان سے پہلے گزرے (یعنی) قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور وہ بستیاں جنہیں الٹ دیا گیا تھا۔ آئے تھے ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر اور نہ تھا اللہ (کا یہ دستور) کہ ظلم کرتا ان پر بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے تھے“۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ان سے منافق کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا: منافق وہ ہے جو اسلام سے متصف ہوتا ہے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ابوالشیخ نے حضرت حسن سے یہ قول بیان کیا ہے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں ایک نفاق حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو جھٹلانے کا ہے اور وہ کفر ہے اور ایک نفاق خطاؤں اور گناہوں کا ہے اور یہ وہ ہے جس کی اپنے ساتھی کے لیے توقع رکھی جا سکتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ سے مراد تکذیب ہے۔ فرمایا حالانکہ وہ منکر کا انکار کرتا ہے۔ اور وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ کے بارے فرمایا: کہ اس سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کا اقرار کرنا ہے اور یہی سب سے بڑھ کر نیکی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر وہ آیت جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے منکر کا لفظ بتوں اور شیطانوں کی عبادت کرنے کے معنی میں ذکر کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ کے بارے میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں کچھ خرچ کرنے سے ہاتھ کھولتے نہیں۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ کے بارے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے وہ اپنے ہاتھ بھلائی اور نیکی کے لیے کھولتے نہیں۔ اور نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ کے بارے کہا ہے کہ انہوں نے ہر خیر اور بھلائی کو بھلا دیا ہے اور انہوں نے شر اور برائی کو نہیں بھلایا۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ کے بارے فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت و کرامت اور ثواب سے انہیں محروم کر دیا۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نَسُوا اللّٰهَ کا معنی ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے امر کو ترک کر دیا فَنَسِيَهُمْ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیا کہ انہیں ایمان لانے اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں بھلاتا۔ بلکہ وہ انہیں قیامت کے دن بھلائی سے محروم کر دے گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ انہوں نے عذاب میں اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ کی تفسیر میں کہا ہے: کہ ان کفار کا کام بھی تم سے پہلے والے کفار کی طرح ہے۔

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آج کی رات گزشتہ رات کے کتنی مشابہ ہے كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً۔ الی قولہ۔ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا وہ بنی اسرائیل ہیں جن کا ہم نے انہیں مشابہ قرار دیا ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! ہم ضرور بہ ضرور ان کی اتباع کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کوئی آدمی گوہ کی بل میں داخل ہوا، تو تم بھی یقیناً اس میں داخل ہو گے (1)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 199، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بِخَلَاقِهِمْ کا معنی ہے، اپنے دین سے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''الخلاق'' کا معنی دین ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ کا معنی ہے سو انہوں نے اپنے دنیوی حصہ سے لطف اٹھایا۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تم بھی لہو ولعب میں مشغول رہے جیسے وہ لہو ولعب میں مشغول رہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں اس سے ڈرایا ہے کہ تم اسلام کے بارے میں کوئی نئی بات کرو۔ اور آپ جانتے ہیں کہ عنقریب اس امت میں اقوام ایسا کریں گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ...... الآیہ۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الْمُؤْتَفِكٰتِ سے مراد قوم لوط کی بستیاں ہیں جنہیں ان کے ساتھ اوپر سے نیچے کی جانب الٹ دیا گیا تھا۔

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۷۲﴾

''نیز مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں جن پر ضرور رحم فرمائے گا اللہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا، رواں ہیں جن کے نیچے ندیاں، یہ ہمیشہ رہیں گے ان میں۔ نیز (وعدہ کیا ہے) پاکیزہ مکانات کا سدا بہار باغوں میں اور رضائے خداوندی ان سب نعمتوں سے بڑی ہے۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے''۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں

مال خرچ کرنے اور ہر وہ عمل جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہو، کی جانب دعوت دیتے ہیں وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور شرک وکفر سے روکتے ہیں پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر فرض قرار دیا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ان کی اخوت و بھائی چارہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اللہ تعالیٰ کی ولایت کے سبب ہی باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔

امام ابن ابی الدنیا نے کتاب قضاء الحوائج میں اور طبرانی رحمہما اللہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں نیکی کرنے والے آخرت میں بھی نیکی کرنے والے ہیں اور دنیا میں برائی کرنے والے آخرت میں برائی کرنے والے ہیں۔ اسے ابن ابی شیبہ نے ابوعثمان سے مرسل ذکر کیا ہے (1)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک معروف اور منکر دو مخلوقیں ہیں جنہیں قیامت کے دن نصب کیا جائے گا۔ پس معروف اپنے اہل کو بشارت دے گی اور ان کے لیے خیر اور بھلائی تیار کرے گی۔ رہی منکر تو یہ اپنے اصحاب کو کہے گی تمہارے لیے وہ کچھ لازم ہو چکا ہے جس کی تم استطاعت اور طاقت نہیں رکھتے۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد رأس العقل لوگوں کا باہم ایک دوسرے سے نرمی کرنا ہے۔ مشورہ کے بعد ہرگز کوئی آدمی ہلاک نہیں ہوگا۔ دنیا میں اہل معروف آخرت میں بھی اہل معروف ہوں گے اور دنیا میں اہل منکر آخرت میں بھی اہل منکر ہوں گے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں نیکی کے اہل ہیں اور دنیا میں برائی کرنے والے آخرت میں برائی کے اہل ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک مسافر آدمی کی صورت میں نیکی کو اٹھائے گا۔ وہ اپنے صاحب (نیکی کرنے والے) کے پاس آئے گا۔ جب اس کی قبر شق ہوگی تو وہ اس کے لیے چہرے سے مٹی صاف کرے گا اور کہے گا: اے اللہ تعالیٰ کے ولی! تجھے اللہ تعالیٰ کی حفظ وامان اور اس کی عزت وکرامت کی بشارت ہو۔ یوم قیامت کے ہولناکیوں میں سے جو تو دیکھ رہا ہے، تیرے لیے ان میں سے کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوگا۔ وہ اسے مسلسل یہ کہتا رہے گا اس سے ڈر، اس سے بچ، اس طرح اس کا ڈر سکون میں بدل جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ پل صراط سے گزر جائے گا۔ پس جب وہ پل صراط سے گزر جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا یہ ولی اور دوست جنت میں اپنے مراتب ومنازل کی طرف متوجہ ہوگا۔ پھر دوبارہ معروف ظاہر ہوگا اور

1۔ معجم کبیر از طبرانی، جلد 6، صفحہ 246 (6112) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس کے ساتھ چمٹ جائے گا۔ سو وہ کہے گا: یا عبداللہ! تو کون ہے تیرے سوا قیامت کی ہولناکیوں میں خلائق نے مجھے رسوا کیا۔ پس تو کون ہے؟ تو وہ اسے جواب دے گا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں؟ وہ کہے گا نہیں۔ تو پھر وہ کہے گا میں وہ نیکی ہوں جسے تو نے دنیا میں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے تخلیق فرما کر بھیجا تاکہ میں تجھے اس کے عوض قیامت کے دن جزاء دلواؤں۔

امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے حاکم نے اسے صحیح اور ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے رحماء (باہم رحم کرنے والے) سے نیکی طلب کرو، ان کی اطراف واکناف میں سکونت اختیار کرو اور سخت دل لوگوں سے اس کا مطالبہ نہ کرو۔ کیونکہ ان پر لعنت نازل ہوئی ہے۔ اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے نیکی کو پیدا کیا ہے اور اس کے لیے اس کے اہل (نیکی کرنے والے) بھی پیدا فرما دیے ہیں اور اسے ان کے نزدیک محبوب بنا دیا ہے اور اس کا کرنا ان کے نزدیک پسندیدہ بنا دیا ہے۔ اور نیکی کے طلاب کو ان کی طرف ایسے متوجہ کر دیا ہے جیسا کہ وہ قحط زدہ مردہ زمین میں پانی برسا دے تاکہ وہ اس کے سبب زندہ ہو جائے اور اس کے باسی بھی اس کے سبب زندہ ہو جائیں۔ بے شک جو دنیا میں نیکی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھی نیکی کے اہل ہیں (1)۔

امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا: میری امت کے رحماء سے نیکی تلاش کرو، تم ان کے سایہ میں رہو گے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح اور ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے (2)۔

امام حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیکی کرنے والے برائی، آفات اور ہلاکتوں کے مقامات سے بچتے ہیں اور دنیا میں نیکی کرنے والے ہی آخرت میں اہل معروف ہیں (3)۔

ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہو گا، تو اللہ تعالیٰ اولین وآخرین سب کو جمع فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ منادی کو حکم ارشاد فرمائے گا اور وہ یہ ندا دے گا: سنو! دنیا میں نیکی کرنے والے کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم دنیا میں نیکی کرتے تھے؟ وہ عرض کریں گے: ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: تم ہی آخرت میں بھی اہل معروف ہو۔ پس انبیاء ورسل علیہم السلام کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جن کے لیے پسند کرو شفاعت کرو اور انہیں جنت میں داخل کر دو۔ یہاں تک کہ آخرت میں ان کے ساتھ ایسی ہی نیکی کرو جیسے دنیا میں تم نے ان کے ساتھ نیکی کی۔

"فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: اَنْتُمْ اَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الدُّنْيَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعَمْ۔ فَيَقُوْلُ: وَاَنْتُمْ اَهْلُ الْمَعْرُوْفِ فِي الْاٰخِرَةِ فَقُوْمُوْا مَعَ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ فَاشْفَعُوْا لِمَنْ اَحْبَبْتُمْ فَاَدْخِلُوْهُ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُدْخِلُوْا عَلَيْهِمُ الْمَعْرُوْفَ فِي الْاٰخِرَةِ كَمَا اَدْخَلْتُمْ عَلَيْهِمُ الْمَعْرُوْفَ فِي الدُّنْيَا"

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے کتاب قضاء الحوائج میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ

1۔ متدرک حاکم، جلد 4، صفحہ 357، بیروت 2۔ ایضاً، کتاب الرقاق، جلد 4، صفحہ 357، بیروت 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 213، بیروت

ﷺ نے فرمایا: ہرنیکی صدقہ ہے۔ اور نیکی ستر نوع کی بلاؤں سے بچاتی ہے اور یہ برے انجام سے محفوظ رکھتی ہے۔ معروف اور منکر دونوں کو تخلیق کر کے قیامت کے دن لوگوں کے لیے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پس معروف اپنے اہل کو لازم پکڑے رہے گی اور منکر اپنے اہل کے ساتھ ساتھ رہے گی حتیٰ کہ انہیں جہنم کی طرف کھینچ کر اور ہانک کر لے جائے گی۔

امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین بندہ وہ ہے جس کے نزدیک نیکی کو پسندیدہ بنادیا جائے اور اس کا کرنا اس کے لیے محبوب ہو۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کئی چہرے نیکی کے لیے بنائے ہیں اور نیکی کا کرنا ان کے نزدیک پسندیدہ بنادیا ہے۔ اور نیکی کے طالبوں کو ان کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ اور ان پر عطا کرنا ایسا آسان بنادیا ہے جیسا کہ قحط زدہ زمین کے لیے بارش تا کہ وہ اسے زندہ کرے اور اس کے باسیوں کو خوشحالی اور حیات نو عطا کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے نیکی کے دشمن بھی بنادیے ہیں۔ ان کے نزدیک نیکی کو مبغوض بنادیا ہے اور اس کا کرنا ان کے نزدیک مبغوض بنادیا ہے اور ان پر اسے عطا کرنا اس طرح روک دیا ہے جیسا کہ وہ قحط زدہ زمین سے بارش کو روک لے، تا کہ وہ اسے اور اس کے باسیوں کو ہلاک کر دے اور اکثر کو اللہ تعالیٰ مٹادے اور ان میں سے اکثر کا نام ونشان تک اللہ تعالیٰ مٹادے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی کے کام کرنا تم پر لازم ہے۔ کیونکہ یہ برائیوں کے مقامات میں گرنے سے بچاتی ہے اور تم پر خفیہ صدقہ کرنا لازم ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہرنیکی صدقہ ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، قضاعی، عسکری اور ابن ابی الدنیا رحمہم اللہ نے حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہرنیکی صدقہ ہے۔ آدمی نے جو کچھ بھی اپنی ذات اور اپنے گھر والوں پر خرچ کیا، تو اس کے لیے اس کے عوض صدقہ لکھ دیا گیا۔ اور اس نے جس کے سبب اپنی عزت محفوظ رکھی تو اس کے عوض بھی اس کے لیے صدقہ لکھ دیا گیا۔ محمد بن منکدر سے پوچھا گیا ماوقی به عرضه کا کیا معنی ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس سے مراد ہر وہ شے ہے جو وہ کسی شاعر اور صاحب لسان متقی کو دیتا ہے۔

امام ابن ابی الدنیا، بزار اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ نیکی جو تو نے کسی غنی یا فقیر کے ساتھ کی وہ صدقہ ہے(1)۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی جو نیکی کسی غنی یا فقیر کے ساتھ کرتا ہے، تو وہ اس کے لیے صدقہ ہے۔

1۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 90 (10047) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے حضرت جابر جعفی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے نیکی کرنا انتہائی اچھا اور قابل تعریف ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ کی تفسیر کے بارے سوال کیا تو دونوں نے فرمایا: اسے خبیر (اللہ تعالیٰ) پر چھوڑ دو۔ ہم نے اس کے بارے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں موتیوں کا محل ہے۔ اس محل میں سرخ یاقوت کے ستر دار ہیں۔ ہر دار میں سبز زمرد کے ستر مکان ہیں ہر مکان میں ستر پلنگ ہیں، ہر پلنگ پر ہر رنگ کے ستر بستر ہیں۔ ہر بستر پر حور عین میں سے ایک عورت ہے۔ ہر مکان میں ستر دستر خوان ہیں۔ ہر دستر خوان پر ہر کھانے کے ستر رنگ ہیں۔ ہر مکان میں ستر خدمت گار لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ پس مومن کو ہر صبح اتنی قوت عطا کی جاتی ہے جو اسے اس میں سے ہر شے کا مستحق بنا سکتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کے سو درجے ہیں، اس کا پہلا درجہ چاندی کا ہے، اس کی زمین چاندی کی ہے، اس کے مکانات چاندی کے ہیں، اس کے برتن چاندی کے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے، دوسرا درجہ سونے کا ہے، اس کی زمین سونے کی ہے، اس کے مکانات سونے کے ہیں، اس کے برتن سونے کے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے، تیسرا درجہ موتیوں کا ہے، اس کی زمین موتیوں کی ہے، اس کے برتن موتیوں کے ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے اور اس کے بعد ستانوے درجے ہیں۔ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ انسان کے دل میں ان کے بارے کوئی خیال پیدا ہوا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو حازم رحمہ اللہ نے کہا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کے لیے جنت میں چار برید مسافت کے برابر موتیوں کا وعدہ فرمائے گا۔ ان کے دروازوں، کمروں اور تالوں میں کسی قسم کی کوئی توڑ پھوڑ نہیں ہوگی اور جنت کے سو درجے ہیں۔ ان میں سے تین چاندی، سونے، موتی، زبرجد اور یاقوت کے ہیں اور بقیہ ستانوے کے بارے صرف وہی جانتا ہے جس نے انہیں تخلیق فرمایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہل جنت میں ادنیٰ درجے کے آدمی کے لیے ہزار محل ہوں گے، ہر دو محلوں کے درمیان ایک سال کی مسافت ہوگی۔ وہ اس کی آخری حد کو ایسے ہی دیکھے گا جیسے وہ اس کے قریب کو دیکھتا ہوگا۔ ہر محل میں حور عین، ریاحین اور بچے ہوں گے جو شے وہ مانگے گا وہی وہ پیش کریں گے۔

ابن ابی شیبہ نے مغیث بن سمی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بے شک جنت میں سونے کے محلات ہیں، چاندی کے محلات ہیں یاقوت کے محلات ہیں اور زبرجد کے محلات ہیں۔ اس کے پہاڑ کستوری کے ہیں اور اس کی مٹی ورس اور زعفران کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: جنت میں یاقوت ہے جس میں نہ پھٹن ہے اور نہ جوڑ۔ اس میں سترہ ہزار دار ہیں، ہر دار میں ستر ہزار حور عین ہیں، ان میں نبی، صدیق، شہید، امام عادل یا اپنی ذات میں محکم کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ حضرت کعب سے پوچھا گیا اپنی ذات میں محکم سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا: وہ آدمی جسے دشمن پکڑ لے۔ اور وہ اسے یہ اختیار دے دے کہ یا کفر اختیار کر لے یا پھر وہ اسلام کا پابند رہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ تو وہ اسلام پر کاربند رہنے کو اختیار کر لے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جَنّٰتِ عَدْنٍ کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ اس سے مراد آدمی کا وہ مکان ہے جس میں وہ ہوگا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان سے مراد جنت میں ان کے مکان ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت خالد بن معدان سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں جَنّٰتِ عَدْنٍ کو تخلیق فرمایا۔ موتیوں کو اچھی طرح ڈھالا اور اس میں ٹہنیاں گاڑ دیں۔ پھر اسے کہا: پھیل جا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ پھر اسے فرمایا: جو کچھ تجھ میں نہریں اور پھل ہیں انہیں نکال دے۔ تو اس نے ایسا کر دیا اور کہا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ (المومنون)

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ کی تفسیر میں کہا کہ جب انہیں خبر دی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔ تو یہی ان کے نزدیک تمام تحائف اور تسلیم سے بڑھ کر عظیم اعزاز ہوگا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم کسی شے کی خواہش رکھتے ہو؟ کیا میں تمہارے لیے اس کا اضافہ کر دوں؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! کیا کوئی شے باقی ہے جسے ابھی تک ہم نے نہیں پایا؟ تو رب کریم فرمائے گا: نعم۔ ہاں۔ میری رضا، سو اب میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابو عبد الملک جہنی رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا کی نعمت ان تمام نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہے جو نعمتیں ان کے لیے جنتوں میں ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شمر بن عطیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن انتہائی کمزور اور متغیر اللون صورت والے آدمی کے پاس قرآن کریم اس وقت آئے گا، جب اس کی قبر کو شق کیا جائے گا اور اسے کہے گا تجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عزت و کرامت کی بشارت ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے لیے عزت و کرامت کا حلہ ہوگا۔ تو وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میرے لیے اضافہ فرما۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضا اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہی سب سے بڑھ کر ہے۔

امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے یہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 204، دار احیاء التراث العربی بیروت

حدیث بیان کی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے لَبَّيْكَ يَا رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ۔ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں۔ تو رب کریم فرمائے گا کیا تم راضی ہو؟ تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں۔ حالانکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمادیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا؟ تو رب کریم فرمائے گا: کیا میں تمہیں اس سے بھی افضل اور اعلیٰ شے عطا نہ کروں؟ تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! کون سی شے اس سے افضل اور اعلیٰ ہے؟ تو رب کریم فرمائے گا میں تمہیں اپنی رضا اور خوشنودی عطا کرتا ہے اور اس کے بعد کبھی بھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا(1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں کہا کرتے تھے اے اللہ! میں تجھ سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو خیر کے انجام میں سب سے بہتر ہو۔ اے اللہ! جو بھلائی اور خیر تو آخر میں مجھے عطا فرمائے اس میں سب سے آخر میں اپنی رضا اور نعمتوں بھری جنات میں بلند درجات عطا فرمادے۔

”اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ عَاقِبَةِ الْخَيْرِ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ آخِرَ مَا تُعْطِيْنِي الْخَيْرِ رِضْوَانَكَ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ“

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

”اے نبی کریم! جہاد کیجیے کافروں اور منافقوں کے ساتھ اور سختی کیجیے ان پر اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے“۔

ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اے نبی کریم! صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کیجیے کفار کے ساتھ تلوار سے اور منافقین کے ساتھ زبان سے اور ان سے نرمی ختم کر دیجیے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے کتاب الامر بالمعروف میں، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کیجیے ہاتھ کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو پھر زبان کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو پھر اپنے دل کے ساتھ۔ اور چاہیے کہ ان سے انتہائی سخت اور ترش چہرے کے ساتھ ملیں۔

امام علامہ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ اپنے ہاتھ کے ساتھ جہاد کریں۔ اور اگر اس کی طاقت نہ رکھیں تو اپنی زبان کے ساتھ، اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو پھر چاہیے کہ ان سے انتہائی ترش اور سخت چہرے کے ساتھ ملاقات کریں(2)۔

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی، جلد 17، صفحہ 138 (2829) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ شعب الایمان، جلد 7 صفحہ 38، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد کریں تلوار سے اور منافقین کے ساتھ قول باللسان سے۔ اور وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان دونوں فریقوں پر سختی کیجئے۔ پھر اسے منسوخ کر دیا اور اس کے بعد یہ آیت نازل فرمائی قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً (التوبۃ:123) ”جنگ کرو ان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے اور چاہیے کہ وہ پائیں تم میں سختی“۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کریں اور منافقین پر حدود میں سختی برتیں۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا ۖ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِن فَضْلِهِ ۚ فَإِن يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ وَإِن يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٧٤﴾

”قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے یہ نہیں کہا حالانکہ یقیناً انہوں نے کہی تھی کفر کی بات اور انہوں نے کفر اختیار کیا اسلام لانے کے بعد اور انہوں نے ارادہ بھی کیا ایسی چیز کا جسے وہ نہ پا سکے۔ اور نہیں خشمناک ہوئے وہ مگر اس پر کہ غنی کر دیا انہیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل وکرم سے۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ بہتر ہوگا ان کے لیے اور اگر وہ روگردانی کریں تو عذاب دے گا انہیں اللہ تعالیٰ عذاب الیم دنیا اور آخرت میں اور نہیں ہوگا ان کا روئے زمین میں کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار“۔

امام ابن اسحاق اور ابن ابی حاتم نے حضرت کعب بن مالک سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قرآن کریم میں منافقین کا ذکر نازل ہوا۔ تو جلاس نے کہا: قسم بخدا! اگر یہ آدمی سچا ہے تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ عمیر بن سعد نے اس کا یہ قول سنا تو کہا: قسم بخدا! اے جلاس بلاشبہ تو میرے نزدیک تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب ہے اور فخر ومباہات کے اعتبار سے میرے نزدیک زیادہ حسین اور پسندیدہ ہے اور اس سے بڑھ کر عزیز ہے کہ تجھے کوئی ایسی شے لاحق ہو جو ناپسندیدہ اور تکلیف دہ ہو۔ تو نے ایک بات کہی ہے۔ اگر میں واقعۃً اس کا ذکر کروں تو بالیقین وہ تجھے رسوا کر دے گی۔ اور اگر میں اس سے خاموش رہوں تو وہ مجھے ہلاک کر دے گی۔ ان دونوں صورتوں میں سے ہر ایک دوسری کے مقابلہ میں میرے لیے شدید اور تکلیف دہ ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جو اس نے کہا تھا اس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا پھر جلاس آیا اور اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہنے لگا: اس نے ایسا نہیں کیا اور عمیر نے اس کے خلاف جھوٹ بولا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت ان لوگوں میں سے تھا جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ اور اس نے کہا: اگر یہ آدمی سچ بولتا ہے تو ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو عمیر بن سعد نے اس کی یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دی۔ تو جلاس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہہ دیا: اس نے میرے خلاف جھوٹ بولا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ تو انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس نے توبہ کی ہے اور اس کی توبہ انتہائی حسین ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے منافقین میں سے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ حالانکہ حضور نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اگر یہ سچا ہے تو ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! یہ صادق ہیں اور تو یقیناً گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ سو آپ نے یہ بات حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچائی۔ تو کہنے والے نے صاف انکار کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق میں نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ فرمایا: عنقریب تمہارے پاس ایک انسان آئے گا اور وہ تمہاری طرف شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا۔ پس جب وہ آئے تو اس کے ساتھ کلام نہ کرنا۔ تھوڑا وقت ہی گزرا کہ ایک نیلی آنکھوں والا آدمی آیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: تو اور تیرے ساتھی کس بنا پر مجھے گالیاں دیتے ہو؟ وہ آدمی چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے آیا۔ انہوں نے قسمیں اٹھائیں کہ قسم بخدا! انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ان سے درگزر فرمالی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ دو آدمی آپس میں لڑ پڑے۔ ان میں سے ایک جہینہ میں سے تھا اور دوسرا بنی غفار میں سے۔ جہینہ کے لوگ انصار کے حلیف تھے نتیجۃً غفاری جہنی پر غالب آ گیا۔ تو عبد اللہ بن ابی الاوس نے کہا: اپنے بھائی کی مدد کرو۔ قسم بخدا! ہماری اور محمد ﷺ کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی کہنے والے نے کہا: سَمِّنْ كَلْبَكَ يَأْكُلْكَ " اپنے کتے کو موٹا کرتا کہ وہ تجھے کھائے"۔ قسم بخدا! اگر ہم مدینہ طیبہ کی طرف لوٹ کر گئے تو بالیقین عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو نکال دیں گے۔ یہ سن کر مسلمانوں میں سے ایک آدمی دوڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ پس آپ ﷺ نے اسے بلا بھیجا اور اس سے پوچھ گچھ کی۔ تو وہ قسم اٹھا کر کہنے لگا: قسم بخدا! اس نے ایسا نہیں کہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ آیت عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں نازل ہوئی (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 210، دار احیاء التراث العربی بیروت	2۔ ایضاً	3۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی تھا جسے جلاس بن سوید کہا جاتا تھا۔ اس نے غزوۂ تبوک کے دوران ایک رات کو کہا: قسم بخدا! جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ ایک غلام نے یہ بات سن لی۔ اس کا نام عمیر بن سعد تھا اور یہ بات اس کے زیر پرورش تھا۔ تو اس غلام نے اسے کہا: اے چچا! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کیجئے۔ پھر وہ غلام حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بات سے آگاہ کر دیا۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اسے بلا بھیجا: اور وہ قسم اٹھا کر کہنے لگا: یارسول اللہ! ﷺ قسم بخدا! میں نے ایسا نہیں کیا۔ تو اس غلام نے کہا: کیوں نہیں۔ قسم بخدا! تو نے یقیناً ایسا کہا ہے۔ پس تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر۔ اور اگر قرآن نازل نہ ہوا تو جو تو نے کہا ہے آپ اس میں مجھے بھی تیرے ساتھ ملا دیں گے۔ پس اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس وحی آگئی اور وہ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے حرکت تک نہ کی۔ جب وحی نازل ہو چکی تو حضور نبی کریم ﷺ سے (حجاب) اٹھا دیا گیا۔ اور فرمایا: یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔ الی قولہ۔ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ تو اس نے کہہ دیا تحقیق میں نے ایسا کہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توبہ کا موقع فراہم کیا ہے۔ پس میں توبہ کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے اس کی جانب سے اسے قبول فرما لیا۔ پھر حالت اسلام میں ہی اسے قتل کر دیا گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون بہا ادا کیا اور اس کی میت اس کے ورثاء کو دے دی اور خود اس سے مستغنی ہو گئے۔ حالانکہ اس نے مشرکین کے ساتھ ملنے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے غلام کو فرمایا تیرے کانوں نے صحیح سنا۔

امام عبدالرزاق نے حضرت ابن سیرین سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب قرآن کریم نازل ہوا، تو حضور نبی مکرم ﷺ نے عمیر کے کان پکڑے اور فرمایا: اے غلام (بچے) تیرے کانوں نے صحیح سنا اور تیرے رب نے تیری تصدیق فرما دی ہے۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ منافقین میں سے ایک آدمی نے کہا: اگر محمد ﷺ اس میں سچے ہیں جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً ہم گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: بلاشبہ حضرت محمد ﷺ سچے ہیں اور تو یقیناً گدھے سے بڑھ کر شریر ہے۔ پس اسی طرح ان دونوں کے درمیان کلام کا تبادلہ ہوا۔ پس جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ ﷺ کو اس کے بارے بتایا۔ پھر دوسرا آیا۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا: اس نے کچھ نہیں کہا۔ تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تیرے کانوں نے صحیح سنا۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے کہا ہے کہ ان میں سے ایک نے کہا: جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں اگر وہ حق ہے تو ہم بالیقین گدھوں سے بڑھ کر شریر ہیں۔ تو مومنین میں سے ایک آدمی نے کہا: قسم بخدا! بلاشبہ جو کچھ محمد ﷺ کہتے ہیں وہ حق ہے۔ اور تو بالیقین گدھے سے زیادہ شریر ہے۔ اس پر منافق نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پس یہی ان کا ایسی شے کے بارے ارادہ تھا جسے وہ نہ پا سکے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا: یہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو لیلۃ العقبہ میں (راستے سے) دور ہٹانے کا ارادہ کیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے پر اتفاق کر چکے تھے۔ وہ بعض سفر میں آپ کے ساتھ ساتھ رہے اور آپ ﷺ کی سواری کو راستے پر چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ عقبہ (گھاٹی) میں پہنچ گئے۔ ان میں سے بعض آگے تھے اور بعض پیچھے۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے کہا: کہ جب آپ عقبہ میں پہنچیں گے تو ہم آپ کو وادی میں اپنی سواری سے دور لے جائیں گے۔ ان کی یہ بات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سن لی اور آپ ہی حضور نبی کریم ﷺ کی سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ اس رات آپ ﷺ کے قائد حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے اور سائق حضرت حذیفہ بن یمان تھے۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اونٹوں کے چلنے کی آواز سنی۔ پس آپ ادھر متوجہ ہوئے تو ایک جماعت دیکھی جو سب اپنے منہ اور ناک ڈھانپے ہوئے تھے۔ تو آپ نے فرمایا: اے اللہ کے دشمنو! رک جاؤ رک جاؤ۔ پس وہ رک گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ گزر گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ اس منزل پر اتر گئے جہاں کا ارادہ فرمایا تھا۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے ان تمام کو بلا بھیجا اور فرمایا: کیا تم نے اس اس طرح کا ارادہ کیا ہے؟ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اٹھا کر کہا کہ نہ انہوں نے کچھ کہا ہے اور نہ اس کا ارادہ کیا ہے جس کے بارے آپ نے ان سے پوچھا ہے۔ سو اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا مذکورہ ارشاد ہے۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک آدمی جسے اسود کہا جاتا تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس مدینہ طیبہ کی طرف لوٹے۔ یہاں تک کہ جب کچھ راستہ طے کر چکے۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب میں سے بعض نے آپ کے ساتھ مکر اور دھوکہ کیا اور انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ وہ راستے میں آپ ﷺ کو کسی گھاٹی سے نیچے پھینک دیں گے، پس جب وہ عقبہ میں پہنچے تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی سواریوں کو آپ ﷺ کے ساتھ چلائیں گے۔ سو جب رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے تو ان کے مخبر نے خبر دی۔ تو آپ نے اعلان کیا کہ تم میں سے جو چاہے وہ بطن وادی میں چلے۔ کیونکہ وہ تمہارے لیے وسیع اور آسان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کا راستہ اختیار کیا۔ لوگ بطن کی راہ چلے۔ سوائے اس گروہ کے جس نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مکروفریب اور دھوکے کا قصد کیا تھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کا ارشاد سنا تو وہ تیار ہو گئے اور انہوں نے اپنے ناک منہ لپیٹ لیے۔ حالانکہ وہ امر عظیم کا قصد کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دونوں کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں۔ پس حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ناقہ کی لگام پکڑلیں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اسے پیچھے سے ہانکیں۔ پس اسی دوران کہ وہ چل رہے تھے اچانک انہوں نے پیچھے سے قوم کے دوڑنے کی آواز سنی۔ وہ آپ ﷺ کے قریب آچکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہو گئے۔ آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حکم ارشاد فرمایا کہ انہیں واپس لوٹادو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا غضب ملاحظہ کیا۔ تو فوراً واپس لوٹے اور آپ کے پاس عصا بھی تھا جس کا سر اوپر سے مڑا ہوا تھا (یعنی کھونڈا)

پس آپ ان کی سواریوں کے چہروں کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں عصا کے ساتھ مارا۔ اور آپ نے اس قوم کو اس حال میں دیکھا کہ وہ ناک منہ لپیٹے ہوئے ہیں۔ وہ پہچانے نہیں جاسکتے۔ آپ نے صرف مسافر کے فعل کا ذکر کیا۔ تو جونہی انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب طاری کر دیا۔ انہیں یہ گمان ہونے لگا کہ ان کی تدبیر ان پر ظاہر ہوگئی ہے۔ پس وہ انتہائی تیزی سے چلے یہاں تک کہ لوگوں میں گھل مل گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ واپس آ کر رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ چنانچہ جونہی وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حذیفہ! سواری کو ضرب لگاؤ اور اے عمار تم تیزی سے چلو۔ پس وہ تیز چلتے گئے یہاں تک کہ وہ اوپر کے راستے سے ہموار جگہ پر آ گئے۔ اور گھاٹی سے نکل کر لوگوں کا انتظار کرنے لگے۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے حذیفہ! کیا تو نے اس گروہ میں سے کسی کو پہچانا ہے؟ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میں نے فلاں فلاں کی سواری پہچانی ہے اور عرض کی: رات کی تاریکی تھی، جو انہیں ڈھانپے ہوئے تھی اور وہ بھی ناک منہ لپیٹے ہوئے تھے۔ پھر حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو، ان کا کام کیا تھا اور وہ کیا ارادہ رکھتے تھے؟ لوگوں نے عرض کی: نہیں قسم بخدا یا رسول اللہ! ﷺ...... تو آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک انہوں نے یہ تدبیر کی تھی کہ وہ میرے ساتھ چلیں گے یہاں تک کہ جب میں گھاٹی میں آؤں گا تو وہ مجھے وہاں سے نیچے گرا دیں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ ان کے بارے حکم ارشاد نہیں فرمائیں گے کہ ہم ان کی گردنیں مار دیں؟ (یعنی ہم انہیں قتل کر دیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ آپس میں گفتگو کریں اور کہیں کہ محمد ﷺ نے اپنے اصحاب کے بارے میں طاقت کا استعمال کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو ان کے نام بھی بتائے اور فرمایا وہ انہیں مخفی اور چھپا کر رکھیں (1)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور جب آپ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تو نے اس قوم میں سے کسی کو پہچانا بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں۔ اس قول کے بعد مزید یہ اضافہ ذکر کیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے اسماء اور ان کے باپوں کے ناموں سے بھی آگاہ فرما دیا ہے۔ ان شاء اللہ صبح کے وقت میں تجھے ان کے بارے بتاؤں گا۔ پس جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے آپ کو ان کے یہ نام بتائے۔ عبداللہ بن ابی سعد، سعد بن ابی سرح، ابوحاصر الاعرابی، عامر، ابو عامر، جلاس بن سوید بن صامت، مجمع بن حارثہ، ملیح تیمی، حصین بن نمیر، طعمہ بن ابیرق، عبداللہ بن عیینہ اور مرہ بن ربیع، پس یہ بارہ افراد تھے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے جنگ کی اور آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو ان کے اس منصوبے پر مطلع فرما دیا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ابو عامر ان کا سردار تھا۔ اسی کے لیے انہوں نے مسجد ضرار بنائی۔ وہ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کا باپ تھا (2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت نافع بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 256، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 257

منافقین کے ناموں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ جنہوں نے غزوہ تبوک سے واپسی پر لیلۃ العقبہ میں آپ ﷺ کو پریشان کرنے کی (ناکام) کوشش کی۔ وہ بارہ افراد تھے، ان میں کوئی بھی قریشی نہیں تھا۔ وہ سب کے سب انصار اور ان کے حلفاء تھے۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کی ناقہ کی نکیل پکڑے ہوئے تھا اور آگے آگے چل رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اسے پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ یا میں اسے ہانک رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ اس کے قائد تھے۔ حتی کہ جب ہم عقبہ میں پہنچے تو اچانک میری نظر بارہ سواروں پر پڑی وہ اس میں ہمارے سامنے آ گئے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو متنبہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں زوردار لہجے میں آواز دی پس وہ پیٹھ پھیر کر واپس چلے گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: کیا تم نے اس قوم کو پہچانا ہے؟ ہم نے عرض کی: نہیں یا رسول اللہ! ﷺ وہ ناک منہ ڈھانپے ہوئے تھے۔ لیکن ہم نے سواریوں کو پہچان لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہی قیامت کے دن تک منافق ہیں۔ کیا تم جانتے ہو کہ انہوں نے کیا ارادہ کیا؟ ہم نے عرض کی: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ عقبہ میں رسول اللہ ﷺ پر حملہ کریں گے اور آپ کو وہاں سے نیچے پھینک دیں گے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ ان کی نشانیاں واضح نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہر قوم ان کے ساتھیوں کا سردار آپ کی طرف بھیجے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلاشبہ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ عرب آپس میں یہ گفتگو کریں کہ محمد ﷺ اپنی قوم کے قاتل ہیں۔ یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان پر غالب فرمائے گا تو وہ ان کے قتل کا بھی حکم فرما دے گا۔ پھر یہ کہا: اے اللہ! ان پر دبیلہ پھینک۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ دبیلہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ آگ کا ایک شعلہ ہے جو ان میں سے ہر ایک کی رگ قلب پر رکھا جائے گا اور وہ ہلاک ہو جائے گا (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ عبداللہ بن ابی کو تاج پہنائیں گے اگرچہ محمد ﷺ راضی نہ بھی ہوں۔

ابوالشیخ نے اسی کے بارے حضرت ابوصالح سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی کو تاج پہنانے کا ارادہ کیا۔

امام عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ بنی عدی بن کعب کے غلام نے انصار میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا تو حضور نبی مکرم ﷺ نے دیت کے طور پر بارہ ہزار کا فیصلہ فرمایا۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔(2)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ماجہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ایک آدمی کو قتل کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے اس کی دیت کے لیے بارہ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 260، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 212، دار احیاء التراث العربی بیروت

ہزار مقرر فرمادیے۔ اسی کے بارے یہ ارشاد ہے: وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ان کے دیت لینے کے سبب انہیں غنی کر دیا(1)۔

امام عبد بن حمید، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ ارشاد کے بارے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے لیے دیت تھی۔ حالانکہ وہ اس پر غالب تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دیت کا فیصلہ فرمایا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جلاس بوجھ اٹھاتا تھا یا اس پر قرض تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی جانب سے وہ ادا فرمادیا۔ تو اس کے بارے یہ ارشاد ہے: وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی دعوت دی اور فرمایا: وَ اِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ پس دنیا کا عذاب تو قتل ہے اور آخرت کا عذاب جہنم کی آگ ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ایک قوم ہے جس نے برائی کا ارادہ کیا ہے اور ایک امر کا قصد کیا ہے۔ پس انہیں چاہیے کہ وہ کھڑے ہوں اور استغفار کریں۔ لیکن کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ آپ ﷺ نے تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا: پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں تو کھڑا ہو جا، اے فلاں تو کھڑا ہو جا۔ تب انہوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں نے بالیقین تمہیں توبہ کی طرف دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب فوراً تمہاری طرف نظر فرمائے گا اور میں ذاتی طور پر تمہارے لیے استغفار کو پسند کرتا ہوں۔ لہٰذا نکلو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا: مجھ سے قرآن کریم میں موجود ہر شے حفظ کر لے۔ فرمایا وَ مَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ یہ مشرکین کے لیے ہے۔ پس رہے مومنین! تو ان کے شفعاء (شفاعت کرنے والے) اور ان کے مددگار (انصار) بہت زیادہ ہیں۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۷۸﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 212، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

”اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے وعدہ کیا اللہ کے ساتھ کہ اگر اس نے دیا ہمیں اپنے فضل سے تو ہم دل کھول کر خیرات دیں گے اور ضرور ہو جائیں گے نیکوکاروں میں پس جب اس نے عطا فرمایا انہیں اپنے فضل سے تو کنجوسی کرنے لگے اس کے ساتھ اور روگردانی کر لی اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے نفاق جما دیا ان کے دلوں میں اس دن تک جب ملیں گے اس کو اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف ورزی کی اللہ سے جو وعدہ انہوں نے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان کے راز کو اور ان کی سرگوشی کو اور یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے سارے غیبوں کا“۔

امام حسن بن سفیان، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ عسکری نے الامثال میں، ابن مندہ، الباوردی، ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ میں، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ثعلبہ بن حاطب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا فرمائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہوا ے ثعلبہ! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میری مثل ہو؟ پس اگر میں چاہوں کہ میرا رب ان پہاڑوں کو میرے ساتھ چلائے تو یہ یقیناً چل پڑیں۔ اس نے پھر عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے مال عطا فرمائے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مال عطا فرمایا تو میں ضرور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو ہلاک ہوا ے ثعلبہ! وہ تھوڑا جس کے ساتھ تو شکر ادا کرتا رہے، وہ اس کثیر اور زیادہ مال سے بہتر ہے جس کے ساتھ تو اس کا شکر ادا نہ کر سکے۔ پھر اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ سو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی ”اَللّٰهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا“ اے اللہ! اسے مال عطا فرما۔ چنانچہ اس نے تجارت کی اور بکریاں خریدیں۔ تو اس کے لیے ان میں برکت رکھ دی گئی۔ وہ اس طرح بڑھیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ طیبہ کی سرزمین ان کے لیے تنگ ہو گئی۔ وہ انہیں لے کر دور چلا گیا اور اب وہ جمعۃ المبارک کے سوا دن رات کی نمازوں میں سے کسی کے لیے حضور نبی مکرم ﷺ کے پاس حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر وہ مزید بڑھیں جیسا کہ کیڑے بڑھتے ہیں اور ان کے لیے وہ جگہ بھی تنگ ہو گئی۔ لہٰذا وہ انہیں لے کر مزید دور چلا گیا۔ اب وہ جمعہ کی نماز میں اور نہ ہی نماز جنازہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ پس وہ قافلوں سے ملا کرتا تھا اور ان سے مدینہ طیبہ کی خبریں پوچھ لیا کرتا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اسے مفقود اور غیر حاضر پایا۔ تو اس کے بارے پوچھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ اس نے ریوڑ خریدا ہے اور مدینہ طیبہ کی سرزمین اس کے لیے تنگ ہو گئی ہے۔ پس صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو اس کے بارے مکمل بتایا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثعلبہ بن حاطب ہلاک ہو گیا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ارشاد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً** (التوبہ: 103) الآیہ، تو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمی روانہ کیے۔ ایک کا تعلق جہینہ سے تھا اور دوسرا بنی سلمہ سے تھا۔ تاکہ وہ

زکوٰۃ وصول کریں۔ آپ ﷺ نے انہیں اونٹوں اور بکریوں کی عمریں لکھ کر دیں کہ وہ کیسے ان کی زکوٰۃ وصول کریں گے؟ اور دونوں کو حکم فرمایا کہ ان کا گزر ثعلبہ بن حاطب اور بنی سلیم کے ایک آدمی کے پاس سے ہوگا۔ چنانچہ وہ دونوں نکلے اور ثعلبہ کے پاس پہنچے اور اسے زکوٰۃ کے بارے حکم سنایا۔ تو اس نے کہا تم دونوں مجھے اپنی تحریر دکھاؤ۔ جب وہ اسے دیکھ چکا تو کہہ دیا: یہ تو جزیہ ہی ہے۔ تم چلے جاؤ اور آگے سے فارغ ہونے کے بعد پھر میرے پاس آنا، راوی کا بیان ہے: کہ وہ دونوں چلے گئے اور جب سلیمی نے ان کی بات سنی تو اس نے فوراً اپنے اونٹوں میں سے انتہائی عمدہ اور اعلیٰ اونٹ انہیں پیش کر دیا، اسے دیکھ کر ان دونوں نے کہا: تجھ پر یہ دینا لازم نہیں۔ تو اس نے جواب دیا: میں اپنے انتہائی اچھے اور بہترین مال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے وہ قبول کر لیا پھر اس سے فارغ ہونے کے بعد ثعلبہ کے پاس آئے۔ تو اس نے پھر کہا: مجھے اپنی تحریر دکھاؤ۔ اس نے اس میں غور و فکر کی اور کہا: یہ تو جزیہ ہی ہے۔ تم دونوں چلے جاؤ یہاں تک کہ میں اپنی رائے بنا لوں۔ پس وہ چل پڑے یہاں تک کہ مدینہ طیبہ آ پہنچے۔ پس جونہی رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو دیکھا اور ان کی کسی قسم کی گفتگو کرنے سے پہلے ہی فرما دیا ثعلبہ بن حاطب ہلاک ہو گیا۔ اور آپ ﷺ نے سلیمی کے لیے برکت کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تین آیات نازل فرمائیں۔ راوی کا کہنا ہے: کہ ثعلبہ کے اقارب میں سے کسی نے ان کے بارے سنا، تو وہ فوراً ثعلبہ کے پاس پہنچا اور اسے کہا: اے ثعلبہ! تو ہلاک ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں اس اس طرح حکم نازل فرمایا ہے۔ راوی نے کہا: پھر ثعلبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا مال قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ رونے لگا اور مٹی اپنے سر میں ڈالنے لگا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرا اپنا عمل ہے میں نے تجھے کہا تھا تو تو نے میری اطاعت نہ کی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے مال زکوٰۃ قبول نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ چلا گیا۔

پھر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کے پاس آیا اور کہا: اے ابوبکر! میری زکوٰۃ مجھ سے قبول فرما لو۔ تحقیق آپ انصار میں میرے مقام سے واقف ہیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے رسول اللہ ﷺ نے قبول نہ فرمایا کیا میں اسے قبول کر سکتا ہوں؟ چنانچہ آپ نے اسے قبول نہ فرمایا۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو وہ آپ کے پاس آیا اور کہا: اے ابوحفص، اے امیر المومنین! مجھ سے میری زکوٰۃ قبول فرمالیجئے اور آپ کو مہاجرین و انصار اور حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کا وسیلہ بھی پیش کیا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جسے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں فرمایا کیا میں اسے قبول کر لوں گا؟ پس آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار فرما دیا۔ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو وہ آپ کے دور خلافت میں فوت ہو گیا اسی کے بارے یہ آیت نازل ہوئی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ (التوبہ: 79) (1)

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ

1۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 218 (7873) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت انصار میں سے ایک آدمی کے متعلق نازل ہوئی جسے ثعلبہ کہا جاتا تھا۔ وہ ایک مجلس میں آیا اور حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر یہ کہا: کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے عطا فرما دیا تو میں ہر صاحب حق کو اس کا حق ادا کروں گا، میں اس سے صدقہ بھی ادا کروں گا اور رشتہ داروں کا حصہ بھی نکالوں گا، پس اللہ تعالیٰ نے اسے آزمائش میں مبتلا کر دیا اور اسے اپنے فضل میں سے عطا فرما دیا۔ لیکن اس نے جو وعدہ کیا تھا عمل اس کے برعکس کیا۔ پس اس نے اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے کے سبب اللہ تعالیٰ کو غضب دلایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حالت وکیفیت کا نقش قرآن کریم میں بیان فرما دیا(1)۔

امام سعید بن منصور، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: منافق کی پہچان تین چیزوں کے ساتھ کرو۔ جب وہ گفتگو کرے گا تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے گا تو خلاف ورزی کرے گا اور جب معاہدہ کرے گا تو اسے توڑ دے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ۔ الیٰ آخر الآیۃ۔(2)

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تین چیزیں جس کسی میں ہوں وہ منافق ہے۔ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے گا، جب وعدہ کرے، تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ تو آپ نے یہی مذکورہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث طیبہ بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: منافق کی علامات تین ہیں۔ جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے(3)۔

امام ابوالشیخ اور خرائطی رحمہما اللہ نے مکارم اخلاق میں حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ان تین علامات کے بارے سنا ہے جو منافق میں ذکر کی جاتی ہیں۔ وہ یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرتا ہے، جب وہ وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ سو میں انہیں کتاب میں ایک طویل عرصہ تک تلاش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ طویل وقت گزرنے کے بعد میں ان پر مطلع ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ان آیات میں ذکر فرماتا ہے: مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ۔ الی قولہ۔ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اور اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاحزاب: 72) الی آخر الآیہ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ (المنافقون: 1) الی قولہ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی ہے جس نے یہ کہا:

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 213، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ سنن سعید بن منصور، جلد 5، صفحہ 262 (1026) دار الصمیعی الریاض

3۔ صحیح مسلم، باب خصال المنافق، جلد 1، صفحہ 56، قدیمی کتب خانہ کراچی

اس کے چچا کا بیٹا فوت ہوا اور وہ اس کی جانب سے مال کا وارث بنا، اس نے بخل سے کام لیا اور اس نے ان امور کو پورا نہ کیا جن کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ پس اس کے بعد نفاق سے کام لینے لگا یہاں تک کہ وہ منافق ہو گیا۔ انہیں کے بارے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اہوائے نفسانیہ کے پرستار منافقین کی طرح ہی ہیں۔ ان کا کلام مختلف ہے اور ان کے تمام معاملات اور امور میں نفاق ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیات تلاوت کیں: ''وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ'' (توبہ:75) وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ (التوبہ:58) وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ (التوبۃ:61)

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا: جھوٹ سے اجتناب کرو۔ کیونکہ یہ نفاق کا دروازہ ہے۔ اور تم پر لازم ہے کہ صدق اختیار کرو کیونکہ وہ ایمان کا دروازہ ہے۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس تورات لے کر آئے۔ تو بنی اسرائیل نے کہا: تورات تو کثیر ہیں اور ہم ان کے لیے فارغ نہیں ہیں۔ پس آپ ہمارے لیے اجتماعی حکم کی التجا کیجئے جس پر ہم کاربند رہ سکیں اور اپنے کاروبار حیات کے لیے بھی فراغت پا سکیں۔ آپ نے فرمایا: اے قوم! ذرا ٹھہر جاؤ، رک جاؤ، یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کا نور ہے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے ساتھ پہلے کی طرح دوبارہ گفتگو کی۔ حتیٰ کہ تین بار انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ اگر انہوں نے ان کی محافظت کی اور ان احکام پر عمل پیرا رہے تو انہی کے سبب وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے: وہ یہ ہیں کہ وہ اپنی میراث تقسیم کرنے سے رک جائیں اور ان میں ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی ترک کر دیں۔ وہ گھروں میں دیکھیں تک نہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اجازت دی جائے اور وہ کوئی کھانا نہ کھائیں یہاں تک کہ نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف لوٹ کر آئے۔ تو وہ ان احکام کے بارے سن کر خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم ان پر قائم رہیں گے۔ قسم بخدا! ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ وہ غفلت اور سستی میں مبتلا ہو گئے اور آپ ان سے علیحدہ ہو گئے۔ سو جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے بارے یہ بیان فرمایا تو ارشاد فرمایا چھ چیزوں کی ضمانت تم مجھے دے دو، تو تمہارے لیے جنت کا ضامن میں ہوں، جب تم بات کرو تو جھوٹ نہ بولو، جب وعدہ کرو تو پھر وعدہ خلافی نہ کرو، جب تمہیں امین بنایا جائے تو خیانت نہ کرو، اپنی نگاہوں کو جھکاؤ، اپنے ہاتھوں کو روک کر رکھو اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! انتہائی مشکل اور سخت ہے مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۷۹

WWW.NAFSEISLAM.COM

''جو لوگ (ریاکاری کا) الزام لگاتے ہیں خوشی خوشی خیرات کرنے والوں پر مومنوں سے اور جو (نادار) نہیں پاتے بجز اپنی محنت ومشقت کی مزدوری کے تو یہ ان کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سزا دے گا انہیں اس مذاق کی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے''۔

امام بخاری، مسلم، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو ہم اپنی پشتوں پر بوجھ اٹھا کر لانے لگے۔ پس ایک آدمی آیا اور اس نے بہت سی چیزیں صدقہ میں دیں۔ تو اسے انہوں نے کہا: یہ تو دکھاوا ہے اور ابوعقیل نصف صاع لے کر آئے۔ تو منافقین نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو اس صدقہ سے غنی ہے (اسے قطعاً اس کی حاجت نہیں۔ سو مذکورہ آیت نازل ہوئی)(1)

امام بزار، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دو۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس پر خوب برانگیختہ کروں'' پس حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس چار ہزار ہیں دو ہزار میں اپنے رب کی رضا کے لیے اس کی راہ میں پیش کر رہا ہوں اور دو ہزار میں نے اپنے اہل وعیال کے لیے رکھے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ تو نے دیا اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت فرمائے اور جو کچھ تو نے روک رکھا اس میں بھی برکت عطا فرمائے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے رات بھر اجرت پر ریشم کا کام کیا اور کھجوروں کے دو صاع کمائے۔ ایک صاع میں اپنے رب کی راہ میں پیش کر رہا ہوں اور ایک صاع اپنے گھر والوں کے لیے رکھا ہے۔ پس منافقین نے عیب ونقص نکالتے ہوئے کہا: قسم بخدا! ابن عوف نے جو کچھ بھی دیا ہے وہ محض دکھاوا اور ریاکاری ہے۔ اور دوسرے کے بارے انہوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس ایک صاع سے غنی نہیں ہیں؟ سو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کا حکم ارشاد فرمایا۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ صدقہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور مومنین میں سے خوشی خوشی خیرات کرنے والے بھی حاضر ہوئے۔ اور حضرت ابوعقیل ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میں نے رات بھر اجرت پر ریشم کا کام کیا ہے اور کھجوروں کے دو صاع کمائے ہیں، ان میں سے ایک صاع لے کر حاضر ہوا ہوں۔ اور دوسرا اپنے گھر والوں کی خوراک کے لیے چھوڑا ہے۔ تو منافقین نے کہا: جو کچھ عبدالرحمٰن لائے وہ تو صرف ریاکاری ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ابوعقیل کے صدقہ سے غنی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بغوی نے معجم میں، طبرانی، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: میں دو صاع کھجوروں کی اجرت پر رات بھر اپنی پشت پر ریشم کا کام کرتا رہا۔ پھر میں نے ان میں سے ایک صاع لے کر اپنے گھر والوں کو دیا جس سے وہ اپنی خوراک کا انتظام کریں

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 327، قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 220، داراحیاء التراث العربی بیروت

گے۔ اور دوسرا صاع لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تاکہ اس کے سبب اپنے رب کا قرب حاصل کروں۔ پس میں نے سب کچھ آپ ﷺ کے گوش گزار کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مسجد میں (صدقہ پر) بکھیر دو۔ پس ایک قوم نے تمسخر کیا اور کہا: بالیقین اللہ تعالیٰ اس مسکین کے اس صاع سے غنی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چالیس اوقیہ لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انصار میں سے ایک آدمی طعام کا ایک صاع لے کر حاضر خدمت ہوا۔ تو بعض منافقین نے کہا: قسم بخدا! عبدالرحمٰن جو لے کر آئے ہیں وہ محض ریاء اور دکھاوا ہے۔ مزید یہ کہا: کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں اس ایک صاع سے غنی ہیں (2)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ جس نے ایک صاع کھجوریں صدقہ کیں اور منافقین نے اسے عیب لگایا وہ ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے (3)۔

امام علامہ بغوی نے معجم میں، ابن قانع اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن عثمان بلوی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنی دادی لیلیٰ بنت عدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ان کی ماں عمیرہ اس سہل بن رافع صاحب الصاعین کی بیٹی ہے جس پر منافقین نے عیب لگایا۔ انہوں نے انہیں بتایا کہ وہ ایک صاع کھجوریں لے کر نکلے اور ان کی بیٹی عمیرہ بھی ساتھ تھی۔ حتیٰ کہ وہ ایک صاع کھجوروں کے ساتھ حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ نے وہ سب وہاں بکھیر دیں۔

امام عبدالرزاق اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے فرمایا: کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے کل مال آٹھ ہزار دینار کا نصف صدقہ کیا۔ تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: کہ عبدالرحمٰن بہت بڑے ریاکار ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ'' اور انصار کے ایک آدمی کے پاس دو صاع کھجوریں تھیں۔ تو وہ ان میں سے ایک صاع لے کر آیا۔ تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو اس صاع سے غنی ہے۔ منافقین ان پر طعنہ زنی کرتے تھے اور ان سے تمسخر اور استہزاء کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ۔ الآیہ (4)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے المعرفہ میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمان فقراء میں سے ایک آدمی آیا۔ اسے حجاب ابوعقیل کہا جاتا ہے۔ اس نے عرض کی: یا نبی اللہ! ﷺ میں نے آج کی رات دو صاع کھجوروں کے عوض ریشم کا کاروبار کرتے گزاری۔ پس ایک صاع میں نے اپنے گھر والوں کے لیے روک لیا ہے اور ایک صاع یہ پیش خدمت ہے۔ تو منافقین کہنے لگے: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول معظم ﷺ دونوں اس صاع سے غنی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ...... الآیہ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 221، بیروت　2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 229　3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 222

4۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 159 (1112)، دارالکتب العلمیہ بیروت

امام ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے لوگوں کو صدقہ کی دعوت دی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ یہ صدقہ ہے، تو بعض افراد نے ان پر عیب لگاتے ہوئے کہا: عبدالرحمٰن تو صرف ریاکاری کے لیے یہ مال لے کر آئے ہیں اور ابو عقیل ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوئے۔ تو بعض لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کو ابوعقیل کے اس صاع کی قطعاً حاجت نہ تھی۔ پس تب یہ آیت نازل ہوئی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ۔ الیٰ قولہ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مسلمانوں کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ اپنے صدقات وخیرات جمع کریں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آٹھ ہزار دینار تھے۔ تو وہ چار ہزار دینار بطور صدقہ لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یہ ہیں جو میں اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہا ہوں اور اتنے ہی میں نے باقی رکھے ہیں۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: تیرے لیے ان میں بھی برکت رکھ دی گئی ہے جو تو نے پیش کیے ہیں اور ان میں بھی جو تو نے روک لیے ہیں۔ اور انصار میں سے ایک آدمی ابونہیک ایک صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوا جن پر اس نے ساری رات کام کیا۔ پس جب صبح ہوئی تو وہ لے کر حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ تو منافقین میں سے کسی آدمی نے کہا: عبدالرحمٰن بن عوف بہت بڑے ریاکار ہیں۔ دوسرے کے بارے میں انہوں نے کہا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس صاع سے غنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔ اس میں الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ سے مراد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہیں اور الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ میں اس ایک صاع والے کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے کہا: کہ لوگوں کو بہت بڑی مشقت کا سامنا ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں صدقہ دینے کا حکم ارشاد فرمایا اور فرمایا: اے لوگو! صدقہ وخیرات کرو۔ پس لوگ صدقہ دینے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار سو اوقیہ سونا لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میرے پاس آٹھ سو اوقیہ سونا تھا اور میں چار سو اوقیہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اسے برکت عطا فرما اس مال میں جو اس نے دیا اور اس میں بھی برکت عطا فرما جو اس نے اپنے پاس روک لیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب عید الفطر کا دن تھا تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مال عظیم بطور صدقہ وخیرات دیا۔ اسی طرح حضرت عاصم بن عدی نے بھی کیا۔ ایک آدمی نے دو صاع پیش کیے اور ایک دوسرے آدمی نے ایک صاع دیا۔ تو لوگوں میں سے کسی کہنے والے نے کہا: کہ عبدالرحمٰن جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ صرف فخر اور ریاء کے لیے لے کر آئے ہیں۔ رہا معاملہ ایک صاع اور دو صاع لانے والوں کا، تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں ان کے صاعوں سے غنی ہیں۔ پس وہ ان کا تمسخر اڑانے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ کا معنی ہے وہ

لوگ جوخوشی خوشی خیرات نہ کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عکرمہ نے کہا: وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ میں رفاعہ بن سعد کا ذکر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِلَّا جُهْدَهُمْ سے مراد جهد فی القوت اور جهد فی العمل ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سفیان رحمہ اللہ سے اس کے بارے یہ قول ذکر کیا ہے کہ الجهد سے مراد جهد الانسان (انسان کی محنت ومشقت) ہے، اور الجهد فی ذات الید (مملوکہ شے میں مشقت) ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: کہ جس نے اپنی محنت ومشقت کر کے صدقہ کیا تھا ان کا نام ابوعقیل سہل بن رافع ہے۔ وہ کھجوروں کا ایک صاع لے کر حاضر ہوئے اور انہیں صدقہ کے مال میں انڈیل دیا۔ تو کچھ لوگ ان پر ہنسنے لگے اور کہنے لگے: بے شک اللہ تعالیٰ تو ابوعقیل کے اس صدقہ سے غنی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے لیے ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! صدقہ وخیرات کرو۔ میں اس کے بارے تمہارے لیے قیامت کے دن شہادت دوں گا۔ خبردار سنو! شاید تم میں سے کوئی اس طرح رات بسر کرے کہ اس کے اونٹ اور گائے کے بچے تو خوب سیراب ہوں او اس کے چچا کا بیٹا بھوکا ہو۔ خبردار! شاید تم میں سے کوئی اپنا مال بڑھاتا رہے اور اس کا پڑوسی مسکین ہو، وہ کسی شے پر قادر نہ ہو۔ خبردار! وہ آدمی جس نے اپنے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی کسی کو منفعت کے لیے عطا کی، وہ بہت زیادہ گروہ کے ساتھ صبح کے وقت نکلتا ہے اور شام کے وقت ایک گروہ کے ساتھ واپس لوٹتا ہے۔ وہ صبح کے وقت گھر والوں کو دودھ پلا کر نکلتا ہے اور شام کے وقت ان کے لیے دودھ اور دیگر خوراک لے کر واپس لوٹتا ہے۔ خبردار! آگاہ رہو بلاشبہ اس کا اجر انتہائی عظیم ہے۔ سو ایک آدمی اٹھا اور اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس چار اونٹ ہیں۔ پھر ایک دوسرا آدمی اٹھا جس کی قد وقامت چھوٹی تھی۔ عمر اور کردار کے اعتبار سے قبیح تھا۔ وہ ایک انتہائی خوب صورت اونٹنی پکڑے ہوئے تھا۔ تو منافقین میں سے کسی آدمی نے آہستہ سے ایک کلمہ کہا۔ اس کا یہ خیال نہیں تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اسے سن لیں گے۔ اس نے کہا: اونٹنی اس سے بہتر ہے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی یہ بات سن لی اور فرمایا: تو نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ تجھ سے بھی بہتر ہے اور اس اونٹنی سے بھی۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اٹھے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس آٹھ ہزار ہیں۔ میں نے ان میں سے چار ہزار اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑے ہیں اور چار ہزار لے آیا ہوں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پیش کر رہا ہوں۔ پس منافقین نے آپ کے صدقہ کو بہت زیادہ شمار کیا۔ پھر حضرت عاصم بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ میرے پاس اس سال کے توڑے ہوئے ستر وسق ہیں۔ پس منافقین نے اسے بھی بہت زیادہ گمان کیا اور کہنے لگے: یہ چار ہزار اور یہ ستر وسق محض ریاکاری اور شہرت کے لیے لے کر آئے ہیں۔ پس کیوں نہ ان دونوں نے اسے خفیہ کیا ہوتا اور کیوں نہ ان دونوں نے اسے متفرق کر کے دیا ہوتا۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی اٹھا اس کا نام حجاب اور کنیت ابو

عقیل تھی۔ تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس اس کے سوا کوئی مال نہیں کہ میں نے بنی فلاں کے پاس اجرت پر کام کیا اور دو صاع کھجوروں کے عوض اپنی گردن پر ریشم اٹھاتا رہا۔ سو میں نے ایک صاع اپنے گھر والوں کے لیے چھوڑا ہے ایک صاع لے کر حاضر ہوا ہوں، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کروں، پس منافقین نے عیب لگاتے ہوئے کہا: اونٹ والا اونٹ کے ساتھ آیا، چاندی والا چاندی لے کر حاضر خدمت ہوا اور یہ کھجوریں لے کر آیا ہے جنہیں وہ اٹھا سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ۔ الآیہ۔(1)

امام عبد اللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت ابوسلیل سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہماری مجلس میں ایک شیخ ہمارے پاس ٹھہرے اور کہا کہ میرے باپ یا میرے چچا نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بقیع میں حاضر تھے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو آج صدقہ کرے گا میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس اس کے سبب اس کی شہادت دوں گا۔ پس ایک آدمی آیا، قسم بخدا! بقیع میں کوئی آدمی بھی اس سے زیادہ سیاہ چہرے والا نہیں تھا۔ نہ قد وقامت میں کوئی اس سے چھوٹا تھا اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی مذموم آنکھوں والا تھا۔ وہ ایک اونٹنی (ناقہ) پکڑے ہوئے تھا قسم بخدا! اس سے بڑھ کر بقیع میں کوئی خوب صورت شے نہ تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا یہ صدقہ ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں۔ یا رسول اللہ! ﷺ پس کسی آدمی نے اسے عیب دیا اور کہا: یہ جو شے صدقہ کر رہا ہے قسم بخدا! یہ اس کی اپنی ذات سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے یہ کلمات سن لیے۔ اور فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ بلکہ وہ تجھ سے اور ناقہ سے بھی بہتر اور افضل ہے۔ تو نے جھوٹ کہا ہے بلکہ وہ تجھ سے اور اس سے بھی بہتر ہے اسی طرح تین بار آپ نے ایسا فرمایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوائے اس کے جس نے یہ کہا کہ اس کے قبضے میں اتنا اور اتنا ہے اور جس کا اس نے قصد کیا ہے وہ قلیل ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تحقیق کم مال والا مشقت اٹھانے والا کامیاب ہو گیا۔ قلیل المال محنت ومشقت کرنے والا کامیاب ہو گیا۔

امام ابوداؤد، ابن خزیمہ اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قلیل المال اور تنگ دست کی محنت ومشقت کے ساتھ ہو، اور تو صدقہ دینے میں اس سے ابتدا کرے جو زیادہ حاجت مند اور عیال دار ہو(1)۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝۸۰

"آپ بخشش طلب کریں ان کے لیے یا نہ کریں۔ اگر آپ بخشش طلب کریں ان کے لیے ستر بار جب بھی نہ بخشے گا اللہ تعالیٰ انہیں۔ یہ محض اس لیے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ کا اور اس کے رسول (مکرم) کا۔ اور اللہ تعالیٰ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الزکوٰۃ، جلد 1، صفحہ 574، بیروت 2۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو"۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اگر تم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب پر خرچ نہ کرو۔ تو وہ یقیناً ان کے آس پاس سے بھاگ جائیں۔ اور وہ یہ کہنے لگا لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (المنافقون: 8) "تو نکال دیں گے عزت والے وہاں سے ذلیلوں کو"۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں یقیناً ستر بار سے زیادہ طلب کروں گا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (المنافقون: 6) "یکساں ہیں ان کے لیے کہ آپ طلب مغفرت کریں ان کے لیے یا طلب مغفرت نہ کریں ان کے لیے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا انہیں" (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے کہا میں ستر بار پر بھی اضافہ کردوں گا۔ تب اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں یہ آیت نازل فرمائی جس میں منافقین کا ذکر کیا گیا ہے لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (المنافقون: 6) (2)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنے رب کے بارے خیال کرنے لگا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رخصت دے دی ہے۔ قسم بخدا! میں ستر مرتبہ سے زیادہ بار استغفار کروں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر انتہائی غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (المنافقون) (3)

امام احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ابی حاتم، نحاس، ابن حبان، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب عبد اللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے یاد کیا گیا۔ تو آپ ﷺ قیام فرما ہوئے۔ جب آپ ﷺ اس کے پاس کھڑے تھے تو میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے سب سے بڑھ کر عبد اللہ بن ابی ہے جو کہ اس اس طرح کہتا ہے اور وہ اس اس طرح کہتا ہے۔ آپ نے اس کے ایام (دن) گنے اور رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے رہے یہاں تک کہ جب بہت سے دن شمار کر لیے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! مجھ سے یہ معاملہ دور اور مؤخر کرلو۔ بلاشبہ مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ تحقیق مجھے فرمایا گیا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً پس اگر میں جانتا ہوتا کہ اگر میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں یقیناً اس پر اضافہ کرتا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز پڑھائی اور اس کے ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ فارغ ہونے تک قبر پر قیام فرما رہے۔ پس مجھے اپنے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 224، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 225

بارے میں اور رسول اللہ ﷺ پر اپنی جرأت کے بارے میں خوب تعجب ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ ہی خوب اور بہتر جانتے ہیں۔ پھر قسم بخدا! تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں: وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (التوبہ: 84) پھر رسول اللہ ﷺ نے کسی منافق پر اس کے بعد نماز نہیں پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اسلام میں اتنی جلدی کی کہ اس کی مثل کبھی جلدی نہیں کی۔ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی پر نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو میں نے آپ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کی: قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم نہیں دیا، تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سو رسول اللہ ﷺ قبر کے دہانے پر بیٹھ گئے۔ لوگوں نے اس کے بیٹے کو کہنا شروع کر دیا: اے حباب اس طرح کر، اے حباب اس طرح کر۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حباب شیطان کا نام ہے تو عبد اللہ ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے مذکورہ آیت کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت منافقین پر نماز پڑھنے کے بارے نازل ہوئی۔ فرمایا: جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول منافق کی موت واقع ہوئی۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر میں جانتا کہ اگر میں اس کے لیے اکہتر مرتبہ استغفار کروں تو اسے بخش دیا جائے گا تو میں یقیناً ایسا کرتا۔ پس رسول اللہ ﷺ منافقین پر نماز جنازہ پڑھتے رہے اور ان کی قبروں پر قیام فرماتے بھی رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ (التوبہ: 84) (''اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر''۔ اور سورۃ المنافقون میں فیصلہ کن امر نازل ہوا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْۤا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾

''خوش ہو گئے پیچھے چھوڑے جانے والے اپنے (گھر) بیٹھے رہنے پر اللہ کے رسول کی (جہاد پر) روانگی کے بعد اور ناگوار تھا انہیں کہ جہاد کریں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے راہ خدا میں اور (دوسروں کو بھی) کہنے مت نکلو اس سخت گرمی میں۔ فرمایئے دوزخ کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے، کاش! وہ کچھ سمجھتے''۔

1۔ صحیح بخاری، جلد 3، صفحہ 186 (4570)، دار الفکر بیروت

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی جہاد پر روانگی کے بعد غزوۂ تبوک سے پیچھے چھوڑے جانے والے لوگ اپنے گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا: یعنی وہ لوگ جنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی روانگی کے بعد (گھر میں) بیٹھے رہیں۔

ابن ابی حاتم نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تبوک آخری غزوہ ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ خود تشریف لے گئے اور یہی غزوۃ الحر کہلاتا ہے۔ انہوں نے کہا: اس گرمی میں مت نکلو اور یہی غزوۃ العسرہ ہے۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم ارشاد فرمایا: کہ وہ آپ ﷺ کے ساتھ چلیں۔ موسم گرمی کا تھا۔ تو لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! ﷺ گرمی شدید ہے۔ ہم خروج کی طاقت نہیں رکھتے پس تم بھی اس گرمی میں مت نکلو تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خروج کا حکم ارشاد فرمایا (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ کی تفسیر میں فرمایا: یہ قول (کہ تم اس گرمی میں مت نکلو) منافقین نے اس وقت کہا جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک پر تشریف لے گئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شدید گرمی میں تبوک کی جنگ کی طرف نکلے۔ تو بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا: اس گرمی میں نہ نکلو۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا...... الآیہ۔(2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: منافقین کے کچھ لوگ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے گرد گھومنے لگے جب کہ آپ ﷺ نے جد بن قیس کو اجازت دی۔ تاکہ وہ آپ ﷺ سے اجازت طلب کریں اور عرض کریں: یارسول اللہ! ﷺ ہمیں اجازت عطا فرما دیجیے۔ کیونکہ ہم اس شدید گرمی میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ سو آپ ﷺ نے انہیں اجازت فرمادی اور ان سے (رخ زیبا) پھیر لیا۔ پس اسی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا...... الآیہ۔

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

"تو انہیں چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ۔ یہ سزا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ اس میں منافقین اور ان کفار کا ذکر ہے جنہوں نے اپنے دین کو ٹھٹھا مذاق اور لہو ولعب بنایا۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 226، داراحیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 227

WWW.NAFSEISLAM.COM

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا یعنی انہیں چاہئے کہ دنیا میں تھوڑا ہنسیں وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا اور آخرت میں زیادہ روئیں (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا کی تفسیر میں فرمایا: دنیا قلیل ہے، پس انہیں چاہیے کہ وہ اس میں جتنا چاہیں ہنس لیں۔ جب دنیا ختم ہو جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی جانب چلے جائیں گے تو پھر رونا شروع کریں گے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت ابورزین رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

امام بخاری، ترمذی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم وہ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَآ اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا۔ (2)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چرچرایا اور اس کے لیے واجب ہے کہ وہ چرچرائے۔ اس میں چار انگلیاں رکھنے کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں ایک فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر رہا ہے۔ قسم بخدا! اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں۔ تو یقیناً تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تم بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرتے اور تم پہاڑوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ ڈھونڈتے۔ میں یقیناً یہ پسند کرتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوں جو مددگار ثابت ہوتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ اور ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اے لوگو! رویا کرو اور اگر تم رونہ سکو تو رونے والوں کی طرح بنا کرو۔ کیونکہ اہل جہنم روتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے آنسو ان کے چہروں میں اس طرح بہیں گے گویا کہ وہ نالیاں ہیں۔ حتیٰ کہ آنسو ختم ہو جائیں گے اور آنکھیں بہہ بہہ کر زخمی ہو جائیں گی (اور وہ اتنے آنسو بہائیں گے) کہ اگر ان میں کشتیاں چھوڑی جائیں تو وہ بھی چل پڑیں)(3)

امام ابن ابی الدنیا نے صفۃ النار میں زید بن رفیع رحمہما اللہ سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اہل نار جب جہنم میں داخل ہوں گے تو وہ ایک زمانہ تک آنسوؤں کے ساتھ روتے رہیں گے۔ پھر وہ ایک زمانہ تک پیپ بہاتے رہیں گے۔ تو انہیں جہنم کے داروغے کہیں گے: اے بدبختوں کی جماعت! تم نے اس دار میں رونا چھوڑ دیا جس میں رحم کیا جاتا تھا۔ اس کے باسی دنیا میں تھے۔ کیا تم آج کسی کو پاتے ہو جس سے استغاثہ کر رہے ہو؟ تو وہ بلند آواز کے ساتھ کہیں گے: اے اہل جنت! اے باپوں، ماؤں اور اولاد کے گروہو! ہم قبروں سے پیاسے نکلے ہیں، موقف کے طویل ہونے نے پیاس بڑھا دی ہے۔ ہم سخت پیاسے ہیں ہم پر کچھ پانی بہاؤ یا اس میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ سو وہ چالیس سال تک

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 228
2۔ صحیح بخاری، جلد 4، صفحہ 482 (2313) دار الفکر بیروت
3۔ مسند ابویعلی، جلد 3، صفحہ 2306 (4120) دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

پکارتے رہیں گے انہیں کوئی جواب نہیں دے گا۔ پھر انہیں یہ جواب ملے گا کہ تم ٹھہرے رہو۔ پس وہ ہر قسم کی بھلائی اور خیر سے مایوس اور ناامید ہو جائیں گے۔

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہم اللہ نے الزہد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے بصرہ میں لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! رویا کرو۔ اور اگر رونہ سکو تو رونے والوں کی طرح بنا کرو۔ کیوں کہ اہل جہنم آنسوؤں کے ساتھ روئیں گے یہاں تک کہ وہ ختم ہو جائیں گے۔ پھر خون کے ساتھ اتنا روئیں گے یہاں تک کہ اگر اس میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ چل پڑیں (1)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم وہ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں۔ تو یقیناً تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے۔ اور اگر تم علم کا حق جان لیتے تو یقیناً تم میں سے ہر ایک چیختا، یہاں تک کہ اس کی آواز ختم ہو جاتی اور سجدہ کرتا۔ یہاں تک کہ اس کی صلب منقطع ہو جاتی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں۔ تو یقیناً تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تم روتے ہوئے نکل جاتے۔ تم نہیں جانتے ہو کہ تم نجات پاؤ گے یا نجات نہیں پاؤ گے۔

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝۸۳

"(اے حبیب!) پھر اگر لے جائے آپ کو اللہ تعالیٰ ان کے کسی گروہ کے پاس پھر وہ اجازت طلب کریں آپ سے جہاد پر نکلنے کی تو آپ فرمائیے نہیں نکلو گے تم میرے ہمراہ کبھی اور ہرگز جنگ نہیں کرو گے میری معیت میں کسی دشمن سے تم نے تو (خود) پسند کیا تھا (گھر) بیٹھے رہنا پہلی مرتبہ تو اب بیٹھے رہو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ"۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ منافقین میں سے بارہ آدمی تھے اور اس میں جو کہا گیا ہے وہ انہی کے بارے کہا گیا ہے۔

ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے بارے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: کیا آپ نے دیکھا اگر آپ نکلیں اور وہ آپ سے آپ کے ساتھ نکلنے کی اجازت طلب کریں؟ تو آپ ان سے فرما دیجیے تم ہرگز کبھی میرے ساتھ نہیں نکلو گے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ کے بارے فرمایا: کہ اس میں ان آدمیوں کا ذکر ہے جو ساتھ نکلنے سے پیچھے رہ گئے۔

1۔ کتاب الزہد، صفحہ 247، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ لَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

''اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر، بے شک انہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول مکرم کے ساتھ۔ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد۔ یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان سے دنیا میں اور نکلے ان کا سانس اس حال میں کہ وہ کافر ہوں''۔

امام بخاری، مسلم، ابن ابی حاتم، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول فوت ہوا تو اس کا بیٹا عبد اللہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے عرض کی: کہ آپ ﷺ اپنی قمیص مبارک اسے عطا فرمائیں، تا کہ وہ اپنے باپ کو اس میں کفن دے۔ تو آپ ﷺ نے قمیص اسے عطا فرمادی۔ پھر اس نے عرض کی کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ پس رسول اللہ ﷺ اٹھے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر آپ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (التوبہ:80) اور میں ستر بار سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کروں گا۔ سو آپ نے فرمایا: بلاشبہ وہ منافق ہے اور پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ پھر آپ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھنی ترک فرمادی (1)۔

امام طبرانی، ابن مردویہ اور بیہقی نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی کو اس کے باپ نے کہا: اے میرے بیٹے! حضور نبی کریم ﷺ کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا میرے لیے تلاش کر اور اس میں مجھے کفن دینا اور آپ ﷺ سے عرض کرنا کہ میری نماز جنازہ پڑھائیں۔ راوی کا بیان ہے: کہ وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ عبد اللہ کے شرف اور اس کی سرداری کو جانتے ہیں، وہ آپ کے کپڑوں میں ایک کپڑے کی التجاء کر رہا ہے، ہم اسے اس میں کفن دیں گے اور کیا آپ اس پر نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ آپ عبد اللہ اور اس کے نفاق سے خوب واقف ہیں۔ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 287، دار الکتب العلمیہ بیروت

گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس پر نماز پڑھنے سے منع کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (التوبہ:80) اور فرمایا میں ستر مرتبہ سے زائد بار استغفار کروں گا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ الآیہ۔ راوی کا قول ہے: کہ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور اس آیت کے بارے آپ کو اطلاع دی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت بھی نازل فرمائی سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (المنافقون:6) (1)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب عبد اللہ بن ابی ابن سلول اس مرض میں مبتلا ہوا جس کے سبب وہ فوت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی بیمار پرسی فرمائی۔ جب وہ مر گیا تو آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی اور اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ فرمایا: قسم بخدا ہم نے ابھی چند راتیں ہی گزاریں تھیں کہ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ...... الآیہ۔

امام ابن ماجہ، بزار، ابن جریر، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں رأس المنافقین فوت ہوا اور اس نے وصیت کی کہ حضور نبی کریم ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اسے آپ ﷺ کی قمیص میں کفن دیا جائے۔ پس اس کا بیٹا حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے باپ نے وصیت کی ہے کہ اسے آپ کی قمیص میں کفن دیا جائے۔ سو آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھائی، اسے اپنی قمیص پہنائی اور اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی (2)۔ (الف)

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 288، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 230

(الف) عبد اللہ بن ابی مرا تو حضور ﷺ نے کفن کے لیے اپنی قمیص عطا فرمائی۔ تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ: آپ اس ناپاک اور گندے کو اپنی قمیص کیوں مرحمت فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے حقیقت سے نقاب اٹھایا اور فرمایا ''اے عمر! اس کافر و منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزاروں آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا''۔ منافقوں کا ایک انبوہ کثیر ہر وقت عبد اللہ کے پاس رہتا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے باوجود اپنی بخشش و نجات کے لیے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ اس رحمت عالمیاں کی بارگاہ بے کس پناہ کے بغیر اللہ کے ہاں منظور نا ممکن ہے تو بجائے اس کے کہ حالت یاس میں اس کا دامن پکڑنے کی ناکام کوششیں کریں ہم اب ہی کیوں نہ اس پر ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی مانگ لیں اور اس کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اس دن ایک ہزار منافق اس قمیص کی برکت اور قمیص والے کے حسن خلق سے مشرف باسلام ہو گئے۔ صحیح بخاری کی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ حضور کی شان رحمت للعالمینی کی وسعتوں کا آپ کو کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جائے گا ''حضرت عمر نے عرض کی یارسول اللہ! آپ اس بدبخت کی نماز جنازہ پڑھانا چاہتے ہیں جس نے فلاں دن ایسے ایسے ہذیان سرائی کی تھی، فلاں روز ایسی ایسی گستاخیاں کی تھی؟ حضور نے فرمایا ''عمر! ان باتوں کو رہنے دو اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے چاہے تو ان کے لیے مغفرت طلب کروں یا چاہے تو مغفرت طلب نہ کروں اگر میں یہ جانتا کہ میں ستر بار سے زیادہ اگر اس کے لیے مغفرت طلب کروں گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں ستر بار سے زیادہ اس کے لیے مغفرت طلب کرتا۔ اس کے فوراً بعد یہ آیت نازل ہوئی'' ولا تصل علی احد'' الآیہ، نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان میں سے جو مر جائے اور کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر بے شک انہوں نے کفر کیا اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے'' اس کے بعد سرکار دو عالم نے کبھی کسی منافق کے لیے نہ مغفرت کی دعا کی اور نہ اس کی قبر پر تشریف لے گئے''۔ (ضیاء النبی، جلد 4، صفحہ 726 تا 728 جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابویعلی، ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور کہا: وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔(3)

ابوالشیخ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس ٹھہرے اور اسے دعوت دی۔ تو اس کے لیے یہ انتہائی تکلیف دہ ثابت ہوا اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی ریش مبارک کو پکڑ لیا۔ تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک سے اپنا ہاتھ روک لے قسم بخدا! اگر آپ ﷺ مجھے اجازت فرمائیں۔ تو میں ہتھیار سے تیرا کام تمام کردوں۔ پھر وہ بیمار ہوگیا اور اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ آپ کو بلا رہا ہے اور اس نے آپ کی قمیص بھی طلب کی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: قسم بخدا وہ اس کا اہل نہیں کہ آپ اس کے پاس جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ پس آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا: تیری یہودیوں کے ساتھ دوستی اور محبت نے تجھے ہلاک کردیا ہے۔ اس نے کہا: میں نے آپ کو صرف اس لیے بلایا ہے تا کہ آپ میرے لیے مغفرت طلب کریں۔ اس لیے آپ کو نہیں بلایا کہ آپ مجھے ملامت کریں اور ڈانٹیں۔ پھر اس نے عرض کی: آپ مجھے اپنی قمیص عطا فرمائیے۔ تا کہ اس میں مجھے کفن دیا جائے۔ سو آپ ﷺ نے اسے قمیص عطا فرمائی۔ آپ نے اس کے جسم پر تھوکا اور اس کی قبر میں بھی اترے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا۔

راوی کا بیان ہے: پس انہوں نے قمیص کا ذکر کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری قمیص اسے کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ قسم بخدا! مجھے امید ہے اس کے سبب بنی خزرج میں سے ہزار سے زائد افراد اسلام قبول کریں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ۔ الآیہ۔

وَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

”اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ (جس میں حکم ہوتا ہے کہ) ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اللہ کے رسول کے ہمراہ تو اجازت طلب کرنے لگتے ہیں آپ سے جو طاقت والے ہیں ان میں سے اور کہتے ہیں رہنے دیجئے ہمیں تا کہ ہوں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ“۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اُولُوا الطَّوْلِ کا معنی اہل الغنی (دولت مند لوگ) ہیں(2)۔

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 231، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 233

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

''انہوں نے یہ پسند کیا کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر تو وہ کچھ نہیں سمجھتے لیکن رسول اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ انہوں نے جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اور انہی کے لیے ساری بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں تیار کر رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مَعَ الْخَوَالِفِ سے مراد مع النسآء ہے۔ یعنی انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ عورتوں کے ساتھ پیچھے رہ جانے والے ہو جائیں (1)۔

امام ابن مردویہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ آپ ثنیۃ الوداع آ گئے۔ آپ ﷺ تبوک جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رو کر یہ کہنے لگے: کیا آپ مجھے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ جائیں گے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میرے بعد ایسے ہی ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قائم مقام تھے۔ مگر نبوت کے ساتھ؟ ''اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا النُّبُوَّةَ؟''

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ کا یہ معنی بیان کیا ہے انہوں نے پسند کیا ہے کہ وہ اس طرح بیٹھے رہے جس طرح عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ خوالف سے مراد عورتیں ہیں اور وَ طُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کا مفہوم ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کے سبب مہر لگا دی گئی۔

وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

''اور آئے بہانہ بنانے والے بدو تا کہ اجازت مل جائے انہیں اور بیٹھ رہے وہ جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ اور اس کے رسول سے۔ عنقریب پہنچے گا جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب دردناک''۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ کا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 233، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

معنی ہے کہ ان میں سے اصل عذر آئے تاکہ انہیں اجازت مل جائے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا الْمُعَذِّرُوْنَ سے مراد وہ بہانے بنانے والے (معذرت کرنے والے) ہیں۔ آپ اسے تخفیف کے ساتھ وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ پڑھتے تھے۔

امام ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب الاضداد میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ پڑھتے اور فرماتے: اللہ تعالیٰ بہانے بنانے والوں پر لعنت کرے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کون ہیں، جنہوں نے الْمُعَذِّرُوْنَ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے؟ تو فرمایا وہ بنومقرن ہیں۔ اور جس کسی نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا انہوں نے ایسی شے کے ساتھ عذر پیش کیا جو ان کے لیے صحیح عذر نہیں تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ یہ آیت پڑھتے اور فرماتے انہوں نے ایسی شے کے ساتھ معذرت پیش کی جو درست اور حق نہ تھی۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ بنی غفار کا ایک گروہ تھا۔ وہ آئے اور معذرت کرنے لگے، ان میں سے ایک خرصہ میں سے خفاف بن ایماء بھی تھا۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩١﴾

"نہیں ہے کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جو نہیں پاتے وہ مال جسے خرچ کریں (اگر یہ پیچھے رہ جائیں) کوئی حرج جب کہ وہ مخلص ہوں اللہ کے لیے اور اس کے رسول کے لیے۔ نہیں ہے نیکو کاروں پر الزام کی کوئی وجہ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

امام ابن ابی حاتم، دارقطنی نے الافراد میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے لیے سورہ برأت لکھ رہا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ جو کچھ آپ ﷺ پر نازل فرماتا میں اسے لکھ لیتا تھا اور میں اپنا قلم اپنے کانوں پر رکھے ہوئے تھا کہ اچانک آپ ﷺ نے ہمیں قتال کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر آپ ﷺ احکام نازل ہونے کا انتظار فرمانے لگے کہ اتنے میں ایک نابینا آیا اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ میں تو نابینا ہوں۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟ تو اسی وقت مذکورہ آیت لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ نازل ہوئی۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے

بارے فرمایا کہ یہ عائذ بن عمرو اور دوسروں کے بارے مین نازل ہوئی (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ (التوبہ:43) سے لے کر مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تک سب آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں۔

رہا یہ ارشاد گرامی کہ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تو ابن ابی شیبہ، امام احمد نے الزہد میں، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوامامہ صائدی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حواریوں نے کہا: اے روح اللہ! ہمیں بتایئے اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ جو اللہ تعالیٰ کے حق کو لوگوں کے حق پر ترجیح دیتا ہے۔ جب اسے دو امر پیش آ جائیں یا جب اس کے سامنے امر دنیا بھی ہو اور امر آخرت بھی تو وہ آغاز امر آخرت سے کرے اور اس سے فارغ ہونے کے بعد امر دنیا کی طرف متوجہ ہو (2)۔

امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین نصیحت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: کن کے لیے یارسول اللہ ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمان ائمہ کے لیے اور مسلمان عوام الناس کے لیے (3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ دین نصیحت ہے۔ عرض کی گئی: کن کے لیے یارسول اللہ! ﷺ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمان ائمہ کے لیے اور مسلمان عوام الناس کے لیے (4)۔

امام بخاری، مسلم اور ترمذی رحمہم اللہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی بیعت نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے لیے مخلص ہونے کی شرط پر کی (5)۔

امام احمد اور حکیم ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جو عبادت میرے بندے نے میرے لیے مخلص ہو کر کی وہ سب سے پسندیدہ ہے۔ ''اَحَبُّ مَا تَعَبَّدَنِیْ بِهٖ عَبْدِیْ اِلَیَّ النُّصْحُ لِیْ'' (6)

امام احمد رحمہ اللہ نے الزہد میں حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے یہ روایت لکھی ہے کہ کسی راہب نے ایک آدمی کو کہا: میں تجھے اللہ تعالیٰ کے لیے اس طرح مخلص ہونے کی نصیحت کرتا ہوں۔ جیسے کتا اپنے گھر والوں کے لیے مخلص ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اسے بھوکا بھی رکھتے ہیں اور اسے دور بھی بھگاتے ہیں اور وہ اس سے انکار کرتا ہے مگر یہ کہ وہ ان کی حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے اور ان کے لیے مخلص بھی ہوتا ہے۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ کی تفسیر میں کہا ہے: ان

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 237، بیروت
2۔ نوادر الاصول، صفحہ 135، دار صادر بیروت
3۔ سنن نسائی، جلد 7، صفحہ 157، دار الحدیث قاہرہ
4۔ الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی، جلد 3، صفحہ 324، دار الکتب العلمیہ بیروت
5۔ سنن ترمذی مع عارضۃ الاحوذی، جلد 8، صفحہ 86 (1925)
6۔ نوادر الاصول، صفحہ 135، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

پر الزام کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے مخلص ہیں اور وہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں معذور قرار دیا ہے اور ان کے لیے وہی اجر رکھا ہے جو مجاہدین کے لیے مقرر کیا ہے۔ کیا آپ نے یہ سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ (النساء: 95) ''نہیں برابر ہو سکتے (گھروں میں) بیٹھنے والے مسلمان سوائے معذوروں کے''۔ پس وہ لوگ جنہوں نے ضعفاء اور معذوروں میں سے عذر پیش کیے اور وہ لوگ جو خرچ کرنے کے لیے بھی کچھ نہیں پاتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بھی جہاد کرنے والوں کی طرح ہی اجر مقرر کیا ہے۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس لوٹے اور مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے قریب پہنچے تو فرمایا تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسے آدمی چھوڑے ہیں جو تمہارے ساتھ سفر پر نہیں گئے، تم نے ان کی کوئی شے خرچ نہیں کی، اور نہ تم نے ان کے ساتھ وادیوں کو طے کیا ہے، مگر اس کے باوجود اس غزوہ میں وہ تمہارے ساتھ تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ مدینہ طیبہ میں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ عذر کے سبب رکے تھے (1)۔

امام احمد، مسلم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ پیچھے چھوڑے ہیں جنہوں نے نہ تمہارے ساتھ وادیوں کو طے کیا ہے اور نہ وہ تمہارے ساتھ شریک سفر بنے۔ مگر اس کے باوجود اجر میں وہ تمارے ساتھ شریک ہیں کیونکہ انہیں بیماری نے روک لیا ہے (2)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کے ضمن میں فرمایا: اور اللہ تعالیٰ گناہ اور جرم کرنے والوں کے لیے بخشش فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

''اور نہ ان پر (کوئی الزام ہے) جو جب حاضر ہوئے آپ کے پاس تا کہ آپ سوار کریں انہیں تو فرمایا آپ نے میں نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں وہ لوٹتے ہیں اس حال میں کہ ان کی آنکھیں بہا رہی ہوتی ہیں آنسو اس غم میں کہ افسوس نہیں ان کے پاس جو وہ خرچ کریں''۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسی اقوام کو چھوڑا ہے جنہوں نے تمہارے ساتھ کوئی خرچہ نہیں کیا، وادیوں کو طے نہیں کیا اور نہ تمہارے ساتھ دشمن کا

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 160، دار صادر بیروت
2۔ ایضاً، جلد 3، صفحہ 300

WWW.NAFSEISLAM.COM

سامنا کیا ہے۔ مگراس کے باوجود وہ اجر میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے مذکورہ بالا آیت تلاوت فرمائی۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ جہاد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب میں سے ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی، ان میں عبداللہ بن معقل مزنی بھی تھے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہمیں سوار کیجئے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں کوئی ایسی شئے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس وہ واپس چلے اس حال میں کہ وہ رو رہے تھے اور ان پر یہ احساس غالب تھا کہ انہیں جہاد سے روک دیا گیا ہے اور وہ خود نہ تو خرچ پاتے تھے اور نہ ہی سواری۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر قبول کرتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ ...... الآیہ۔(1)

امام ابن سعد، یعقوب بن سفیان نے تاریخ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے بلاشبہ میں اس گروہ میں سے ہوں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے محمد بن کعب رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے سواری کا مطالبہ کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں ایسی کوئی شئے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ سات افراد تھے یعنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر، بنی واقن میں سے حرمی بن عمرو، بنی مازن سے ابن نجار عبدالرحمٰن بن کعب اس کی کنیت ابولیلیٰ تھی، بنی معلّی میں سے سلمان بن صخر، بنی حارثہ سے عبدالرحمٰن بن زید ابوعبلہ، بنی سلمہ سے عمرو بن غنمہ اور عبداللہ بن عمرو مزنی (2)۔

امام ابن مردویہ نے مجمع بن حارثہ سے یہ قول روایت کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سواری کا مطالبہ کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: میں کوئی شئے نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔ وہ سات افراد تھے یعنی علیہ بن زید حارثی، عمر بن غنم ساعدی، عمرو بن ہرمی رافعی، ابولیلیٰ مزنی، سالم بن عمرو عمری، سلمہ بن صخر زرقی اور عبداللہ بن عمرو مزنی۔

امام عبدالغنی بن سعید نے تفسیر میں اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حلیہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے ضمن میں فرمایا: ان افراد میں سے سالم بنی عمیر بن عمرو بن عوف میں سے ایک تھا۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو سلمی اور حجر بن حجر کلاعی رحمہما اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ ان میں سے تھے جن کے بارے میں یہ آیت نازل کی گئی وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ"

امام ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے مذکورہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 10، صفحہ 237، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 10، صفحہ 239

WWW.NAFSEISLAM.COM

آیت کے بارے فرمایا: وہ مدینہ میں سے بنو مقرن تھے اور وہ سات افراد تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے یہ قول بیان کیا ہے قسم بخدا! میں ان افراد میں سے ایک ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ"

امام ابن اسحاق، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے زہری، یزید بن یسار، عبداللہ بن ابی بکر اور عاصم بن عمرو بن قتادہ وغیرہم افراد سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور وہ رو رہے تھے۔ وہ سات افراد تھے جن کا تعلق انصار اور دوسروں سے تھا۔ وہ بنی عمرو بن عوف میں سے سالم بن عمیر، بنی حارث سے عتبہ بن زید، بنی مازن سے ابن النجار ابولیلیٰ عبدالرحمٰن بن کعب، بنی سلمہ میں سے عمرو بن عمرو بن جہام بن جموح، بنی واقف سے ہرمی بن عمرو، بنی مزینہ سے عبداللہ بن معقل اور بنی فزارہ سے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہم تھے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کا مطالبہ کیا اور یہ حاجت مند تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کوئی نہیں پاتا جس پر میں تمہیں سوار کروں۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت معقل بن یسار ان رونے والوں میں سے تھے جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حسن اور بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے مذکورہ آیت کے بارے میں کہا: کہ یہ آیت عبداللہ بن معقل مزنی کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تاکہ آپ انہیں سوار کریں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن لہیعہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ابوشریح الکعبی ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ...... الآیہ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ میں پانی اور زادراہ کا بیان ہے (میں نہیں پاتا وہ (یعنی پانی اور زادراہ) جو میں تمہیں عطا کروں)

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن صالح نے کہا کہ مجھے جہینہ کے مشائخ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو پایا ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریوں کی التجاء کی تھی۔ سو انہوں نے عرض کی کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف گھوڑوں پر سوار کرنے کی التجاء کی تھی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی آیت کے بارے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواریوں کا سوال نہیں کیا تھا بلکہ صرف نعل بندوں کا سوال کیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھوڑے کی نعل کی درخواست کی تھی۔

اِنَّمَا السَّبِيۡلُ عَلَى الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ وَهُمۡ اَغۡنِيَآءُ‌ ۚ رَضُوۡا بِاَنۡ
يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَـوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا
يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۳﴾ يَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَيۡكُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ‌ ؕ قُلْ لَّا تَعۡتَذِرُوۡا
لَنۡ نُّـؤۡمِنَ لَـكُمۡ قَدۡ نَـبَّاَنَا اللّٰهُ مِنۡ اَخۡبَارِكُمۡ‌ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَـكُمۡ وَ
رَسُوۡلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰى عٰلِمِ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ
تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ لَـكُمۡ اِذَا انْقَلَبۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ‌ ؕ
فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ‌ ؕ اِنَّهُمۡ رِجۡسٌ‌ وَّمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَـنَّمُ‌ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا
يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۹۵﴾ يَحۡلِفُوۡنَ لَـكُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ‌ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا
يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۹۶﴾

''الزام تو بس ان لوگوں پر ہے جو اجازت مانگتے ہیں آپ سے حالانکہ وہ مالدار ہیں وہ راضی ہو گئے اس پر کہ ہو جائیں پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر بس وہ (کچھ) نہیں جانتے۔ وہ بہانے پیش کریں گے تمہارے پاس جب تم لوٹ کر جاؤ گے ان کی طرف، فرمایئے، بہانے مت بناؤ ہم نہیں اعتبار کریں گے تم پر، آگاہ کر دیا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری خبروں پر، اور دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارا عمل اور اس کا رسول پھر لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کو پھر وہ آگاہ کرے گا تمہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم لوٹو گے ان کی طرف تاکہ تم معاف کر دو انہیں سو منہ پھیر لو ان سے یقیناً وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے بدلہ اس کا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں تمہارے لیے تاکہ تم خوش ہو جاؤ ان سے۔ سو (یاد رکھو) اگر تم خوش ہو بھی گئے ان سے تو پھر بھی اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہو گا نافرمانوں کی قوم سے''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ اِنَّمَا السَّبِيۡلُ عَلَى الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آیت سے لے کر فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرۡضٰى عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ تک تمام آیات منافقین کے بارے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ قَدۡ نَـبَّاَنَا اللّٰهُ مِنۡ اَخۡبَارِكُمۡ کے متعلق حضرت سدی رحمہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگاہ فرما دیا ہے کہ اگر تم نکلو تو ہماری پریشانی اور غم میں ہی اضافہ کرو گے۔ اور فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ کے بارے فرمایا: جب حضور نبی کریم ﷺ لوٹ کر واپس تشریف لائے تو فرمایا تم نہ ان کے ساتھ کلام کرو اور نہ ان کے ساتھ مل کر بیٹھو۔ پس انہوں نے ان سے اسی طرح اعراض کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم ارشاد فرمایا۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ کا معنی ہے تاکہ تم ان سے درگزر کرلو۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾

''اعرابی زیادہ سخت ہیں کفر اور نفاق میں اور حق دار ہیں کہ نہ جانیں وہ احکام جو نازل کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑا دانا ہے''۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا پھر ان میں سے استثنیٰ کی اور فرمایا: وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ: 99) الآیہ۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ سے مراد وہ لوگ ہیں جو احکام وسنن کا بہت کم علم رکھنے والے ہیں۔

امام ابن سعد اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ زید بن صوحان بیان کر رہے تھے تو ایک اعرابی نے کہا: کہ تیری گفتگو تو مجھے تعجب میں ڈال رہی ہے اور تیرا ہاتھ مجھے شک میں ڈال رہا ہے۔ تو اس نے کہا: کیا تو اسے بایاں گمان کر رہا ہے؟ تو اعرابی نے جواب دیا: قسم بخدا! میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ دایاں کاٹیں گے یا کہ بایاں؟ تو زید نے کہا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا مدینہ طیبہ کے منافقین میں سے بڑھ کر اعرابی کفر اور نفاق میں سخت ہیں اور وہ یہ حق رکھتے ہیں کہ جو فرائض اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائے اور جو جہاد کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دیا اسے نہ جانیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت کلبی رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے یہ کہا ہے کہ یہ آیت بنی اسد اور بنی غطفان کے بارے میں نازل کی گئی ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا تلاوت کرے، تو اسے چاہیے کہ وہ دوسری آیت بھی تلاوت کرے اور وہ خاموش نہ ہو اور وہ آیت یہ ہے وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبۃ: 99)

امام احمد، ابوداؤد اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے امام نسائی اور علامہ بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے صحراء میں سکونت اختیار کی، تو اس نے ظلم و جفا کی، جس کسی نے شکار کا پیچھا کیا، وہ غافل ہوا اور جو سلطان کے پاس آیا، تو وہ فتنے میں مبتلا ہوا (1)۔

امام ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو کوئی بدو بنا اس نے جفا کی جس کسی نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا اور جو کوئی سلطان کے دروازے پر آیا وہ فتنے اور آزمائش میں مبتلا ہوا اور سلطان کے قرب میں اضافہ ہی اللہ تعالیٰ سے بعد اور دوری میں اضافہ ہے (2)۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

"اور بعض بدو ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ جو وہ (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں وہ تاوان ہے۔ اور منتظر ہیں تمہارے لیے زمانہ کی) گردشوں کے (حقیقت میں) انہی پر ہے بری گردش۔ اور اللہ تعالیٰ سمیع (و) علیم ہے"۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی ثواب اور جزا کی امید ہی نہیں رکھتے اور جو وہ صدقات و خیرات دیتے ہیں وہ ان کے لیے اجر ہے۔ اور وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ کا معنی ہے اور منتظر ہیں تمہارے لیے ہلاکتوں کے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ یہ دیہاتیوں میں سے منافقین ہیں جو دکھاوے اور غزوات پر جانے، جنگ میں شریک اور قتال کرنے سے بچنے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور وہ اپنے اخراجات کو تاوان گمان کرتے ہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت سدی سے یہ مفہوم نقل کیا ہے کہ جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اسے وہ تاوان شمار کرتے ہیں جو وہ ادا کر رہے ہیں۔ اور وہ حضرت محمد ﷺ کے لیے (نعوذ باللہ) ہلاکت کا انتظار کر رہے ہیں۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾

"اور کچھ دیہاتیوں میں سے وہ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز قیامت پر اور سمجھتے ہیں جو وہ خرچ کرتے ہیں قرب الٰہی اور رسول (پاک) کی دعائیں لینے کا ذریعہ ہے۔ ہاں ہاں وہ ان کے لیے باعث قرب ہے، ضرور داخل فرمائے گا انہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے"۔

1۔ شعب الایمان، جلد 7، صفحہ 47، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام سنید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کے بارے یہ قول بیان نقل کیا ہے کہ یہ بنومقرن ہیں جو کہ مزینہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہی کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ (التوبۃ:92) ''اور نہ ان پر (کوئی الزام ہے) جو جب حاضر ہوئے آپ کے پاس تا کہ آپ انہیں سوار کریں''(1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استغفار کرنا (دعائے مغفرت مانگنا) ہے(2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ دیہاتیوں کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی ثناء اور تعریف ہے اور صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

''اور سب سے آگے آگے سب سے پہلے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے''۔

امام ابو عبید، سنید، ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت حبیب الشہید رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت عمرو بن عامر انصاری رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ تو آپ نے الانصار کو رفع (پیش) کے ساتھ پڑھا اور الَّذِيْنَ کے ساتھ واؤ ذکر نہیں کی۔ تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا یہ ''والذین'' ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ''الذین'' ہے۔ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین زیادہ جانتے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ انہیں لے آئے تو آپ نے اس کے بارے ان سے پوچھا۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا ''والذین'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب بہت اچھا ہوا۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اتباع اور پیروی کی (3)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 10، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 13

WWW.NAFSEISLAM.COM

ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اس طرح پڑھ رہا تھا وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑا اور پوچھا: تجھے اس طرح کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے جواب دیا: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے۔ آپ نے فرمایا تو مجھ سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ میں تجھے ان کے پاس لے جاؤں گا۔ چنانچہ آپ جب ان کے پاس پہنچے۔ تو فرمایا کہ تم نے اسے یہ آیت اس طرح پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ آپ نے پوچھا: کیا تم نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ آپ نے جواب دیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: تحقیق میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ہم اتنی بلندی اور رفعت پر فائز ہیں کہ ہمارے بعد کوئی بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکے گا۔ تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی تصدیق سورۂ جمعہ کی ابتدائی آیت سے بھی ہوتی ہے وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعہ:3) اسی طرح سورۂ حشر میں ہے: وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (الحشر:10) اور سورۂ الانفال میں ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ (الانفال:75)(1)

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو اسامہ اور محمد بن ابراہیم تیمی دونوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ یہ پڑھ رہا تھا: وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے۔ پس جب وہ آدمی واپس پھرا۔ تو آپ نے فرمایا: تمہیں یہ آیت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا: یہ آیت مجھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ان کے پاس چلو۔ پس جب دونوں ان کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: اے ابو منذر! تو آپ مجھے یہ بتایئے کہ کیا یہ آیت تم نے اسے پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اس نے سچ کہا ہے۔ میں نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دھن مبارک سے سنی ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ تیسری بار انہوں نے پھر پوچھا تو انہوں نے حالت غضب میں کہا: جی ہاں، قسم بخدا! بالیقین اللہ تعالیٰ نے یہ آیت حضرت جبرائیل علیہ السلام پر نازل کی ہے۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے۔ اس میں خطاب اور اس کے بیٹے کی کوئی مشاورت نہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ بلند کرتے اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل گئے اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ ان سے وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کے بارے پوچھا گیا۔ تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی جانب منہ کر کے نمازیں ادا کی ہیں (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی حاتم، ابن منذر، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کے بارے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قبلتین کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 13، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 12

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن منذر اور ابونعیم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ دونوں نے اسی کے بارے یہ قول بیان کیا ہے: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قبلتین کی جانب منہ کر کے نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور وہ اہل بدر ہیں۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سلمان اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابوالشیخ اور ابونعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی تفسیر میں فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیعت رضوان کے وقت حاضر تھے اور سب سے پہلے سنان بن وہب اسدی نے بیعت رضوان کے وقت بیعت کی۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت غیلان بن جریر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا اپنے لیے انصار کا نام تم نے خود رکھا ہے یا آسمان سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ہمیں یہ نام عطا فرمایا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جس نے انصار سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا اور جس نے انصار کا بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے مبغوض قرار دے گا (1)۔

امام احمد، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار کا بغض ہے (2)۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! انصار کی، انصار کے بیٹوں کی، انصار کی ازواج کی اور انصار کی اولادوں کی مغفرت فرما، انصار میری جماعت اور میری حفاظت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ اگر لوگ اپنی اپنی جماعت کو اختیار کر لیں اور انصار بھی اپنی جماعت بنالیں تو میں انصار کی جماعت کو اپنا لوں۔ اور اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ اور احمد رحمہما اللہ نے سفرت حارث بن زیاد رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے انصار سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس وقت اس سے اظہار محبت فرمائے گا جب وہ اس سے ملاقات کریں گا اور جس نے انصار کا بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس وقت اس سے اظہار نفرت فرمائے گا جب وہ اس سے ملے گا (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! انصار پر، انصار کی اولاد پر اور انصار کی اولاد کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 96، دار صادر بیروت
2۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 60، قدیمی کتب خانہ کراچی
3۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 139، دار صادر بیروت
4۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 321

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر لوگ وادی اور گھاٹی میں چلیں اور تم بھی وادی اور گھاٹی میں چلو، تو میں بالیقین تمہاری وادی اور تمہاری گھاٹی میں چلوں گا۔ تم شعار (وہ لباس جو جسم کے ساتھ لگا ہوا ہو) اور لوگ دثار (کپڑوں کے اوپر لی ہوئی گرم چادر) ہیں۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں یقیناً انصار کا ایک فرد ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک بلند کیے یہاں تک کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی اور رب کریم کی بارگاہ میں اس طرح دعا کی: اے اللہ! انصار کی، انصار کے بیٹوں کی اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں کی مغفرت فرما۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ ارشاد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصار سے محبت نہیں رکھے گا مگر مومن اور انصاری سے بغض نہیں رکھے گا مگر منافق اور جوان سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے گا اور جوان سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے اظہار نفرت فرمائے گا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے اور اسے ترمذی نے حسن کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''خبردار سنو! میری جماعت وہ ہے جس کے پاس میرے اہل بیت نے پناہ لی اور بلاشبہ میری جماعت انصار ہیں۔ پس تم ان کے غلطیاں کرنے والوں کو معاف کردو اور ان کے محسن کو قبول کرلو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ قبیلہ انصار میں سے ہے، ان کی محبت ایمان ہے اور ان کا بغض نفاق ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اے اللہ! انصار کی، انصار کے بیٹوں کی، انصار کی عورتوں کی، انصار کے بیٹوں کی عورتوں کی اور انصاری کے پوتوں کی عورتوں کی مغفرت فرما۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کے ساتھ ایمان رکھتا ہے وہ انصار کے ساتھ بغض نہیں رکھے گا (3)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت معاذ بن رفاعہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے لیے اس طرح دعا کی: اے اللہ انصار کی، انصار کی اولادوں کی، ان کی اولادوں کی اولادوں کی، ان کے غلاموں کی اور ان کے پڑوسیوں کی مغفرت فرما۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری اور مسلم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قریش، انصار، جہینہ، مزینہ، اسلم اور غفار سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے دوست اور موالی

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 60، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ سنن ترمذی، کتاب المناقب، جلد 5، صفحہ 671 (3904)، دار الکتب العلمیہ بیروت 3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 671 (3906)

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہیں۔ آپ کے سوا ان کے لیے کوئی آقا اور مولیٰ نہیں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ اور مسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا آدمی جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کے ساتھ ایمان رکھتا ہے وہ انصار کے ساتھ بغض نہیں رکھ سکتا (2)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ مال غنیمت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غزوۂ حنین میں عطا فرمایا تھا، قریش میں سے اہل مکہ اور دوسرے لوگوں کے درمیان تقسیم فرمایا تو انصار غضب ناک ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے گروہ انصار! اس مال غنیمت کے بارے میں تمہاری گفتگو مجھ تک پہنچی ہے۔ جس کی تقسیم میں میں نے لوگوں کو ترجیح دی۔ تاکہ میں انہیں اسلام کی طرف مائل کر سکوں۔ تاکہ وہ آج کے بعد بھی شہادت دیں کیونکہ ابھی تھوڑا وقت گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اسلام داخل کیا ہے۔ اے گروہ انصار! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان کی دولت سے سرفراز فرما کر تم پر احسان نہیں کیا ہے؟ اور تمہیں خصوصی عزت و کرامت سے نوازا ہے اور تمہیں حسین ترین نام یعنی انصار اللہ و انصار الرسول عطا فرما کر تم پر احسان نہیں فرمایا ہے؟ اگر ہجرت نہ ہوتی تو یقیناً میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور تم ایک وادی میں چلو تو میں یقیناً تمہاری وادی میں چلوں گا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ یہ بھیڑیں، بکریاں، چوپائے اور اونٹ لے کر جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لے کر جاؤ؟ تو انہوں نے عرض کی:، ہم راضی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے بارے مجھے جواب دو۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہمیں تاریکی اور ظلمت میں پایا۔ تو آپ کے سبب اللہ تعالیٰ نے ہمیں نور اور روشنی عطا فرما دی اور آپ نے ہمیں آگ کے گڑھے کے کنارے پر پایا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ہمیں اس میں گرنے سے بچا لیا اور آپ نے ہمیں بھٹکا ہوا پایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وساطت سے ہمیں ہدایت عطا فرما دی۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسے رب مانتے ہوئے، اسلام کے ساتھ اسے دین مانتے ہوئے اور حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے ساتھ انہیں نبی تسلیم کرتے ہوئے راضی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! اگر تم مجھے اس قول کے سوا کوئی اور جواب دیتے تو میں یقیناً کہتا: تم نے سچ کہا ہے۔ اگر تم کہو کیا تم بھاگ کر ہمارے پاس نہیں آئے اور ہم نے آپ کو پناہ دی، آپ جھٹلائے ہوئے آئے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ مدد سے محروم ہو کر آئے تو ہم نے آپ کی مدد کی، ہم نے آپ سے اس کو قبول کیا جسے لوگوں نے رد کر دیا اگر تم یہ کہتے تو یقیناً تم سچ کہتے، تو ان سب نے کہا: بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا ہم پر اور ہمارے علاوہ دوسروں پر احسان اور فضل ہے (3)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے تین مراتب ہیں: مہاجرون الاولون (سب سے پہلے ہجرت کرنے والے) اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی اتباع کی، پھر

1۔ صحیح مسلم، جلد 1، صفحہ 60، قدیمی کتب خانہ کراچی 2۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، جلد 2، صفحہ 377 (3440) دار الفکر بیروت

3۔ معجم کبیر، جلد 7، صفحہ 151 (6665) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

WWW.NAFSEISLAM.COM

وہ لوگ جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے اور سب سے اچھا وہی ہے جو اس مرتبہ میں ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کسی صحابی کا ذکر کیا اور اس کا نقص بیان کیا۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ۔

حضرت ابن زید رحمہ اللہ سے وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ان سے مراد قیامت قائم ہونے تک اہل اسلام میں سے باقی رہنے والے لوگ ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عصمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے تابعین کے بارے سفیان سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کو پایا مگر حضور نبی مکرم ﷺ کو نہ پایا۔ میں نے وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آئیں گے۔ میں نے کہا: کیا یوم قیامت تک؟ انہوں نے کہا: میں امید رکھتا ہوں۔

امام ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابوصخر حمید بن زیاد رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کو کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے بارے بتائیے، میں صرف آزمائش کا ارادہ رکھتا ہوں؟ تو انہوں نے کہا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام کی مغفرت فرمادی ہے اور ان سب کے لیے اپنی کتاب میں جنت واجب کردی ہے چاہے وہ نیکیاں کرنے والے ہوں یا خطاؤں کا ارتکاب کرنے والے۔ میں نے اس سے کہا: کون سا وہ مقام ہے جہاں اپنی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت واجب قرار دی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کیا تو یہ آیت نہیں پڑھتا: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔ الآیہ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے جمیع اصحاب کے لیے جنت اور اپنی رضا واجب کردی ہے۔ اور تابعین پر ایسی شرط عائد کی ہے جو ان پر نہیں لگائی۔ میں نے پوچھا: ان پر کون سی شرط لگائی گئی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ان پر یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ انتہائی عمدگی اور احسان کے ساتھ ان کی اتباع اور پیروی کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ اعمال حسنہ میں ان کی اقتداء کی جائے گی اور دیگر امور میں ان کی اقتداء نہیں کی جائے گی۔ ابوصخر نے کہا: گویا کہ میں نے اس سے قبل یہ آیت پڑھی ہی نہیں اور نہ میں نے اس کی تفسیر کو پہچانا۔ یہاں تک کہ محمد بن کعب پر اسے پڑھا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت اوزاعی رحمہ اللہ کی سند سے روایت بیان کی ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر، قاسم، مکحول، عبد بن ابی لبابہ اور حسان بن عطیہ رحمہم اللہ نے مجھے یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ سے لے کر وَرَضُوْا عَنْهُ تک تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ میری تمام تر امت کے لیے ہے اور رضامندی کے بعد ناراضگی نہیں ہوتی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ۛ۫ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾

"اور تمہارے آس پاس بسنے والے دیہاتیوں سے کچھ منافق ہیں اور کچھ مدینہ کے رہنے والے پکے ہوگئے ہیں نفاق۔ میں تم نہیں جانتے ان کو ہم جانتے ہیں انہیں، ہم عذاب دیں گے انہیں دوبار پھر وہ لوٹائے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف"۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی نے الاوسط میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ مذکورہ آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے قیام فرما ہوئے۔ تو فرمایا: اے فلاں کھڑے ہو جا اور نکل جا۔ کیونکہ تو منافق ہے۔ پس آپ ﷺ نے انہیں ان کے نام لے لے کر نکال دیا اور انہیں خوب رسوا کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے کسی کام کے سبب اس جمعہ میں حاضر نہیں تھے۔ جب وہ لوگ مسجد سے نکل رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے۔ آپ اس حیاء کے سبب ان سے چھپنے لگے کہ آپ اس جمعہ میں حاضر نہیں ہوئے اور آپ نے لوگوں کے بارے یہ گمان کیا کہ وہ جمعہ سے فارغ ہو کر واپس آرہے ہیں اور وہ لوگ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپنے لگے اور انہیں یہ گمان ہوا کہ آپ ان کے بارے جانتے ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ لوگ ابھی تک واپس نہیں پھرے۔ اسی دوران آپ کو ایک آدمی نے کہا: اے عمر! آپ کو بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے منافقین کو آج ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ پس یہی پہلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے (1)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ سے مراد جہینہ، مزینہ، اشجع، اسلم اور بنی غفار ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ کی تفسیر میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ نفاق پر قائم رہے اور انہوں نے اس طرح توبہ نہ کی جیسا کہ دوسروں نے توبہ کی۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے اسی کے بارے حضرت ابن جریج رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی، ابو عامر الراہب اور جد بن قیس اسی نفاق پر ہی مرے۔

امام ابوالشیخ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کا معنی ہے ہم انہیں پہچانتے نہیں ہیں۔

امام عبدالرزاق، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا حال ہے ان قوموں کا جو لوگوں کے بارے یہ گفتگو کرتے ہیں کہ فلاں جنت میں

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 15، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہے اور فلاں جہنم میں؟ اور جب تو ان میں سے کسی سے اس کے اپنے بارے میں پوچھے تو کہتا ہے میں نہیں جانتا میری عمر کی قسم! بالیقین تو لوگوں کے اعمال کی نسبت اپنے نفس کے بارے میں زیادہ بہتر جانتا ہے اور تو نے اتنی چیزوں کا تکلف کیا ہے جن کا کسی نبی علیہ السلام نے تکلف نہیں کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا وَ مَا عِلْمِیْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ (الشعرا) ''مجھے کیا خبر کہ وہ کس نیت سے ایمان لائے ہیں''۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا وَ مَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾ (الانعام) ''اور نہیں ہوں میں تم پر نگہبان''۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے فرمایا لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ''تم نہیں جانتے ان کو ہم انہیں جانتے ہیں''(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ سے مراد بھوک (قحط سالی) اور قتل کے ساتھ انہیں عذاب دینا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت ابو مالک رحمہ اللہ نے کہا: سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ سے مراد بھوک اور عذاب قبر ہے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے اسی کے بارے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد قبر میں عذاب دینا اور جہنم میں عذاب دینا ہے۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے عذاب قبر کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ کے بارے کہا: اس سے مراد قبر میں عذاب دینا اور جہنم میں عذاب دینا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ کے ضمن میں حضرت ربیع نے کہا کہ وہ دنیا میں اور عذاب قبر میں مبتلا کیے جائیں گے۔ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ تو اس میں عذاب عظیم سے مراد عذاب جہنم ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ کے ضمن میں ابن زید نے کہا کہ اس سے مراد اموال و اولاد کے سبب دنیا میں عذاب دینا ہے اور یہ آیت پڑھی فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (التوبۃ:55) ''سو نہ تعجب میں ڈال دیں تمہیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں ان چیزوں سے دنیوی زندگی میں''۔

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ انہیں دنیوی زندگی میں مصائب کے ذریعہ عذاب دے۔ پس یہ مصائب ان کے لیے عذاب ہیں اور مومنین کے لیے اجر ہیں۔ اور فرمایا: آخرت کا عذاب جہنم میں ہے اور آیت میں عذاب عظیم سے مراد جہنم کا عذاب ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ لوگ کہتے ہیں سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ سے مراد قتل اور قتل کے بعد برزخ ہے اور برزخ سے مراد موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے تک کا وقت

1۔ تفسیر عبدالرزاق، زیر آیت ہذا، جلد 2، صفحہ 161 (1118)، دارالکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہے اور عذاب عظیم سے مراد جہنم کا عذاب ہے۔

امام ابوالشیخ نے حضرت ابو مالک رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ کی تفسیر میں کہا: کہ حضور نبی کریم ﷺ منافقین کو جمعہ کے دن منبر پر اپنی زبان اقدس سے عذاب پہنچاتے تھے اور دوسرا اس سے مراد قبر کا عذاب ہے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے ہمیں ایک ایسا شاندار اور عظیم خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے کبھی بھی اس کی مثل نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ تم میں سے بعض منافقین ہیں۔ پس میں جس کا نام لوں تو اسے چاہیے کہ وہ کھڑا ہو جائے فلاں! تو کھڑا ہو جا، اے فلاں! تو کھڑا ہو جا۔ یہاں تک کہ وہ چھتیس افراد کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ تم میں سے ہیں۔ وہ تم میں سے ہیں اور وہ تم میں سے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے عافیت کی التجا کرو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی سے ملے۔ آپ کے اور اس کے درمیان بھائی چارہ تھا۔ تو آپ نے اس سے پوچھا: تیرا کیا حال ہے؟ تو اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا ہے اور اس اس طرح کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے سارا دن دور رکھے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲

"کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اعتراف کر لیا ہے اپنے گناہوں کا۔ انہوں نے ملا جلا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ان سے مراد دس افراد کا وہ گروہ ہے جو غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ لوٹ کر واپس تشریف لائے تو ان میں سے سات نے اپنے آپ کو مسجد کے ان ستونوں سے باندھ لیا۔ جو حضور نبی کریم ﷺ کی گزرگاہ میں واقع تھے۔ جب آپ ﷺ مسجد میں ان کی جانب لوٹ کر آئے تو جونہی انہیں دیکھا تو فرمایا: یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو باندھ رکھا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی: یہ ابولبابہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے یا رسول اللہ! ﷺ۔ انہوں نے اپنے آپ کو باندھ لیا ہے اور قسمیں اٹھا رکھی ہیں کہ انہیں کوئی نہیں کھولے گا۔ یہاں تک کہ خود حضور نبی مکرم ﷺ ان کی معذرت قبول کرتے ہوئے انہیں کھول دیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں میں انہیں نہیں کھولوں گا اور نہ ہی ان کا عذر قبول کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں کھولے گا۔ انہوں نے مجھ سے اعراض کیا ہے اور غزوہ میں مسلمانوں سے پیچھے رہے ہیں۔ جب یہ خبر ان تک پہنچی تو انہوں نے کہا: ہم اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہی ہمیں کھولے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی امید ہے وہی توبہ قبول فرمانے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تک یہ آیت پہنچائی انہیں کھول دیا اور ان کی معذرت قبول فرمالی۔ سو وہ اپنے مال ومتاع لے کر آئے اور عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہمارے مال ہیں آپ اسے ہماری جانب سے صدقہ کر دیجئے اور ہمارے لیے دعا مغفرت کیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں تمہارے اموال لے لوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْ ''(اے حبیب!) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعے سے نیز دعا مانگیے ان کے لیے''۔ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ ان کے لیے استغفار کیجئے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ یہ ان کے لیے رحمت ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صدقہ لے لیا۔ اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور ان میں سے تین آدمی تھے، جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ نہیں باندھا تھا وہ ایک سال تک ٹھہرے رہے، وہ نہیں جانتے تھے کہ کیا انہیں عذاب دیا جائے گا یا ان کی توبہ قبول کی جائے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (التوبۃ: 117) الآیہ'' یقیناً رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں''۔ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا (التوبہ: 118) ''اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا''۔ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (التوبۃ) '' تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بکرم ہوا تاکہ وہ بھی رجوع کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا (اور) ہمیشہ رحم کرنے والا ہے''۔ یعنی اگر وہ صراط مستقیم پر قائم رہے (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بعینہ اسی طرح روایت بیان کی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ اس میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے جب کہ انہوں نے بنی قریظہ کو کچھ کہا: اور ساتھ ہی اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ذبح کر دیں گے اگر تم ان کے حکم پر نیچے اترے (2)۔

امام بیہقی نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیان کیا ہے کہ بنی قریظہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے تو انہوں نے اوپر سے جھانک کر آپ کو دیکھا اور آپ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف دعوت دینے لگے، انہوں نے کہا: اے ابولبابہ! کیا آپ ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ ہم نیچے اتر آئیں؟ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا کہ ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ پس اس کے بارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا۔ تیرا کیا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ سے غافل ہے جب کہ تو اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے انہیں بتارہا تھا؟ پس وہ کچھ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 18، بیروت 2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 271، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

وقت ٹھہرے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے۔ اور یہی غزوہ غزوۃ العسرہ کہلاتا ہے۔ تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو آپ ﷺ کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ لوٹ کر واپس تشریف لائے تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے رخ زیبا پھیر لیا تو اس پر حضرت ابولبابہ بہت پریشان ہوئے اور اپنے آپ کو ستون توبہ کے ساتھ باندھ دیا۔ جو باب ام سلمہ کے پاس ہے۔ سات دن رات شدید گرمی میں اسی حال پر رہے۔ ان دنوں میں نہ کچھ کھایا اور نہ ایک قطرہ تک پیا اور کہا میں اسی جگہ پر پڑا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں دنیا سے مفارقت اختیار کرلوں گا یا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر نظر رحمت فرمائے گا اور میری توبہ قبول فرمائے گا، پس وہ اسی طرح پڑے رہے یہاں تک کہ کمزوری کے سبب آواز بھی نہیں سنائی دیتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ صبح وشام ان کی طرف دیکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور انہیں پکار کر یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف آدمی بھیجا تا کہ وہ انہیں ستون سے کھول دے۔ مگر انہوں نے اس سے انکار کردیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی اور کھولے۔ پھر رسول اللہ ﷺ خود تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا۔ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ تندرست ہوئے تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑ دوں گا جس میں مجھ سے یہ غلطی صادر ہوئی۔ اور میں آپ کی طرف منتقل ہوکر آپ کے پاس ہی سکونت اختیار کروں گا۔ اور میں اپنا مال بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے لیے صدقہ کردوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری طرف سے ثلث مال کا صدقہ جائز ہے۔ چنانچہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس سکونت اختیار کرلی اور اپنا ثلث مال صدقہ کردیا۔ پھر توبہ کی۔ پھر اس کے بعد اسلام میں ان سے سوائے نیکی اور خیر کے عمل کے اور کچھ نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ دنیا سے داغ مفارقت دے گئے (1)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک پر تشریف لے گئے۔ تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھ دو اور آدمی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔ بعدازاں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے غور وفکر کیا۔ تو انہیں انتہائی ندامت ہوئی اور انہوں نے ہلاکت کا یقین کرلیا۔ اور انہوں نے یہ کہا: کہ ہم تو سائے میں بیٹھے ہیں اور اپنی عورتوں کے ہمراہ اطمینان اور راحت کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ دیگر اہل ایمان جہاد میں مصروف ہیں۔ قسم بخدا! ہم ضرور بضرور اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھ دیں گے اور پھر کھولیں گے نہیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ ہی تشریف لاکر ہمیں کھولیں گے اور ہمارا عذر قبول فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ چل پڑے اور اپنے آپ کو باندھ دیا اور آپ کے ساتھ دوسرے دو آدمیوں نے بھی اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا اور تین باقی رہے جنہوں نے اپنے آپ کو نہ باندھا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے تو آپ

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 270، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ﷺ سیدھے مسجد میں پہنچے، جب ان کے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا: یہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھ رکھا ہے؟ تو ایک آدمی نے عرض کی: یہ ابولبابہ اور آپ کے دو ساتھی ہیں۔ جو رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے یہاں تک کہ آپ خود آ کر انہیں کھولیں گے اور آپ ان سے راضی ہوں گے اور انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم بخدا! میں انہیں نہیں کھولوں گا، یہاں تک کہ مجھے انہیں کھولنے کا حکم دیا جائے اور میں ان کا عذر قبول نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کا عذر قبول فرمائے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں سے پیچھے رکھا ہے اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرنے سے اعراض کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ۔ الآیہ اور امید ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسا ضرور ہو گا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھول دیا اور انہیں معذور قرار دے دیا۔ پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دونوں ساتھی اپنے مالوں کے پاس گئے اور وہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ ہمارے مال لے لیجئے اور اسے ہماری جانب سے صدقہ کر دیجئے اور ہمارے لیے دعا کیجئے۔ وہ عرض کرنے لگے آپ ہمارے لیے استغفار کیجئے اور ہمیں پاک کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں اس میں سے کوئی شے بھی نہیں لوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے اس کا حکم دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔ راوی کا بیان ہے وہ تین باقی رہ گئے جنہوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مخالفت کی تھی اور انہوں نے توبہ نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی شے کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور ان کے عذر کے بارے بھی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اور ان پر زمین وسیع ہونے کے باوجود تنگ ہو گئی انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ" الآیہ (التوبۃ: 106) پس ان لوگوں نے بھی کہنا شروع کر دیا۔ وہ ہلاک ہو گئے جب کہ ان کے لیے کوئی عذر نازل نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہنے لگے: قریب ہے اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرمائے گا۔ پس وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ (التوبۃ: 117) الی قولہ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (التوبۃ: 118) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ سو ان پر توبہ کا حکم نازل ہوا اور ان کے مطابق انہوں نے عمل کیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ کے ضمن میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ آٹھ آدمی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ لیا تھا۔ ان میں سے کردم، مرداس اور ابولبابہ تھے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ سات آدمی تھے جو غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے چار نے کچھ اچھے عمل اور کچھ برے عمل آپس میں ملا جلا دیئے اور وہ جد بن قیس، ابولبابہ، حرام اور اوس ہیں، یہ تمام کے تمام انصار میں سے تھے ان کی توبہ قبول کر لی گئی۔ انہی کے بارے میں یہ کہا گیا ہے: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 18، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عَمَلًا صَالِحًا سے مراد ان کا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غزوات میں شریک ہونا ہے اور وَّاٰخَرَ سَیِّئًا سے مراد ان کا غزوہ سے پیچھے رہنا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا نے التوبہ میں، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ نے کہا: قرآن کریم میں کوئی آیت نہیں ہے جو میرے نزدیک اس امت کے لیے اس آیت سے بڑھ کر امید افزا ہو: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ الآیہ(1)۔

امام ابوالشیخ اور بیہقی نے حضرت مطرف سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں رات کے وقت اپنے بستر پر لیٹتا ہوں اور قرآن کریم میں غور وفکر اور تدبر کرتا ہوں۔ پھر اپنے اعمال کو اہل جنت کے اعمال پر پیش کرتا ہوں تو ان کے اعمال انتہائی شدید اور سخت ہیں۔ مثلاً فرمایا كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ﴿۱۷﴾ (الذاریات) "یہ لوگ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے"۔ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا﴿۶۴﴾ (الفرقان) "رات بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہوئے"۔ مزید فرمایا: اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآىِٕمًا (الزمر:9) "بھلا جو شخص عبادت میں بسر کرتا ہے رات کی گھڑیاں کبھی سجدہ کرتے ہوئے کبھی کھڑے ہوئے"۔ تو میں اپنے آپ کو ان میں سے گمان نہ کرتا۔ پھر میں اپنے آپ کو ان آیات پر پیش کرتا۔ مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ﴿۴۳﴾ (المدثر) "کہ کس جرم نے تم کو دوزخ میں داخل کیا؟ وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھا کرتے تھے"۔ الی قولہ كُنَّا نُكَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ﴿۴۶﴾ (المدثر) "اور ہم روز جزا کو جھٹلایا کرتے تھے"۔ پس میں جھٹلانے والی قوم میں بھی غور وفکر کرتا اور اپنے آپ کو ان میں سے گمان نہ کرتا۔ پھر اس آیت کا حکم دیا ہے: وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ میں اور تم اے بھائیو! انہی میں سے ہیں۔

امام ابوالشیخ، ابن مندہ، ابونعیم نے المعرفہ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے قوی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ لوگ جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے ان کی تعداد چھ ہے، ابولبابہ، اوس بن جذرم، ثعلبہ بن ودیعہ، کعب بن مالک، مروہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ، پس ابولبابہ، اوس بن جذام اور ثعلبہ تینوں آئے اور انہوں نے اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ دیا اور پھر اپنے مال لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ یہ لے لیجئے جو ہم آپ ﷺ سے پیچھے رک گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں انہیں نہیں کھولوں گا یہاں تک کہ قتال ہو جائے۔ پس قرآن نازل ہوا خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ الآیہ۔ اور بعض کو توبہ سے دور کھا گیا تھا اور کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے جو پیچھے رہ گئے۔ پس انہیں چالیس دن تک مؤخر کر دیا گیا۔ پس وہ نکل گئے اور اپنے خیمے لگا لیے اور آپ ﷺ نے انہیں اپنی عورتوں سے بھی جدا کر دیا۔ مسلمانوں نے ان سے دوستی قائم نہیں کی اور نہ ہی کوئی ان کے قریب گیا۔ پھر ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَیْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لِیَتُوْبُوْا ۭ

1۔ شعب الایمان، جلد 5، صفحہ 432 (7165) دار الکتب العلمیہ بیروت

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (التوبۃ) تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں یہ بشارت سنائی۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن شوذب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ احنف بن قیس نے کہا: میں نے اپنے آپ کو قرآن کریم پر پیش کیا۔ تو میں نے ایسی کوئی آیت نہیں پائی جو میرے نزدیک اس آیت سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا...... الآیہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا کے بارے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا: اے مالک! انہوں نے توبہ کی۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ ثابت ہے۔

امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے صحابہ کرام سے دریافت کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ تو ایک صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: کہ آج کی رات دو آنے والے میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے کہا چلو۔ پس میں ان دونوں کے ساتھ چل پڑا۔ وہ دونوں مجھے ارض مقدس کی طرف نکال کر لے گئے۔ تو ہم ایک آدمی کے پاس آئے جو لیٹا ہوا تھا جب کہ دوسرا اس کے پاس بھاری پتھر لے کر کھڑا تھا۔ وہ اس کے سر پر پتھر مارتا ہے اور اس کے سر کو کچل دیتا ہے اور پتھر لڑھک کر دور جا گرتا ہے۔ وہ آدمی پتھر کے پیچھے جاتا ہے اور اسے اٹھا لاتا ہے۔ اس کے واپس لوٹنے سے پہلے ہی اس کا سر پہلے کی طرح تندرست اور صحیح وسالم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اس کے پاس واپس لوٹ کر دوبارہ وہی عمل کرتا ہے جو اس نے پہلی بار کیا میں نے ان دونوں سے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ تو انہوں نے مجھے جواب دیا آگے چلو، پس ہم چل پڑے۔ پھر ہم ایک آدمی کے پاس آئے جو چت لیٹا ہوا تھا۔ اور دوسرا لوہے کی سلاخ لے کر اس کے پاس کھڑا تھا۔ وہ اس کی ایک جانب سے آ کر اس کی باچھیں گدی تک چیر ڈالتا ہے، اس کی ناک اور اس کی آنکھ کو بھی گدی تک چیر ڈالتا ہے۔ پھر وہ پھر کر دوسری جانب سے آتا ہے اور اس جانب بھی وہی کچھ کرتا ہے جو پہلی جانب کیا تھا۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہے؟ ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو، چنانچہ ہم چل پڑے اور ہم تنور کی طرح کی شے کے پاس آئے۔ اس میں بہت شور اور آوازیں بلند ہو رہی تھیں ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا۔ تو اس میں ننگے بدن مرد اور عورتیں تھیں۔ ان کے نیچے کی جانب سے شعلہ بلند ہوتا تھا اور جب وہ شعلہ ان پر پڑتا تو وہ خوب شور کرتے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو، چنانچہ ہم چل پڑے۔ پھر ہم خون کی مثل ایک سرخ نہر کے پاس آئے۔ ہم نے دیکھا کہ اس نہر میں ایک تیرنے والا آدمی تیر رہا ہے اور یہ دیکھا کہ نہر کے کنارے پر ایک دوسرا آدمی ہے جس کے پاس بہت سے پتھر ہیں۔ وہ تیرنے والا آدمی جتنا چاہتا ہے تیرتا رہتا ہے۔ پھر وہ اس کے پاس آتا ہے جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے ہیں اور اس کے پاس آ کر وہ منہ کھولتا ہے اور وہ آدمی پتھر اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ وہ چلا جاتا ہے اور تیرنے لگتا ہے۔ پھر وہ لوٹ کر واپس آتا ہے، جب بھی وہ لوٹ کر آتا ہے تو وہ

منہ کھولتا ہے اور وہ ایک پتھر اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا۔ یہ دونوں کون ہیں؟ ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو۔ پس ہم چل پڑے۔ ہم ایک ایسے کریہہ المنظر آدمی کے پاس آئے جس سے بڑھ کر بہہ اور ناپسندیدہ آپ نے نہیں دیکھا ہوگا اس کے پاس آگ ہے۔ وہ اسے ہلا کر تیز کرتا ہے اور اس کے ارد گرد دوڑ لگا رہا ہے۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے کہا: آگے چلو، پس ہم چل پڑے اور ہم ایک گھنے سیاہ باغ میں آئے اس میں ہر جانب بہار کا نور ہے۔ ہم نے دیکھا کہ اس باغ کے درمیان ایک طویل آدمی ہے میں اس کا سر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کی قد و قامت آسمان کی جانب بڑھی ہوئی تھی اور اس آدمی کے گرد میں نے بہت سے بچوں کو دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے مجھے کہا: آگے چلو۔ پس ہم چل پڑے۔ تو ہم آخر میں بہت بڑے باغ تک پہنچے۔ اس سے بڑھ کر عظیم اور حسین باغ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے مجھے کہا: اس میں چڑھتے چلو۔ چنانچہ ہم اس میں چڑھتے گئے۔ اور ہم ایسے شہر تک پہنچے جسے سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا ہے۔ سو ہم شہر کے دروازے پر پہنچے اور ہم نے اسے کھولنے کا مطالبہ کیا تو وہ ہمارے لیے کھول دیا گیا اور ہم اس میں داخل ہو گئے اور وہاں بہت سے لوگوں نے ہم سے ملاقات کی۔ ان میں سے کچھ اپنی تخلیق میں اتنے حسین تھے کہ ان سے بڑھ کر حسین تم نے نہیں دیکھے۔ اور کچھ اتنے بدصورت تھے کہ ان سے بڑھ کر قبیح تم نے نہیں دیکھے۔ ان دونوں نے انہیں کہا جاؤ اور اس نہر میں اپنا رنگ صاف کرلو۔ وہاں ایک چوڑی نہر بہہ رہی تھی، اس کا پانی دودھ کی مثل سفید تھا۔ چنانچہ وہ گئے اور اس میں کود گئے پھر وہ لوٹ کر ہماری طرف آئے۔ تو ان سے سیاہی ہوگئی اور وہ انتہائی خوبرو اور حسین ہو گئے۔ ان دونوں نے مجھے کہا: یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کا محل ہے۔ انہوں نے مجھے نگاہ اوپر اٹھانے کو کہا۔ تو وہاں سفید بادل کی طرح ایک محل تھا۔ انہوں نے مجھے کہا یہ آپ کا محل اور آپ کی منزل ہے۔ میں نے انہیں کہا: بارک اللہ فیکما مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ میں اس میں داخل ہوسکوں۔ تو ان دونوں نے کہا: ابھی نہیں، لیکن تم بالیقین اس میں داخل ہو گے۔

میں نے ان دونوں سے کہا: میں نے آج رات عجیب و غریب مناظر دیکھے۔ میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے بتایا: وہ پہلا آدمی جس کے پاس تم آئے اور اس کے سر کو پتھر کے ساتھ کچلا جا رہا تھا۔ وہ وہ آدمی ہے جو قرآن کریم شروع کرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ دیتا ہے اور فرض نماز کے وقت سو جاتا ہے، قیامت قائم ہونے تک اس کے ساتھ یہی کیا جاتا رہے گا اور وہ آدمی جس کے پاس آپ آئے تو اس کی باچھیں اس کی ناک اور اس کی آنکھیں گدی تک چیری جا رہی تھیں، وہ ایسا آدمی ہے جو اپنے گھر سے نکلتا ہے اور جھوٹ بولنا شروع کرتا ہے اور اس کا جھوٹ آفاق میں پہنچ جاتا ہے، پس یوم قیامت تک اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا رہے گا اور وہ برہنہ مرد اور برہنہ عورتیں جو سب تنور میں تھے وہ سب زانی مرد اور زنا کرنے والی عورتیں تھیں اور وہ آدمی جس کے پاس تم آئے کہ وہ نہر میں تیر رہا ہے اور اس کے منہ میں پتھر ڈالا جاتا ہے وہ سود خوار ہے۔ اور وہ آدمی جو انتہائی کریہ المنظر تھا، اس کے پاس آگ تھی اور وہ اسے ہلا کر تیز کرتا تھا وہ داروغہ جہنم مالک تھا۔ اور وہ طویل القامت انسان جسے آپ نے باغ میں دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور وہ بچے جو ان کے ارد گرد جمع تھے وہ ایسے نومولود بچے تھے جو اپنی فطرت پر ہی موت کی آغوش میں چلے گئے اور وہ قوم جس کے افراد کا نصف حسین اور نصف قبیح

اور بدصورت تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اچھے اور برے اعمال باہم ملا جلا دیئے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمالی اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں(1)۔

امام خطیب رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے کئی لوگوں کو دیکھا کہ آگ کی قینچیوں کے ساتھ ان کی جلدوں کو کاٹا جارہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب ملا: یہ وہ لوگ ہیں جو ایسی چیزوں کے لیے زیب و آرائش کرتے ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں ہوتیں اور میں نے انتہائی بدبودار خیمہ دیکھا۔ اس میں شور و غل برپا تھا۔ میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ تو جواب ملا یہ وہ عورتیں ہیں جو ان کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہیں جو ان کے لیے حلال نہیں اور میں نے ایک قوم کو دیکھا جنہوں نے جنات کے پانی سے غسل کیا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ اور اعمال سیۂ کو ملا جلا دیا۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت اسود بن قیس عبدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ایک دن حبیب بن مسلمہ سے ملے اور کہا: اے حبیب! اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کے امور کے سوا کے لیے تجھے رب میسر آگیا ہے۔ اس نے جواب دیا میری پہنچ آپ کے باپ تک ہے اور وہ ایسے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں تو نے تو قلیل اور زائل ہونے والی دنیا کی شرط پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی ہے۔ پس اگر وہ تیرے دنیوی معاملات میں تیرے ساتھ کھڑے ہیں تو بالیقین تیرے دین میں تیرے ساتھ بیٹھے ہیں۔ اور اگر وہ جو تو نے کیا ہے وہ شر ہے تو پھر میں نے خیر اور بھلائی کی بات کی ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا لیکن تو ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴿۱۴﴾ (المطففین) ''نہیں نہیں درحقیقت زنگ چڑھ گیا ہے ان کے دلوں پر ان کرتوتوں کے باعث جو وہ کیا کرتے تھے''۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴿۱۰۳﴾

''(اے حبیب!) وصول کیجئے ان کے مالوں سے صدقہ تاکہ آپ پاک کریں انہیں اور بابرکت فرمائیں انہیں اس ذریعے سے نیز دعا مانگیے ان کے لیے، بے شک آپ کی دعا (ہزار) تسکین کا باعث ہے ان کے لیے، اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ معنی یہ ہے اے حبیب! ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے تاکہ آپ انہیں ان گناہوں سے پاک کریں جن کا ارتکاب انہوں نے کیا۔

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وَ صَلِّ عَلَیْهِمْ کا معنی ہے وہ گناہ جو انہوں

1۔ صحیح بخاری، جلد 2، صفحہ 1043، قدیمی کتب خانہ کراچی

WWW.NAFSEISLAM.COM

نے کیے ان سے ان کے لیے دعا مغفرت کیجئے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث رحمت ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ کا معنی ہے ان کے لیے دعا کیجئے۔ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ بے شک آپ کا استغفار کرنا ان کے دلوں کو تسکین اور ان کے لیے باعث اطمینان ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی صدقہ لے کر آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر رحمت فرما۔ پس میرا باپ صدقہ لے کر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! آل ابی اوفی پر رحمت فرما (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سَكَنٌ لَّهُمْ کا معنی ہے کہ (دعا) ان کے لیے باعث امن ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو میری بیوی نے آپ سے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر اور میرے خاوند پر رحمت فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحم فرمائے"۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت خارجہ بن زید رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے حضرت چچا یزید بن ثابت رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے (یزید بن ثابت عمر میں حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے) انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ جب ہم بقیع میں پہنچے تو وہاں ایک نئی قبر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے دریافت فرمایا، تو صحابہ کرام نے عرض کی یہ فلانہ کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہچان لیا اور فرمایا: تم نے مجھے اس کے بارے میں آگاہ کیوں نہیں کیا؟ صحابہ کرام نے عرض کی: آپ آرام فرما تھے اور ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہم آپ کو تکلیف دیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا نہ کیا کرو۔ جب تک میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ جب بھی تم میں سے کوئی فوت ہو تو مجھے اس کے بارے ضرور آگاہ کیا کرو، کیونکہ اس پر میرا جنازہ ادا کرنا باعث رحمت ہے۔

امام الباوردی نے معرفۃ الصحابہ اور ابن مردویہ نے حضرت دلسم سدوسی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ ہم نے بشیر بن خصاصیہ سے کہا: اصحاب صدقہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں۔ کیا ہم اپنے مالوں میں سے اتنی مقدار چھپا سکتے ہیں جتنی مقدار میں وہ ہم پر زیادتی کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم مالوں کو جمع کر لو اور پھر انہیں حکم دو اور انہیں چاہیے کہ وہ تم پر رحم کریں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ

1۔ سنن ابن ماجہ، مع شرح، کتاب الزکوٰۃ، جلد 2، صفحہ 385، دار الکتب العلمیہ بیروت

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

"کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ (تعالیٰ) ہی توبہ قبول فرماتا ہے اپنے بندوں سے اور لیتا ہے صدقات کو اور بے شک اللہ ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زید رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دوسروں نے کہا: وہ کل ہمارے ساتھ تھے، نہ وہ کلام کرتے ہیں اور نہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں انہیں کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی۔

امام عبدالرزاق، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، ابن ابی حاتم اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے: آدمی کوئی صدقہ نہیں دیتا مگر وہ سائل کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جاتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اور وہی (اللہ تعالیٰ) سائل کے قبضہ میں صدقہ دیتا ہے۔ پھر انہوں نے مذکورہ آیت پڑھی (1)۔

عبدالرزاق نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ کے ضمن میں یہ قول نقل کیا ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی صدقہ قبول فرماتا ہے جب کہ وہ پاکیزہ ہو اور وہ اسے اپنے دائیں دست قدرت کے ساتھ پکڑتا ہے۔ اور وہ آدمی جو لقمہ کی مثل صدقہ دیتا ہے وہ اسے اس کے لیے بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی (اپنے خاندان کے کسی فرد) اونٹ کے بچے یا بچھڑے کی تربیت اور نشوونما کرتا ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کے خزانے میں بڑھتا رہے گا حتی کہ وہ احد پہاڑ کی مثل ہو جائے گا (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! جو آدمی بھی صدقہ کرتا ہے اسے چاہیے کہ وہ حلال اور پاکیزہ کمائی سے طیب و طاہر صدقہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ طیب کے سوا کوئی صدقہ قبول نہیں فرماتا اور نہ ہی آسمان کی طرف پاکیزہ صدقہ کے سوا کوئی بلند ہو سکتا ہے اور دینے والا اسے صحیح حقدار کو دیتا ہے تو بالیقین وہ اسے دست رحمٰن میں دیتا ہے اور وہ بتدریج اس کے لیے اسے بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا اونٹ کے بچے کی نشوونما کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک لقمہ یا ایک کھجور قیامت کے دن ایک عظیم پہاڑ کی مثل ظاہر ہو گی اور اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی اس کتاب عظیم سے ہوتی ہے: اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے الافراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صدقہ دیا کرو کیونکہ تم میں سے کوئی جو لقمہ یا کوئی شے دیتا ہے تو وہ سائل کے پاس پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے قبضے میں پہنچ جاتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ اور وہ اس کی اسی طرح نشوونما کرتا ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔ پھر قیامت کے دن وہ اسے پورا پورا عطا فرمائے گا۔

وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 164 (1125) دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً (1124)

سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

"اور فرمایئے عمل کرتے رہو پس دیکھے گا اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور (دیکھے گا) اس کا رسول اور مومن، اور لوٹائے جاؤ گے اس کی طرف جو جاننے والا ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کا۔ پس وہ خبردار کرے گا تمہیں اس سے جو تم کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعید ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ وہ ایک جنازہ کے ساتھ گزرے تو کسی نے اس کی تعریف کی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی پھر ایک دوسرے جنازہ کے ساتھ گزرے تو کسی نے اس کی بھی تعریف کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی۔ تو اس کے بارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک ملائکہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے پاس گواہ ہیں اور تم زمین پر شہادت دینے والے ہو۔ پس تم نے اس کے بارے میں جس شے کی شہادت دی ہے وہ ثابت ہو چکی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ قول بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے اعمال کو حقیر نہیں سمجھا یہاں تک کہ وہ قراء ظاہر ہوئے جنہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کی اور انہوں نے ایسے قول کہے کہ ہم اس کی مثل اچھا نہیں کہہ سکتے تھے اور انہوں نے اس طرح قرأت کی کہ ہم اس کی مثل قرأت نہیں کرتے تھے اور انہوں نے اس طرح نمازیں پڑھیں کہ ہم ان کی نماز کی مثل نہیں پڑھتے تھے۔ پس جب میں نے انہیں خوب غور سے دیکھا، تو قسم بخدا! انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے عمل سے کوئی مقاربت نہیں تھی، پس جب ان میں سے کسی آدمی کے قول کا حسن تجھے تعجب میں ڈالے تو کہو فَسَیَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ تو کوئی تجھے حقیر نہیں سمجھے گا۔

امام احمد، ابویعلی، ابن حبان، حاکم، بیہقی نے شعب میں، ابن ابی الدنیا نے الاخلاص میں اور الضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی پتھریلی زمین کی چٹان میں بھی عمل کرے گا جس کا نہ کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی روشن دان۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو لوگوں کے لیے وہاں سے اسی طرح نکال لے گا جیسے وہ عمل ہوا (1)۔ واللہ اعلم۔

1۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 28، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۰۶﴾

''اور دوسرے لوگ ہیں (جن کا معاملہ) ملتوی کردیا گیا ہے اللہ کا حکم (آنے) تک چاہے وہ عذاب دے انہیں اور چاہے توبہ قبول فرمالے ان کی۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا ہے''۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ تین افراد ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اسی آیت کے ضمن میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ آدمی ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیع اور کعب بن مالک ہیں جو کہ اوس وخزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی سے بنی قریظہ کے لیے اشارہ کیا کہ انہیں ذبح کردیا جائے گا۔ تو پھر انہوں نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کی ہے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ (الانفال: 27) ''نہ خیانت کرو اللہ اور رسول سے''۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ پس آپ ان میں سے تھے جن کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ کی تفسیر میں حضرت سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: چاہے تو وہ انہیں موت دے دے معصیت پر وَ اِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ اور چاہے ان کی توبہ قبول فرمالے''۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا معاملہ مؤخر کردیا اور پھر اسے منسوخ کردیا اور فرمایا: وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا (التوبہ: 118)

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

''اور وہ لوگ جنہوں نے بنائی ہے مسجد نقصان پہنچانے کے لیے کفر کرنے کے لیے اور پھوٹ ڈالنے کے لیے مومنوں کے درمیان اور (اسے) کمین گاہ بنایا ہے اس کے لیے جو لڑتا رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے اب تک اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ نہیں ارادہ کیا ہم نے مگر بھلائی کا اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ صاف جھوٹے ہیں''۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ انصار میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے مسجد بنائی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ابو عامر نے انہیں کہا: تم اپنی مسجد بناؤ اور جتنی قوت اور سامان حرب کی تم استطاعت رکھتے ہو اس سے مدد لو اور میں شاہ روم قیصر کی جانب جا رہا ہوں اور میں روم سے اس کا لشکر لے کر آتا ہوں اور میں محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو نکال دوں گا۔ پس جب وہ مسجد بنانے سے فارغ ہوئے تو حضور نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ہم اپنی مسجد بنانے سے فارغ ہو چکے ہیں اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اس میں نماز ادا فرمائیں اور برکت کی دعا فرمائیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا۔ (1)

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد قبا بنائی تو انصار میں سے کچھ لوگ نکل گئے۔ ان میں سے عبد اللہ بن حنیف کا دادا یخدج، ودیعہ بن حزام اور مجمع بن جاریہ انصاری تھے۔ سو انہوں نے مسجد النفاق بنائی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے یخدج کو کہا: اے یخدج! تو ہلاک ہو۔ کیا تو نے میرے بارے یہ ارادہ کیا ہے۔ جو میں دیکھ رہا ہوں؟ تو اس نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ قسم بخدا! میں نے تو صرف بھلائی کا ارادہ کیا تھا، حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق کر دی اور یہ ارادہ فرمایا کہ اس کا عذر قبول کر لیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ یعنی وہ آدمی جسے ابو عامر کہا جاتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ ہرقل کے پاس چلا گیا تھا اور وہ گھاس لگا کر انتظار کر رہے تھے کہ جب ابو عامر آئے گا وہ اس میں نماز پڑھے گا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ سے لڑتے ہوئے مدینہ طیبہ سے نکل گیا۔

امام ابن منذر نے حضرت سعید بن جبیر سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: بنی عمرو بن عوف نے مسجد بنائی۔ تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائیں اور ان کی مسجد میں نماز ادا فرمائیں، سو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور مسجد میں نماز ادا فرمائی۔ جب ان کے بھائیوں بنو غنم بن عوف نے یہ دیکھا تو وہ ان سے حسد کرنے لگے اور انہوں نے کہا ہم بھی اسی طرح مسجد بنائیں گے جیسے ہمارے بھائیوں نے بنائی اور ہم بھی رسول اللہ ﷺ کو بلائیں گے اور آپ ﷺ اس میں نماز ادا فرمائیں گے۔ شاید ابو عامر ہمارے پاس سے گزرے تو وہ بھی اس میں نماز پڑھے گا، چنانچہ انہوں نے مسجد بنائی اور رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی کہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لائیں اور ان کی مسجد میں نماز ادا فرمائیں، جیسا کہ آپ نے ان کے بھائیوں کی مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے۔ پس جب قاصد آیا تو آپ ﷺ ان کے پاس آنے کے لیے قیام فرما ہوئے یا آپ ﷺ نے ان کے پاس آنے کا قصد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا الی قولہ۔ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا سے مراد منافقین ہیں اور لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ سے مراد ابو عامر راہب ہے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 30، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم نے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ قول ذکر کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مسجد قبا بنائی۔ تو آپ کے خلاف منافقین نے ایک دوسری مسجد بنائی۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کو دعوت دی تا کہ آپ اس میں نماز ادا فرمائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو ان کے ارادہ پر مطلع فرمادیا۔

امام ابن اسحاق اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مالک بن دخشم کو بلایا اور مالک نے عاصم کو کہا: میرا انتظار کرو، میں اپنے گھر سے آگ لے کر تمہاری طرف آتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے گھر گیا اور آگ کی کچھ لکڑیاں اٹھائیں۔ پھر وہ بڑی شدت اور تیزی کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہو گئے۔ اس میں کام کرنے والے لوگ تھے۔ پس انہوں نے مسجد کو جلا دیا اور گرا دیا۔ اسے بنانے والے وہاں سے نکل کر بکھر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کے بارے میں یہ ارشاد نازل فرمایا: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا۔ تا۔ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

امام ابن اسحاق اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابورہم کلثوم بن حصین غفاری رحمہ اللہ سے بیان نقل کیا ہے اور آپ کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان میں شرکت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ذی اوان کے مقام پر نزول فرمایا۔ اس جگہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان دن کی کچھ ساعتوں کا فاصلہ ہے۔ اور جب مسجد ضرار بنائی گئی تو وہ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ غزوہ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے اور انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ ہم نے بیماروں، حاجت مندوں، شدید سردی کی راتوں اور بارش والی راتوں کے لیے مسجد بنائی ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں اور آپ اس میں نماز ادا فرما کر ہمارے لیے دعائے برکت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں سفر کے لیے تیار ہوں ان شاء اللہ اگر ہم واپس آئے۔ تو تمہارے پاس آئیں گے اور اس میں تمہارے لیے دعا مانگیں گے۔ پس جب آپ ﷺ نے ذی اوان میں نزول فرمایا۔ تو آپ کے پاس مسجد کی خبر پہنچی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنی سالم بن عوف کے بھائی مالک بن دخشم، معن بن عدی اور اس کے بھائی عاصم بن عدی کو بلایا ان دونوں بھائیوں میں سے ایک تیزی کے ساتھ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم دونوں اس مسجد کی طرف جاؤ، اسے بنانے والے ظالم ہیں۔ پس تم اسے گرادو اور جلادو۔ پس یہ دونوں بڑی تیزی کے ساتھ نکلے۔ یہاں تک کہ بنی سالم بن عوف میں پہنچ گئے۔ اور وہ مالک بن دخشم کا قبیلہ تھا۔ تو مالک نے معن سے کہا: میرا انتظار کرو حتی کہ میں تمہاری جانب آتا ہوں۔ وہ اپنے گھر داخل ہوئے اور کھجور کی کچھ شاخیں اٹھائیں اور انہیں آگ لگائی۔ پھر وہ باہر نکلے اور دونوں بڑی تیزی کے ساتھ مسجد میں داخل ہو گئے۔ اس میں اسے بنانے والے موجود تھے۔ پس انہوں نے اسے جلا دیا اور گرا دیا تو وہ وہاں سے بکھر کر بھاگ گئے۔ انہیں کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیات نازل ہوئیں: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا۔ الی آخرہ۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا کی تفسیر میں حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: یہ انصار میں سے کچھ لوگ تھے جنہوں نے مسجد قباء کے قریب ایک مسجد بنائی۔ ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ مسجد قباء وہ مسجد ہے جو اسلام میں سب سے پہلے بنائی گئی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن اسحاق رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ بارہ افراد تھے یعنی جذام بن خالد بن عبید بن زید، ثعلبہ بن حاطب، ہزال بن امیہ، معتب بن قشیر، ابوحبیبہ بن ازعر، عباد بن حنیف، جاریہ بن عامر، ابنا مجمع (مجمع کے بیٹے) زید، نبتل بن حارث، بخدج بن عثمان اور ودیعہ بن ثابت۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا کے ضمن میں حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے اہل قبا کو نقصان پہنچایا۔ اور تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کی تفسیر میں کہا: چونکہ اہل قباء تمام کے تمام مسجد قباء میں نماز پڑھتے تھے تو مسجد قباء سے چھوٹی مسجد بنادی گئی تو جو وہاں حاضر ہوتے تھے وہ اسی میں نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى کے بارے کہا: کہ انہوں نے قسم کھائی کہ انہوں نے بھلائی اور نیکی کے سوا کوئی ارادہ نہیں کیا۔

رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابو یعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن خزیمہ، ابن حبان، ابوالشیخ، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو آدمیوں کا اختلاف ہو گیا۔ ایک آدمی بنی خدرہ میں سے تھا۔ اور ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں کہ میرے اور بنی عمرو بن عوف کے ایک آدمی کے درمیان اس مسجد کے بارے میں عداوت ہو گئی جس مسجد کو تقویٰ کی بنیاد پر بنایا گیا تھا۔ پس حضرت خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی) اور عمری نے کہا: اس سے مراد مسجد قباء ہے۔ پس وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور دونوں نے آپ ﷺ سے اس کے بارے استفسار کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مسجد ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کی مسجد۔ اور فرمایا: اس میں خیر کثیر ہے یعنی مسجد قباء میں (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں، ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی، حاکم نے الکنی میں اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت سہل بن سعد الساعدی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مقدس میں دو آدمیوں کا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہو گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے (یعنی مسجد نبوی) اور دوسرے نے کہا: وہ مسجد قباء ہے۔ پس وہ دونوں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اس کے بارے استفسار کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے (2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ، خطیب اور الضیاء نے المختارہ رحمہم اللہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے حضور نبی مکرم ﷺ سے اس مسجد کے بارے سوال کیا، جس کے بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے (3)۔

امام طبرانی اور الضیاء المقدسی رحمہما اللہ نے المختارہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 36، داراحیاء التراث العربی بیروت
2۔ صحیح ابن حبان، جلد 4، صفحہ 482 (1604) بیروت
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 149 (7528) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ﷺ سے اس مسجد کے بارے پوچھا گیا جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ میری یہ مسجد ہے(1)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت عروہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی وہ حضور نبی کریم ﷺ کی مسجد ہے۔ عروہ نے کہا: مسجد نبوی اس سے بہتر ہے۔ بلاشبہ یہ آیت مسجد قباء کے بارے نازل کی گئی ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد نبوی ہے(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد نبوی ہے(4)۔

امام زبیر بن بکار، ابن جریر اور ابن منذر نے عثمان بن عبید اللہ کی سند سے ابن عمر، ابوسعید خدری اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ ان تمام نے کہا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مسجد الرسول ﷺ ہے(5)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ مدینہ طیبہ کی مسجد ہے(6)۔

امام ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى کے بارے فرمایا کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے(7)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے حضرت اسید بن ظہیرہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسجد قبا میں ایک نماز ادا کرنا عمرہ کرنے کے برابر ہے'' ترمذی نے کہا ہم اسید بن ظہیرہ کے بارے کوئی شے نہیں جانتے جو کہ اس حدیث کے سوا صحیح ہو(8)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ظہیر بن رافع حارثی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کسی نے پیر کے دن اور جمعرات کے دن مسجد قبا میں نماز پڑھی وہ عمرہ کے اجر کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ (یعنی اسے عمرہ ادا کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے)(9)

امام ابن ابی شیبہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا

1۔ معجم کبیر، جلد 5، صفحہ 145، مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
2۔ مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 112، دار الفکر بیروت
3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، صفحہ 148 (7523) مدینہ منورہ
4۔ ایضاً (7521)
5۔ ایضاً (7524)
6۔ ایضاً (7525)
7۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 5، صفحہ 262، دار الکتب العلمیہ بیروت
8۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 662 (1792) بیروت
9۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 296، دار صادر بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اکثر پیدل اور سوار ہو کر قبا کی طرف آتے جاتے رہتے تھے (1)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت سہل بن حنیف سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو نکلا یہاں تک کہ اس مسجد یعنی مسجد قبا میں آیا اور اس میں اس نے نماز ادا کی تو اس کی وہ نماز عمرہ کے برابر ہے (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ وہ یہ رائے رکھتے تھے کہ ہر وہ مسجد جو مدینہ طیبہ میں بنائی گئی اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمار ذہبی نے کہا: میں مسجد قبا میں داخل ہوا تا کہ اس میں نماز ادا کروں۔ تو ابو سلمہ نے مجھے دیکھ لیا اور کہا: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تو اس مسجد میں نماز پڑھے جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ جگہ جو گنبد اور قبلہ کے درمیان ہے اس کا اضافہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

"آپ نہ کھڑے ہوں اس میں کبھی۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو۔ اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے"۔

امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی: فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا فرمایا وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے پس انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی (3)۔

امام طبرانی، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا تو رسول اللہ ﷺ نے عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: یہ کون سی طہارت اور پاکیزگی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے؟ تو انہوں نے جواباً عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کوئی مرد اور عورت جب قضائے حاجت (پیشاب) سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ بالضرور اپنی شرم گاہ کو دھوتے ہیں۔ یا یہ کہا۔ کہ وہ اپنی مقعد کو دھوتے ہیں۔ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بس یہی وہ طہارت ہے (4)۔

امام احمد، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عویم بن ساعدہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ ان کے پاس مسجد قبا میں تشریف لائے اور فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مسجد کے قصہ

1۔ مستدرک حاکم، کتاب المناسک، جلد 1، صفحہ 662، دارالکتب العلمیہ بیروت
2۔ مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 487، دار صادر بیروت
3۔ سنن ابن ماجہ، مع شرح، جلد 1، صفحہ 206 (357) دارالکتب العلمیہ بیروت
4۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 299 (672)

میں طہارت و پاکیزگی کی بناء پر تمہاری انتہائی خوب صورت تعریف بیان فرمائی ہے۔ سو وہ کون سی طہارت ہے جس کے ساتھ تم صاف ستھرا رہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: قسم بخدا یا رسول اللہ ﷺ ہم کچھ بھی نہیں جانتے سوائے اس کہ ہمارے پڑوس میں یہودی رہتے ہیں اور قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی شرم گاہوں کو دھوتے ہیں۔ پس ہم بھی ان کے دھونے کی طرح دھوڈالتے ہیں (1)۔

امام ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن جارود نے منتقی میں، دار قطنی، حاکم، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت طلحہ بن نافع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت ابو ایوب، جابر بن عبد اللہ اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم تمام نے بتایا کہ مذکورہ آیت جب نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے گروہ انصار! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے طہارت و پاکیزگی کی بنا پر تمہاری انتہائی خوب صورت تعریف کی ہے۔ تمہاری وہ طہارت و پاکیزگی کون سی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہم نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اور جنابت کی حالت میں غسل کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے ساتھ کچھ اور بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: نہیں۔ مگر یہ کہ جب ہم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو تو وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرنا زیادہ پسند کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہی وہ طہارت ہے پس تم اس پر کاربند رہو (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت مجمع بن یعقوب بن مجمع رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ کون سی طہارت اور پاکیزگی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم اپنی سرینوں کو دھوتے ہیں (3)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری نے تاریخ میں، ابن جریر، بغوی نے معجم میں طبرانی، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے المعرفہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ بن سلام رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اس مسجد میں تشریف لائے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تو فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے طہارت و صفائی کی بنیاد پر تمہاری بہت اچھی تعریف کی ہے، کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے؟ ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے: فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم تورات میں پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کے بارے لکھا ہوا پاتے تھے اور ہم آج اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں (4)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا سے فرمایا: کون سا وہ اچھا عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری اتنی خوب صورت تعریف کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بیت الخلاء میں پانی کے ساتھ استنجاء کرتا ہے (5)۔

1۔ مستدرک حاکم، جلد 1، صفحہ 258 (555) دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 257 (554)

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 141 (1629) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 38، دار احیاء التراث العربی بیروت 5۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 142 (1631)

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے حضرت جعفر رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قبا کے بارے نازل ہوئی: فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔(1)

عبدالرزاق نے مصنف میں اور طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل قباء کو فرمایا: وہ کون سی طہارت اور صفائی ہے جس کے سبب تمہیں اس آیت میں خاص کیا گیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کوئی بھی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر باہر نہیں نکلتا مگر یہ کہ وہ اپنی مقعد کو دھوتا ہے(2)۔

امام عبدالرزاق اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے اہل قباء سے پوچھا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت خوب صورت تعریف فرمائی ہے (اس کا سبب کیا ہے) تو انہوں نے عرض کی: ہم پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اسی بناء پر تمہاری تعریف کی گئی پس تم اس پر ہمیشہ کار بند رہو۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اہل قباء میں سے ایک گروہ نے پانی کے ساتھ وضو شروع کیا تو ان کے بارے میں مذکورہ آیت نازل کی گئی(3)۔

امام ابن جریر اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم میں سے ایسے لوگ تھے کہ جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تھے تو پیشاب کے اثر کو دھو ڈالتے تھے۔ پس انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۔(4)

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پانی کے ساتھ استنجاء کرتے ہیں اور وہ جنبی حالت میں ساری رات سوئے نہیں رہتے(5)۔

امام ابن سعد، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت عروہ بن زبیر کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ وہی لوگ ہیں جن سے عویم بن ساعدہ ہیں اور ہم تک ایسی خبر نہیں پہنچی کہ جس میں آپ نے عویم کے سوا کسی آدمی کو متعین کیا ہو(6)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ایک گروہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طہارت و صفائی کے بارے میں تمہاری تعریف بیان فرمائی ہے۔ پس وہ تمہاری کون سی

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 142 (1632) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ
2۔ معجم کبیر، جلد 8، صفحہ 121 (7555) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 39
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 37
5۔ معجم کبیر، جلد 4، صفحہ 179 (407)
6۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 3، صفحہ 460، دار صادر بیروت

طہارت اور صفائی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم بول براز سے پانی کے ساتھ استنجا کرتے ہیں۔

امام ابن مردو رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس طہارت کے بارے پوچھا جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان فرمائی؟ تو انہوں نے عرض کی: ہم زمانہ جاہلیت میں پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے نور اسلام عطا فرمایا تو ہم نے اس عمل کو نہیں چھوڑا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس قطعا نہ چھوڑنا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت یعقوب بن مجمع رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رحمہ اللہ سے انہوں نے حضرت مجمع بن جاریہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ اپنی دبروں کو پانی کے ساتھ دھوتے تھے۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت موسیٰ بن یعقوب رحمہ اللہ کی سند سے حضرت سری بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت عبادہ بن حمزہ رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دیتے سنا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اچھا آدمی اور اہل جنت میں سے ایک آدمی عویم بن ساعدہ ہے۔ موسیٰ نے کہا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان میں سے ایک عویم ہے جس نے پہلے اپنی مقعد کو پانی کے ساتھ دھویا۔ اس بیان کے مطابق جو مجھ تک پہنچا (1)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے بیان کیا مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو وضو کرتے یا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرتے (2)۔

امام عمر بن شبہ رحمہ اللہ نے اخبار المدینہ میں حضرت ولید بن سندر اسلمی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت یحییٰ بن سہل انصاری رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ قضائے حاجت سے فارغ ہونے کے بعد اپنی دبریں دھوتے ہیں۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بعض انصار کو فرمایا: وہ کون سی پاکیزگی اور طہارت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف بیان کی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: جب ہم بیت الخلاء جاتے ہیں تو پانی کے ساتھ اچھی طرح ستھرائی کرتے ہیں (3)۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللّٰهُ لَا

1۔ طبقات کبریٰ از ابن سعد، جلد 3، صفحہ 459، دار صادر بیروت　2۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، صفحہ 191 (1624) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

3۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 2، صفحہ 167 (1131) بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

يَهۡدِي الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۰۹﴾

”تو کیا وہ شخص جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ کے تقویٰ پر اور (اس کی) رضا جوئی پر بہتر ہے یا وہ جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی وادی کے کھوکھلے دہانے کے کنارے پر جو گرنے والا ہے پس وہ گر پڑا اسے لے کر دوزخ کی آگ میں۔ اور اللہ تعالیٰ راہ حق پر نہیں چلاتا ظالم قوم کو“۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا: اَفَمَنۡ اَسَّسَ بُنۡيَانَهٗ عَلٰى تَقۡوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانٍ خَيۡرٌ یہ مسجد قباء ہے اور اَمۡ مَّنۡ اَسَّسَ بُنۡيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ یہ مسجد ضرار ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے مسجد الرضوان وہ پہلی مسجد ہے جو زمانہ اسلام میں مدینہ طیبہ میں بنائی گئی۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ پر رکھی۔ تو جب بھی آپ اینٹ اٹھاتے تو کہتے ”اَللّٰهُمَّ الۡخَيۡرُ خَيۡرُ الۡاٰخِرَةِ“ (اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے) پھر آپ کا بھائی اینٹیں اٹھانے لگا اور وہ بھی اسی طرح کہتا رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں تک کہ اینٹیں ختم ہو گئیں۔ پھر آپ دوسرے مقام سے اٹھانے لگے اور یہ کہتے رہے ”اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡ لِلۡاَنۡصَارِ وَالۡمُهَاجِرَةِ“ (اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما) پھر آپ کے بھائی (صحابہ کرام) انہیں اٹھانے میں شامل ہو گئے اور وہ بھی اسی طرح کہتے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یہاں تک کہ اینٹیں اپنے اختتام کو پہنچ گئیں۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت علی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ وہ اَمۡ مَّنۡ اَسَّسَ بُنۡيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانۡهَارَ بِهٖ فِيۡ نَارِ جَهَنَّمَ کا معنی ہے کہ اس کی بنیادیں نار جہنم میں بنائی گئیں۔

امام مسدد نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم اور آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے مسجد ضرار سے نکلتا ہوا دھواں دیکھا، جہاں سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گری تھی (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَانۡهَارَ بِهٖ فِيۡ نَارِ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! وہ آگ میں گرنے سے رک نہیں سکتی۔ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس میں ایک جگہ گڑھا بن گیا اور اس سے دھواں اٹھتا دکھائی دیا۔

ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ فَانۡهَارَ بِهٖ فِيۡ نَارِ جَهَنَّمَ کی تفسیر میں ابن جریج نے کہا: منافقین کی مسجد گر پڑی اور اسے آگ میں گرنے سے کوئی نہ بچا سکا۔ تحقیق ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگوں نے اس میں گڑھا کھودا، تو انہوں نے اس سے دھواں نکلتے دیکھا۔

امام ابن ابی حاتم نے اسی کے بارے حضرت سدی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ یہ حکم پورا ہو گیا جب کہ اسے دھنسا دیا گیا۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 40، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مسلسل دھواں اٹھتا رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ اور کہا جاتا ہے کہ وہ جگہ جہنم کی آگ میں ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے ''فَانْهَارَ بِهٖ قَوَاعِدُهٗ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ'' وہ کہتے ہیں کہ اس کی بنیادیں جہنم کی آگ میں گر پڑیں۔

لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۱۰﴾

''ہمیشہ ان کی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے کھٹکتی رہے گی ان کے دلوں میں مگر یہ کہ پارہ پارہ ہو جائیں ان کے دل اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے''۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آیت میں رِیْبَةً کا معنی شک ہے اور تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ سے مراد موت ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا: کہ میں نے ابراہیم کو کہا کہ تمہاری اس ارشاد کے بارے کیا رائے ہے لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ تو انہوں نے جواب دیا: ریبة سے مراد شک ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے پوچھا: پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے جواب دیا: وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار بنائی، وہ بناتے وقت کفار تھے۔ پھر جب وہ اسلام میں داخل ہو گئے تو وہ مسلسل اس کا ذکر کرنے لگے۔ پس اس کے سبب ان کے دلوں میں گرانی اور مشقت پیدا ہو گئی۔ تو انہوں نے اس کے بارے باہم گفتگو کی اور کہا: اے کاش! ہم نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اور جب بھی وہ اس کا ذکر کرتے تو اس کے سبب ان کے دلوں میں کلفت اور گرانی واقع ہو جاتی اور وہ نادم ہوتے۔ تو ابراہیم نے کہا: استغفر اللہ (میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ کے بارے حبیب بن ابی ثابت نے کہا کہ ان کے دلوں میں غصہ آتا رہے گا اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔

ابن ابی شیبہ اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ کا معنی ہے مگر یہ کہ وہ مر جائیں (1)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ ایوب نے کہا: حضرت عکرمہ رحمہ اللہ اس طرح قرأت کرتے تھے ''اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ فِی الْقَبْرِ'' (مگر یہ کہ ان کے دل قبر میں پارہ پارہ ہو جائیں)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سفیان نے اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ کا یہ معنی بیان کیا ہے مگر یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔ اور حضرت عبداللہ کے اصحاب اس طرح قرأت کرتے تھے ''رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَلَوْ تَقَطَّعَتْ قُلُوْبُهُمْ''۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 196 (35281) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

”یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں ایمان داروں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس عوض میں کہ ان کے لیے جنت ہے۔ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے اس پر پختہ وعدہ تورات اور انجیل اور قرآن (تینوں کتابوں) میں اور کون زیادہ پورا کرنے والا ہے اپنے وعدہ کو اللہ تعالیٰ سے (اے ایمان والو!) پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو کیا ہے تم نے اللہ سے اور یہی تو سب سے بڑی فیروز مندی ہے“۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: آپ اپنے رب کے لیے اور اپنے لیے جو چاہیں شرط لگالیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ تم میری ہر اس شے سے حفاظت کرو جس سے تم اپنے نفسوں اور اپنے مالوں کی حفاظت کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی: جب ہم ایسا کریں گے تو پھر ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے لیے جنت ہوگی۔ تو انہوں نے کہا نفع بخش بیع ہے۔ نہ ہم اسے فسخ کریں گے اور نہ فسخ کا مطالبہ کریں گے۔ پس مذکورہ آیت نازل ہوئی (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس وقت آپ مسجد میں تھے۔ لوگوں نے مسجد میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ تو انصار میں سے ایک آدمی دوسری بار آیا، اس کی چادر کی دونوں طرفیں اس کے کندھوں پر تھیں اور عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کیا یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو انصاری نے عرض کی: بہت نفع بخش بیع ہے نہ ہم اسے فسخ کریں گے اور نہ فسخ کا مطالبہ کریں گے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی تلوار سونتی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیع کرلی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت عباد بن ولید بن عبادہ بن صامت رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ عقبہ کی رات حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور اعلان کیا: اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تم کس پر محمد ﷺ کی بیعت کررہے ہو؟ بلاشبہ تم اس پر آپ ﷺ کی بیعت کررہے ہو کہ تم عرب وعجم اور جن وانس تمام سے جنگ کرو

1۔ تفسیر طبری، زیرآیت ہذا، جلد 11، صفحہ 44، داراحیاء التراث العربی بیروت

گے۔ تو لوگوں نے کہا: ہماری اس سے جنگ ہے جس نے جنگ کی اور اس سے صلح ہے جس نے صلح کی۔ تو حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ پر کوئی شرط قائم کر دیجئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس شرط پر میری بیعت کرو، تا کہ تم یہ شہادت دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ تم نماز قائم کرو گے، زکوٰۃ ادا کرو گے، حکم سنو گے اور اطاعت کرو گے جس سے تم اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتے ہو۔ ان تمام نے کہا: جی ہاں (ہمیں یہ سب قبول ہے) تو ایک انصاری نے یہ کہہ دیا: جی ہاں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو آپ کے لیے ہیں تو ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت اور نصرت (1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ انصار کے ستر افراد کی طرف عقبہ کے پاس چلے (حضرت عباس صاحب رائے تھے) تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارے گفتگو کرنے والے کو چاہیے کہ وہ گفتگو کرے اور اپنی گفتگو طویل نہ کرے۔ کیونکہ تم پر مشرکین کے جاسوس ہیں۔ اگر انہوں نے تمہارے بارے جان لیا تو وہ تمہیں ذلیل و رسوا کریں گے۔ تو ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا اور وہ حضرت ابوامامہ اسعد تھے: یا محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے رب کے لیے جو چاہیں فرمایئے، اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے جو چاہیں فرما دیجئے۔ پھر ہمیں بتایئے کہ جب ہم ایسا کریں گے تو ہمارے لیے اللہ تعالیٰ پر اور آپ پر کون سا اجر اور ثواب ہوگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے لیے تمہیں یہ کہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لیے اور اپنے اصحاب کے لیے یہ کہتا ہوں کہ تم ہمیں پناہ مہیا کرو، ہماری مدد کرو اور ہماری ان تمام چیزوں سے حفاظت کرو جن سے تم اپنے آپ کی حفاظت کرتے ہو۔ تو انہوں نے عرض کی: جب ہم ایسا کریں گے تو ہمارے لیے کیا ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمہارے لیے جنت ہوگی“۔ جب حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث بیان کی تو کہا: کسی بوڑھے اور جوان نے اس قدر مختصر اور زیادہ بلیغ خطبہ کہیں نہیں سنا (2)۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو فرمایا: انفس ہی جنت کی مخلوق اور اموال اس کا رزق ہیں (3)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انفس و اموال کی قیمت جنت ہے۔ قسم بخدا! یہ ان سے انتہائی اعلیٰ اور ارفع ہے (4)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سطح زمین پر کوئی مومن نہیں، مگر وہ اس بیعت میں داخل ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: بیعت کی طرف جلدی سے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیع ہر مومن کے ساتھ کی ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ۔

1۔ طبقات کبریٰ، جلد 3، صفحہ 609، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 9

3۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 7، صفحہ 229 (35571) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 43، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عیاش بن عقبہ حضرمی کی سند سے اسحاق بن عبداللہ مدنی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو انصار میں سے ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آ کر پوچھا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آیت نازل ہوئی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ تو اس پر انصار نے کہا: نفع بخش بیع ہے، ہم نہ فسخ کریں گے اور نہ فسخ کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ عیاش نے کہا: مجھے اسحاق نے بتایا ہے کہ تمام مسلمان اس بیع میں داخل ہیں اور یہ ان میں سے ہے کہ جب اس کی ضرورت پڑے یہ نفع پہنچائے اور مدد کے لیے آ پہنچے، اور ان میں سے ایسا آدمی کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو وہ مدد کو نہ پہنچے تو وہ اس بیعت سے خارج ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت میں يُقَاتِلُونَ کا معنی ہے جو مشرکین سے قتال کرتے ہیں۔ فِي سَبِيلِ اللَّهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں۔ فَيَقْتُلُونَ اور وہ دشمن کو قتل کرتے ہیں۔ فَيُقْتَلُونَ اور مومنین قتل کیے جاتے ہیں۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ جو جنت کا وعدہ کیا ہے وہ بالیقین پورا ہوگا۔ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ پس کوئی بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا ہو۔ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ''(اے ایمان والو!) پس تم خوشیاں مناؤ ایسے سودے پر جو تم نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کیا ہے اس وعدے کا اقرار کرتے ہوئے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے۔ وَذَٰلِكَ اور قاتل ومقتول کے بارے جنت میں جس ثواب کا ذکر کیا ہے۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وہ بہت فیروزمندی ہے۔

امام عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یعنی ان کے مالوں اور جانوں کا ثمن (قیمت) جنت ہے۔ قسم بخدا! یہ ان کے لیے انتہائی اعلیٰ اور ارفع فن ہے۔ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات وانجیل میں ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ جسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا(1)۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شمر بن عطیہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ کوئی مسلمان نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی گردن میں بیع کا قلادہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے خرید رکھا ہے) وہ اس کا پورا پورا حق ادا کرے یا اسی پر مر جائے۔ کیونکہ فرمان عالیشان ہے: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ...... الآیہ۔(2)

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ربیع رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مذکورہ آیت کو لَّيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ۔ الآیہ (التوبہ: 91) نے منسوخ کر دیا ہے۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت سلمان بن موسیٰ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ تمام مسلمانوں پر مسلمانوں کی مدد کرنا

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 43، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

54A

واجب ہے۔ کیونکہ وہ اس بیع میں داخل ہیں جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے نفسوں کو خرید لیا ہے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

''توبہ کرنے والے، (اللہ کی) عبادت کرنے والے، حمد وثنا کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور نگہبانی کرنے والے اللہ کی (مقررہ) حدوں کی (اے میرے رسول)! خوش خبری سنادیجئے ان (کامل) مومنوں کو''۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ آدمی جو ان نو صفات پر مرا، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان ہوا۔ یعنی اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ۔ الآیہ۔

امام ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شہید وہ ہے جس میں اس آیت میں ذکر کردہ نو خصلتیں ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اَلتَّآئِبُوْنَ یعنی وہ جنہوں نے شرک سے توبہ کی اور نفاق سے برأت کا اظہار کیا۔ الْعٰبِدُوْنَ اپنے جمیع اوقات میں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ قسم بخدا! نہ وہ ایک مہینہ ہے، نہ دو مہینے، نہ ایک سال ہے اور نہ دو سال بلکہ اس طرح جیسا کہ عبد صالح نے کہا: وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ (مریم) ''اور اسی نے مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں''۔ الْحٰمِدُوْنَ فرمایا کہ وہ خوشحالی اور تنگی کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ یعنی وہ فرض نمازوں میں رکوع وسجود کرتے ہیں۔ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی وہ نیکی کا حکم نہیں دیتے۔ یہاں تک کہ وہ خود اس کے پابند بن جائیں اور وہ لوگ کو برائی سے نہیں روکتے ہیں یہاں تک کہ وہ خود اس سے رک جائیں۔ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے امر کو قائم کرتے ہیں۔ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی انہیں جو جنگ لڑنے کے لیے نہیں نکلے (1)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلتَّآئِبُوْنَ یعنی جو شرک اور گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ الْعٰبِدُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے۔ کہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اَلتَّآئِبُوْنَ یعنی جنہوں نے شرک سے توبہ کی اور اسلام میں ایک دوسرے کے ساتھ نفاق نہیں اپنایا۔ الْعٰبِدُوْنَ یعنی ایسی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 49-44، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

قوم جس نے اپنے دنوں اور رات میں اپنے بدنوں سے حصہ لیا ہے۔ اَلْحٰمِدُوْنَ فرمایا: وہ قوم جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ اَلسَّآىِٕحُوْنَ یعنی ایسی قوم! جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لیے اپنے بدنوں کو روزے کے ساتھ مصروف رکھا۔ اَلْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ فرمایا: وہ حلال وحرام میں سے اپنے فرائض کی حفاظت کرنے والے ہیں (1)۔

ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اَلْعٰبِدُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں۔

امام ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے جنہیں جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ حمادون ہیں جو کہ خوشحالی اور تکلیف دہ تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں (2)۔

ابن مبارک نے روایت کیا کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے پہلے جنہیں جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ ہیں جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں۔ یا فرمایا خوشحالی اور تنگ دستی کی حالت میں (اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہیں)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایسا امر پیش آتا جو آپ کو خوش کرتا، تو آپ کہتے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ'' (سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کی نعمت کے سبب نیکیاں تکمیل پذیر ہوتی ہیں) اور جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جسے آپ ناپسند کرتے تو فرماتے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ'' (ہر حال میں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں) (3)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عبید بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''سائحین'' کے بارے استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ روزے رکھنے والے لوگ ہیں (4)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں السیاحۃ کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد روزے رکھنے والے لوگ ہیں (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَلسَّآىِٕحُوْنَ کا معنی روزے رکھنے والے لوگ ہیں (6)۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس امت کی سیاحت روزہ ہے (7)۔

امام فریابی، مسدد نے مسند میں، ابن جریر اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سائحین کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ روزے رکھنے والے لوگ ہیں (8)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 49-45، بیروت
2۔ شعب الایمان باب فی تقدیم نعم اللہ، جلد 4، صفحہ 91 (4373) بیروت
3۔ ایضاً (4375)
4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 46
5۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 47
6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 46
7۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 48
8۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 46

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن جریر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور ابن نجار رحمہم اللہ نے حضرت ابوصالح کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: السّٰٓىِٕحُوْنَ سے مراد روزے رکھنے والے لوگ ہیں (1)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے ''السائحون'' کے بارے استفسار کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ روزہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: السّٰٓىِٕحُوْنَ سے مراد روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (2)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: السّٰٓىِٕحُوْنَ سے مراد روزہ رکھنے والے لوگ ہیں (3)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعمر والعبدی رحمہ اللہ نے کہا: السّٰٓىِٕحُوْنَ سے مراد وہ روزے دار ہیں جو ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں (4)۔

امام ابن منذر نے حضرت سفیان بن عیینہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ روزے دار کو سائح کہا گیا ہے کیونکہ وہ کھانے، پینے اور نکاح جیسی تمام دنیوی لذات کو چھوڑنے والا ہوتا ہے۔ اور دنیا کو چھوڑنے والا سائح کے قائم مقام ہوتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابوفاختہ مولی جعدہ بن ہبیرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے دیکھنا چاہا کہ کیا وہ سیاحت کی طاقت رکھتے ہیں؟ فرمایا: وہ قیام اللیل اور دن کے روزے کو سیاحت کہا کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سیاحت کے لیے اجازت طلب کی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میری امت کی سیاحت اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے (5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ السّٰٓىِٕحُوْنَ کے بارے میں حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: یہ ہجرت کرنے والے لوگ ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں ہجرت کے سوا کوئی سیاحت نہیں ہے۔ ان کی سیاحت ہجرت ہے جب کہ انہوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ حضور نبی رحمت ﷺ کی امت میں رہبانیت نہیں ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا: سیاحت بنی اسرائیل میں تھی (6)۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: السّٰٓىِٕحُوْنَ طلاب العلم ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ سے مراد لا الہ الا اللہ کا حکم دینے والے ہیں۔ اور النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے روکنے والے لوگ مراد ہیں۔ اور ''وبشر المؤمنین'' کے بارے فرمایا: ان مومنین کو خوش خبری سنا دیجئے جو جنگ کے لیے نہیں نکلے۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 46، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 47 4۔ ایضاً

5۔ مستدرک حاکم، کتاب الجہاد، جلد 2، صفحہ 83 (2398) دار الکتب العلمیہ بیروت 6۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 48

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: ''والحافظون لحدود اللہ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کے ان فرائض کی حفاظت کرنے والے لوگ ہیں جوان پر فرض کیے گئے ہیں۔ یہ آیت ان مومنین کے بارے نازل ہوئی جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ اور اس سے پہلے والی آیت ان کے بارے ہے جو جنگ میں شریک ہوئے اور وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ کے بارے فرمایا: کہ ان سے مراد غازین (لڑائی کرنے والے) ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ربیع رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے فرمایا: کہ اس کی تفسیر میں حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود تورات، انجیل اور قرآن کریم ان تمام میں اس امت کے لیے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جسے ان اعمال پر قتل کر دیا گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید ہے اور انہی اعمال پر جسے موت آگئی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابوصالح رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہید وہ ہے کہ اگر وہ اپنے بستر پر بھی مرے تو جنت میں داخل ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو آدمی فوت ہو اور آنحالیکہ اس میں یہ نو صفات تھیں، تو وہ شہید ہے۔ یعنی اَلتَّآىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ ...... الآیہ۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ''بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ'' سے مراد بِالْجَنَّةِ ہے۔ (یعنی جنت کے عوض اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال ان سے خرید لیے ہیں)۔ پھر فرمایا اَلتَّآىِٕبُوْنَ سے لے کر الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ تک یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہتے ہیں۔ یہ شرط ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل جہاد کے لیے قائم کی ہے۔ کہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شرط کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ ان کی شرط کو پورا فرما دے گا(1)۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

''درست نہیں ہے نبی کے لیے اور نہ ایمان والوں کے لیے کہ مغفرت طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں۔ جب کہ واضح ہو گیا ان پر کہ یہ دوزخی ہیں اور نہ تھی استغفار ابراہیم کی اپنے باپ کے لیے مگر ایک وعدہ (کو پورا کرنے) کی وجہ سے جو انہوں نے اس سے کیا تھا اور جب ظاہر ہو گئی آپ پر یہ بات کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ بیزار ہو گئے اس سے۔ بے شک ابراہیم بڑے ہی نرم دل

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 43,49، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

(اور) بردبار تھے''۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوطالب قریب الموت ہوئے تو حضور نبی مکرم ﷺ ان کے پس تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے چچا! کہو لا الہ الا اللہ۔ میں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہارے لیے شہادت دوں گا۔ یہ سن کر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ دونوں نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے اعراض کرو گے؟ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان پر کلمہ شہادت پیش فرماتے رہے اور ابوجہل اور عبداللہ دونوں اس گفتگو کے بارے میں حضرت ابوطالب کی معاونت کرتے رہے۔ آخر کار حضرت ابوطالب نے ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ وہ عبدالمطلب کے دین پر ہیں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میں ضرور بہ ضرور تمہارے لیے استغفار کروں گا جب تک کہ مجھے تیرے لیے اس سے روک نہ دیا جائے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ الآیہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: اور رسول اللہ ﷺ کو فرمایا: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (القصص: 56) ''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں۔ البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو'' (1)۔

امام طیالسی، ابن ابی شیبہ، احمد، ترمذی، نسائی، ابویعلی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور انہوں نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو سنا، وہ اپنے والدین کے لیے استغفار کر رہا تھا حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے۔ تو میں نے کہا: کیا تو اپنے والدین کے لیے استغفار کر رہا ہے حالانکہ وہ دونوں مشرک ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار نہیں کی تھی؟ سو میں نے اس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے کیا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی (2)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت علی بن ابی طلحہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ وہ ان کے لیے استغفار کر رہے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پس جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو وہ اپنے مردوں کے لیے استغفار کرنے سے رک گئے۔ اور انہیں زندوں کے لیے استغفار کرنے سے نہ روکا گیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ ...... الآیہ یعنی آپ اس کے لیے مغفرت طلب کرتے رہے جب کہ وہ زندہ تھا۔ اور جب مر گیا تو آپ نے استغفار چھوڑ دیا (3)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 50، دار احیاء التراث العربی بیروت

2۔ شعب الایمان، باب فی مباعدۃ الکفار والمفسدین، جلد 7، صفحہ 41 (9378) بیروت　3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 52

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ محمد بن کعب نے کہا کہ جب حضرت ابوطالب بیمار ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، تو اس پر مسلمانوں نے کہا: یہ محمد ﷺ ہیں اپنے چچا کے لیے مغفرت طلب کر رہے ہیں اور ابراہیم علیہ اسلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ پس تم بھی اپنے مشرکین رشتہ داروں کے لیے استغفار کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ پھر یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ فرمایا: کہ آپ ان کی زندگی میں اس (مغفرت) کی امید رکھتے تھے۔ اور جب آپ پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت شبل رحمہ اللہ کی سند سے حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے استغفار کیا حالانکہ وہ مشرک تھا۔ اور میں بھی ابوطالب کے لیے استغفار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب اس سے مجھے منع فرما دے۔ تو آپ ﷺ کے اصحاب نے کہا: ہم اپنے بیٹوں کے لیے ضرور استغفار کریں گے جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا کے لیے استغفار کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت ''تبرأ منه'' تک نازل فرمائی (1)۔

امام ابن جریر نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوطالب فوت ہونے کے قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے چچا! میرے باپ سے بڑھ کر تیرا مجھ پر حق ہے۔ پس ایسا کلمہ کہو جس کے سبب قیامت کے دن تمہاری شفاعت ثابت ہو جائے۔ کہو لا الہ الا اللہ۔ تو انہوں نے وہی ذکر کیا جو پہلے گزر چکا ہے (2)۔

امام ابن جریر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے کہا: یا نبی اللہ! ﷺ ہمارے آباء میں سے ایسے لوگ تھے جو پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، قیدیوں کو رہا کراتے تھے اور ذمہ داریوں کو ادا کرتے تھے، کیا ہم ان کے لیے استغفار نہ کریں؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ قسم بخدا! میں بالضرور اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کروں گا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ الآیہ، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معذور قرار دیا۔ اور فرمایا: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ سے لے کر اس قول تک تَبَرَّاَ مِنْهُ اور ہمیں یہ بتایا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری جانب چند کلمات وحی فرمائے گئے وہ میرے کانوں میں داخل ہوئے اور میرے دل میں ثابت اور راسخ ہو گئے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان کے لیے استغفار نہ کروں جو اس حال میں مرے کہ وہ مشرک تھے۔ اور جس نے اپنا فالتو مال دے دیا تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور جس نے روک لیا تو وہ اس کے لیے شر اور برا ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق والوں پر ملامت نہیں کرے گا (3)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 51، بیروت　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 52

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت ابوطالب کی موت کی خبر دی۔ تو آپ ﷺ رونے لگے اور فرمایا: جاؤ اور انہیں غسل دو، کفن دو اور دفن کردو۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان پر رحم فرمائے۔ پس میں نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ کئی دنوں تک استغفار کرتے رہے اور اپنے گھر سے نہ نکلے۔ یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مذکورہ آیت لے کر نازل ہوئے (1)۔

امام ابن سعد، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب حضرت ابوطالب فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ میں تمہارے لیے مسلسل استغفار کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مجھے منع فرمادے۔ پس مسلمانوں نے اپنے ان مردوں کے لیے مغفرت طلب کرنا شروع کردی جو حالت شرک پر فوت ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ۔ الآیہ۔ تو وہ کہنے لگے: تحقیق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی: وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ...... الآیہ۔ فرمایا جب اس کی موت کفر پر ہوئی تو آپ کے لیے ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے (2)۔

امام اسحاق بن بشر اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: جب حضرت ابوطالب فوت ہوئے۔ تو حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کیا ہے حالانکہ وہ مشرک تھا تو میں بھی اپنے چچا کے لیے مغفرت طلب کروں گا یہاں تک کہ میں اسے پالوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِیْ سے مراد ابوطالب ہیں۔ تو یہ حضور نبی مکرم ﷺ پر انتہائی گراں گزری۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو فرمایا: وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ یعنی جب آپ نے یہ کہا: سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا۝ (مریم) "میں مغفرت طلب کروں گا تیرے لیے اپنے رب سے بے شک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے"۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ یعنی وہ حالت شرک پر ہی مرگیا تَبَرَّاَ مِنْهُ (تو آپ اس سے بیزار ہوگئے)

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت عطیہ العوفی رحمہ اللہ کی سند سے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا...... الآیہ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے باپ (چچا) کے لیے مغفرت طلب کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرمادیا۔ آپ ﷺ نے کہا: کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے لیے استغفار کیا ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ۔ الآیہ (3)۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اثر ضعیف اور معلول ہے کیونکہ عطیہ ضعیف راوی ہے۔ اور یہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابی عباس والی سابقہ روایت کے خلاف ہے۔ وہ روایت اصح ہے اور علی بہت ثقہ راوی ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ

1۔ طبقات کبریٰ، باب ذکر ابی طالب، جلد 1، صفحہ 123، دار صادر بیروت 2۔ ایضاً 3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 51

حضور نبی مکرم ﷺ جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا۔ جب آپ ﷺ ثنیہ عسفان سے اترے تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ عقبہ کے پاس ٹھہریں یہاں تک کہ میں تمہاری طرف لوٹ آؤں۔ سو آپ چلے گئے اور اپنی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کی قبر مبارک کے پاس جا اترے اور طویل وقت تک اپنے رب کریم کی مناجات اور حمد و ثنا بیان کی۔ پھر آپ رونے لگے اور آپ ﷺ کا رونا شدید ہو گیا۔ پس آپ کے سبب وہ بھی رونے لگے۔ تو انہوں نے عرض کی: یا نبی اللہ! ﷺ آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رو پڑے اور ہم نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ کی امت میں کوئی ایسی شے ظاہر ہو چکی ہے جس پر اسے قدرت حاصل نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ البتہ جو کچھ ہوا ہے وہ یہ کہ میں اپنی والدہ محترمہ کی قبر پر حاضر ہوا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دینے سے انکار فرما دیا ہے۔ پس مجھے ان کی حالت پر ترس آ گیا، کیونکہ وہ میری ماں ہے۔ سو میں رو پڑا۔ (الف) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور آ کر کہا "وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِیَّاهُ" الآیہ پس آپ بھی اپنی ماں سے بیزار ہو جائیے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ (چچا) سے بیزار ہو گئے۔ پس مجھے ان پر رحم اور ترس آ گیا کیونکہ وہ میری ماں ہے۔ تو میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وہ چار چیزوں کو میری امت سے اٹھا لے۔ پس اس نے ان سے دو اٹھا لی ہیں اور دو کے اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی ہے کہ آسمان سے پتھر برسانا اور زمین میں غرق کرنا ان سے اٹھا لے۔ وہ ان کے مختلف گروہوں کو باہمی جھگڑے فساد میں مبتلا نہ کرے اور ان میں سے بعض کی تلخی اور تکلیف دوسرے بعض کو نہ چکھائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر برسانا اور زمین میں غرق کرنا دونوں ان سے اٹھا لیے ہیں اور باہمی قتل اور جھگڑے فساد کو اٹھانے سے انکار کر دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ اپنی والدہ کی قبر کی طرف واپس گئے۔ کیونکہ آپ ایک چٹان کے

(الف) عصر حاضر کے مایہ ناز مفسر اور سیرت نگار حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں "اہل سنت والجماعت کے علماء محققین کے جم غفیر کہ حضور کی والدین کریمین کے ایمان کے بارے یہ رائے ہے کہ وہ نجات یافتہ ہیں اور جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ تفصیلی مطالعہ کے لیے ضیاء النبی جلد ثانی کی طرف رجوع فرمایئے یہاں فقط خلاصہ بحث پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ قبلہ پیر صاحب نے شیخ ابو زہرہ مصری کی کتاب خاتم النبیین سے اقتباس نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں "ہماری ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے جس پر ہم اس مسئلہ کے بارے میں تمام احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد پہنچے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ابوین کریمین نے وہ زمانہ پایا جس میں رسولوں کی آمد منقطع تھی اور وہ دونوں ہدایت اور اخلاق کریمہ کے بالکل قریب تھے جو بعد میں ان کے لخت جگر نے بطور شریعت دنیا کو پیش کیا۔ اور قرآنی آیات اور احادیث صحیفہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دوزخ میں ڈالیں جائیں آپ کی والدہ وہ مجاہدہ ہیں جو سراپا صبر تھیں اپنے فرزند دلبند کے ساتھ بڑی شفیق تھیں انہیں آگ کیسے چھو سکتی ہے۔ کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آگ میں جلائے جانے کی مستحق ہے۔ بلکہ دلیلیں تو اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کی اور ان کے شوہر نامدار کی جو ذبیح اور طاہر کے لقب سے ملقب تھے ان پر جب بھر کر تحسین و آفرین کے پھول برسائے جائیں"۔ قاضی ابوبکر ابن عربی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے کیا خیال ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے آباء و اجداد کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ فی النار ہیں آپ نے جواب دیا جو شخص یہ کہتا ہے وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ لوگ جو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو لعنت بھیجتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں، پھر کیا اس سے بڑی اذیت کیا ہے کہ حضور کے والدین کے بارے میں یہ کہا جائے" (ضیاء النبی ﷺ، جلد 2، صفحہ 92-91)

نیچے مدفون تھیں اور عسفان کا علاقہ ان کا ہے اور اسی میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی (1)۔

امام ابن ابی حاتم، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن قبرستان کی طرف تشریف لے گئے۔ ہم آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے تھے۔ پس آپ ﷺ وہاں پہنچے اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ پس آپ ﷺ نے طویل وقت تک وہاں مناجات کی۔ پھر آپ رونے لگے۔ سو آپ ﷺ کے رونے کے سبب ہم بھی رونے لگے۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر آپ ﷺ کے قریب ہوئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور پھر آپ نے ہمیں بلایا اور ارشاد فرمایا: کس شے نے تمہیں رلا دیا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم تو آپ کے رونے کے سبب روئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس قبر کے پاس میں بیٹھا وہ حضرت آمنہ کی قبر ہے۔ میں نے اپنے رب سے ان کی زیارت کی التجاء کی، تو اللہ تعالیٰ نے وہ مجھے عطا فرما دی اور پھر میں نے اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے وہ مجھے عطا نہیں فرمائی اور مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى تو مجھے اس کیفیت اور رقت نے آلیا جو کسی بھی بچے پر ماں کے لیے طاری ہو جاتی ہے۔ پس اسی شے نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ تھا جب کہ آپ نے عسفان پر وقوف فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے دائیں بائیں دیکھا اور اپنی امی جان حضرت آمنہ کی قبر پر نظر پڑی۔ پانی لایا گیا اور آپ ﷺ نے وضو فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور دعا مانگی اور ہمیں کسی شے نے خوف زدہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ آپ ﷺ زور زور سے رونے لگے اور آپ ﷺ کے رونے کے سبب ہمارے رونے کی آواز بھی بلند ہو گئی۔ پھر آپ ہماری طرف واپس تشریف لے آئے اور فرمایا: وہ کون سی شے ہے جس نے تمہیں رلا دیا ہے؟ تمام نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ چونکہ آپ روئے اس لیے ہم بھی رونے لگے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا گمان ہے؟ تمام نے عرض کی: ہمارا خیال ہے کہ جو اعمال ہم کرتے ہیں ان کے بدلے ہم پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی کوئی شے نہیں۔ تو حاضرین نے عرض کی: ہمارا خیال یہ ہے کہ آپ کی امت کو ایسے اعمال کا مکلف اور پابند بنایا گیا ہے جن کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔ تو آپ ﷺ کو اس پر رحم آ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی کوئی شے نہیں۔ البتہ میں اپنی والدہ حضرت آمنہ کی قبر کے پاس سے گزرا اور میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے اپنے رب سے ان کے لیے مغفرت طلب کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو مجھے منع کر دیا گیا ہے۔ سو میں رونے لگا پھر میں واپس لوٹا اور دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے رب سے ان کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو مجھے شدت سے جھڑک دیا گیا۔ تو میرے رونے کی آواز بلند ہو گئی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی سواری منگائی۔ اور اس پر سوار ہو گئے۔ ابھی آپ تھوڑا ہی چلے کہ آپ کی سواری (اونٹنی) وحی کے بوجھ سے کھڑی ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ دونوں آیتیں نازل کیں۔

1۔ معجم کبیر، جلد 11، صفحہ 374 (12049) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

2۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب وفات عبد اللہ و آمنہ، جلد 1، صفحہ 147، دار الکتب العلمیہ بیروت

امام ابن منذر، طبرانی، حاکم رحمہما اللہ اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور آپ کی پیروی ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ملیکہ کے دونوں بیٹے آئے اور یہ دونوں انصار میں سے ہیں اور عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ ہماری ماں خاوند کے معاملات کی نگہبانی کرتی تھی اور مہمان کی عزت و تکریم کیا کرتی تھی اور اسے جاہلیت کے دور میں درگور کر دیا گیا، ہماری ماں کہاں ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں جہنم میں ہے۔ وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ان پر یہ کلام انتہائی شاق اور گراں گزرا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا۔ جب وہ لوٹ کر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگاہ رہو بے شک میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔ تو لوگوں میں سے ایک منافق نے کہا: یہ اپنی ماں کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے جیسا کہ ملیکہ کے بیٹے اپنی ماں کو کوئی نفع اور فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور ہم ان کی اتباع میں ان کے نقوش قدم پر چل رہے ہیں۔ پھر انصار میں سے ایک نوجوان نے کہا: میں نے اس سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے والدین کہاں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا۔ میں نے اپنے رب سے ان کے بارے سوال نہیں کیا کہ وہ ان کے بارے میں میری التجاء قبول کر لے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ ان کے بارے میں مجھے بتائے، بلاشبہ میں اس دن مقام محمود پر کھڑا ہوں گا۔ تو اس منافق نے انصاری جوان سے کہا: ان سے پوچھیے مقام محمود کیا ہے؟ پس اس نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مقام محمود کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی شان قدرت کے مطابق کرسی پر نزول فرمائے گا، چرچرائے گی جیسا کہ نیا کجاوہ اپنے بوجھ کے سبب چرچراتا ہے اور وہ زمین و آسمان کی وسعت کی طرح وسیع ہے اور تمہیں برہنہ پا، ننگے بدن اور غیر مختون حالت میں لایا جائے گا اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو لباس پہناؤ۔ تو جنت کی چادروں میں سے دو سفید چادریں لائی جائیں گی۔ پھر آپ کے پیچھے مجھ کو لباس پہنایا جائے گا اور میں اللہ تعالیٰ کی دائیں جانب ایک مقام پر کھڑا ہوں گا جس میں اولین و آخرین سب مجھ پر رشک کریں گے اور میرے لیے کوثر سے میرے حوض تک ایک نہر کھودی جائے گی۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ منافق کہنے لگا: میں نے آج کی طرح کبھی بھی نہیں سنا۔ بالیقین نہر جاری نہیں ہو سکتی۔ مگر ایسی سخت زمین میں جس میں بہاؤ ہو یا اس میں سنگریزے ہوں۔ لہٰذا ان سے سوال کیجئے کہ وہ نہر ان کی طرف کس میں چل کر آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا: کستوری کے بہاؤ اور سنگریزوں میں۔ راوی نے کہا: کہ وہ منافق کہنے لگا: میں نے آج کی طرح کی بات کبھی نہیں سنی۔ قسم بخدا! نہر جہاں بھی جاری ہوئی ہے وہاں نباتات اگتی ہیں۔ تو ان سے پوچھ کیا اس نہر کے لیے بھی نباتات ہوں گی؟ تو انصاری نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا اس نہر کے پاس نباتات ہوں گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے عرض کی: وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کی شاخیں ہوں گی۔ منافق کہنے لگا: میں نے آج کی طرح کبھی بھی نہیں سنا۔ قسم بخدا! کوئی شاخ نہیں اگتی مگر اس کے ساتھ پھل ہوتا ہے۔ تم ان سے پوچھو کیا ان شاخوں کا پھل ہو گا؟ چنانچہ انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان شاخوں پر پھل ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں وہ موتی اور جواہرات ہوں گے۔ پھر منافق نے کہا: میں نے اس طرح کبھی نہیں سنا۔ تو ان سے

حوض کے پانی کے بارے پوچھا؟ چنانچہ انصاری نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ حوض کا پانی کیسا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دودھ سے زیادہ سفید ہوگا، شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، جسے اللہ تعالیٰ نے اس سے ایک بار سیراب کر دیا اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ نے محروم کر دیا وہ اس کے بعد کبھی سیراب نہیں ہوگا۔" قَالَ: اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ، مَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ شَرْبَةً لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهٗ، وَمَنْ حَرَمَهٗ لَمْ يَرْوِ بَعْدَهَا" (1)

امام ابن سعد نے کلبی رحمہما اللہ اور حضرت ابوبکر بن قیس جعفی رحمہ اللہ دونوں سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جعفی زمانہ جاہلیت میں دل کو حرام قرار دیتے تھے۔ پس ان میں سے دو آدمی قیس بن سلمہ اور سلمہ بن یزید رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ یہ دونوں ماں کی جانب سے بھائی تھے اور دونوں اسلام لے آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دل نہیں کھاتے۔ انہوں نے عرض کی: ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا اسلام اسے کھائے بغیر مکمل نہیں ہوگا اور آپ ﷺ نے ان دونوں کے لیے بھونا ہوا دل منگوایا اور وہ دونوں کو کھلایا۔ پھر انہوں نے عرض کی: یارسو ل اللہ! ﷺ ہماری ماں ملیکہ بنت حلو ہے، وہ مشقت کرنے والوں کو رہا کرتی تھی، تنگ دستوں کو کھانا کھلاتی تھی اور فقیروں پر رحم کرتی تھی۔ بے شک وہ مر چکی ہے اور اس نے اپنی چھوٹی بچی کو زندہ درگور کیا تھا۔ پس اب اس کا کیا حال ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: درگور کرنے والی اور جس کے اشارے پر درگور کیا گیا وہ جہنم میں ہیں۔ چنانچہ یہ سن کر وہ دونوں حالت غضب میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری طرف آؤ۔ وہ لوٹ کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔ ان دونوں نے اسے تسلیم کیا اور چلے گئے اور وہ دونوں کہنے لگے: قسم بخدا! بے شک وہ آدمی ہے جس نے ہمیں دل کھلایا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہماری ماں آگ میں ہے وہ اس اہل ہے کہ اس کی اتباع نہ کی جائے۔ وہ دونوں چلے گئے اور اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے اس سے جا ملے۔ جس کے پاس صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ تھا انہوں نے اسے باندھ دیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے۔ جب یہ خبر حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے دونوں پر لعنت کی جیسا کہ وہ اپنے ارشاد میں لعنت کرتے رہے۔" لَعَنَ اللّٰهُ رِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ وَلِحْيَانَ وَابْنَيْ مُلَيْكَةَ مِنْ حَرِيْمٍ وَحَرَانَ" کہ اللہ تعالیٰ رعل، ذکوان، عصیة، لحیان اور حریم و مران کے ملیکہ کے دونوں بیٹوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ سے لے کر كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل) تک فرمایا۔ اور پھر اس حکم سے استثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ سے لے کر اس قول تک فرمایا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ کے ضمن میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کے لیے اس وقت ظاہر ہوا جب وہ مرا اور آپ نے جان لیا کہ توبہ کا وقت اس کے لیے ختم ہو چکا ہے (3)۔

1۔ مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، جلد 2، صفحہ 296 (3385) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات کبری از ابن سعد، جلد 1، صفحہ 324، بیروت
3۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 54، دار احیاء التراث العربی بیروت

امام فریابی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ، ابو بکر شافعی نے فوائد میں اور الضیاء رحمہم اللہ نے مختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مرگیا۔ جب وہ مرگیا تو آپ کے لیے واضح ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے، تو آپ اس سے بیزار ہوگئے (1)۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب وہ حالت کفر پر مرگیا تو آپ کے لیے ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک آدمی بیت اللہ شریف میں طواف کررہا تھا اور وہ اپنی دعا میں کہہ رہا تھا اوہ اوہ...... تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ بہت ہی آہیں بھرنے والا ہے (2)۔

امام عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ کی تفسیر میں کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام جب جہنم کا ذکر کرتے تو آپ آگ کے ذکر سے آہیں بھرتے (3)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابو الجوزاء رحمہ اللہ سے اسی طرح بیان کیا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی ذکر سے اپنی آواز بلند کررہا تھا تو ایک آدمی نے اسے کہا: اگر یہ اپنی آواز پست کرلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ انتہائی خشوع کررہا ہے۔

امام طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو فرمایا: جسے ذوالبجادین کہا جاتا تھا بلاشبہ یہ انتہائی نرم دل ہے۔ اس لیے کہ وہ قرآن کریم اور دعا سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہے تھے (4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک میت کو قبر میں رکھا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ بلاشبہ تو قرآن کریم کی تلاوت کے سبب انتہائی نرم دل تھا۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَأَوَّاهٌ سے مراد خشوع اور عجز وانکساری کرنے والا ہے (5)۔

امام ابن جریر، ابن منذر، طبرانی اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ لَأَوَّاهٌ سے مراد دعا ہے (6)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 55، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 62 3۔ ایضاً

4۔ معجم کبیر، جلد 17، صفحہ 295 (813) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

5۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 62، داراحیاء التراث العربی بیروت 6۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 57

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد دعا اور اللہ تعالیٰ کے پاس راحت وتسکین حاصل کرنے والا ہے جیسا کہ مریض کی اپنے مرض سے آہیں بھرنے کی حالت ہوتی ہے۔

امام عبدالرزاق، فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو العبیدین رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے لَاَوَّاهٌ کے بارے پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا: اس سے مہربان رحیم (انتہائی مہربان، رحم کرنے والا) ہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت علی رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد توبہ کرنے والا مومن ہے (2)۔

ابوالشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ سے مراد مطیع وفرمانبردار مومن ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ایوب رحمہ اللہ نے کہا: لَاَوَّاهٌ سے مراد وہ آدمی کہ جب وہ اپنی خطاؤں کا ذکر کرے تو پھر ان سے استغفار کرے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے عوفی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد حبشہ کا رہنے والا مومن ہے (3)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ کا معنی یقین کرنے والا ہے (4)۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت ابوظبیان رحمہ اللہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لَاَوَّاهٌ حبشی زبان میں یقین کرنے والے کو کہا جاتا ہے (5)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔

امام ابن جریر اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لغت حبشہ میں لَاَوَّاهٌ یقین کرنے والے کو کہتے ہیں (6)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے، ابن جریر نے حضرت عطا اور حضرت ضحاک سے یہی معنی روایت کیا ہے۔

امام ابن منذر نے حضرت عکرمہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ کا معنی یقین کرنے والا ہے اور یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے ایک دوسری سند سے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد یقین کرنے والا فقیہ ہے (7)۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 58، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 61 3۔ ایضاً
4۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 60 5۔ ایضاً 6۔ ایضاً 7۔ ایضاً

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد شیخ (بوڑھا) ہے۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے حضرت ابو میسرہ رحمہ اللہ سے یہی معنی نقل کیا ہے۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے عمرو بن شرحبیل کا قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ حبشی زبان میں رحیم رحم کرنے والے کو کہا جاتا ہے(1)۔

امام ابن منذر نے حضرت عمرو بن شرحبیل رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حبشی زبان میں لَاَوَّاهٌ سے مراد دعا ہے۔

ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت سعید بن جبیر سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد مسبح (روزے دار) ہے(2)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد ایسا آدمی ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی جانب معلق ہو۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی رقت اور رحمت کی وجہ سے لَاَوَّاهٌ کہا جاتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ حلیم سے مراد رحیم ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ان کے حلم اور بردباری کی کیفیت یہ تھی کہ جب ان کی قوم کا کوئی فرد انہیں اذیت اور تکلیف دیتا تو اسے فرماتے: اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے۔

امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن کریم میں جو شے بھی نازل کی گئی ہے چار آیات کے سوا وہ سب میں جانتا ہوں۔ ان میں سے ایک وَالرَّقِیْمِ ہے (الکہف:9) چونکہ میں نہیں جانتا تھا وہ کیا ہے۔ اور ایک یہ ہے وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً (مریم:13) فرمایا میں نہیں جانتا کہ حنان کیا ہے بلکہ اس سے مراد رحمت ہے "والغتلین" (الحاقۃ:34) میں نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے البتہ میں اسے زقوم کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ۝ (الدخان) مزید فرمایا: لَاَوَّاهٌ حبشہ کی زبان میں یقین کرنے والے کو کہتے ہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَاَوَّاهٌ کا معنی مومن ہے۔ اور ابوالشیخ نے آپ ہی سے یہ قول بھی بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد توجہ کرنے والا فقیر ہے۔

ابن جریر اور ابوالشیخ نے عقبہ بن عامر کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لَاَوَّاهٌ سے مراد کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہے(3)۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى یُبَیِّنَ لَهُمْ مَّا یَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۱۱۵ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝۱۱۶

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 59، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 61 3۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

"اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا دستور کہ گمراہ کردے کسی قوم کو اسے ہدایت دینے کے بعد یہاں تک کہ بیان کردے ان کے لیے وہ چیزیں جن سے انہیں بچنا چاہیے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے (ساری) بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور نہیں ہے تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی حامی اور نہ کوئی مددگار"۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنین کے لیے استغفار کے بارے میں وضاحت مشرکین کے لیے خاص ہے اور اپنی اطاعت و معصیت کے بارے میں اس کی وضاحت عام ہے جسے وہ کریں یا چھوڑ دیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ کے بارے کہا ہے یعنی وہ تمام چیزیں جن پر وہ عمل پیرا ہوں گے اور جن سے باز رہیں گے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یحییٰ بن عقیل نے کہا کہ یحییٰ بن یعمر کو ایک تحریر دی گئی۔ انہوں نے کہا: یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا خطبہ ہے۔ وہ ہر جمعرات کی شام کو اپنے اصحاب کو یہ خطبہ دیا کرتے تھے۔ انہوں نے حدیث ذکر کی اور پھر فرمایا: تم میں سے جو عالم یا متعلم بننے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے ایسا کرنا چاہیے اور اس کے سوا وہ کچھ نہ ہو۔ کیونکہ عالم اور متعلم دونوں خیر اور نیکی میں شریک ہیں۔ اے لوگو! قسم بخدا! مجھے تم پر یہ خوف نہیں ہے کہ ایسی چیزوں کے بارے تم سے مواخذہ کیا جائے گا جو تمہارے لیے بیان نہیں کی گئیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ اور تحقیق اس نے تمہارے لیے وہ چیزیں بیان کر دی ہیں جن سے تمہیں بچنا چاہیے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب غزوۂ بدر کے مشرکین قیدیوں سے فدیہ لیا گیا۔ فرمایا: تمہیں نہیں چاہیے کہ تم یہ وصول کرو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دے دی جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہے کہ وہ کسی قوم کو ایسے گناہ کے سبب عذاب دے جس کا ارتکاب انہوں نے کیا، یہاں تک کہ وہ چیزیں ان کے لیے بیان کردے جن سے انہیں بچنا چاہیے۔ فرمایا: یہاں تک کہ وہ انہیں اس سے پہلے ان سے منع کردے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 65، دار احیاء التراث العربی بیروت

''یقینا رحمت سے توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے (اپنے) نبی پر نیز مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے پیروی کی تھی نبی کی مشکل گھڑی میں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ٹیڑھے ہو جائیں دل ایک گروہ کے ان میں سے پھر رحمت سے توجہ فرمائی ان پر۔ بے شک وہ ان سے بہت شفقت کرنے والا رحم فرمانے والا ہے''۔

امام ابن جریر، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابونعیم اور بیہقی دونوں نے دلائل میں اور ضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ہمیں ساعۃ العسرۃ کے بارے کچھ بتائیں۔ تو آپ نے فرمایا: کہ ہم سخت گرمی کے موسم میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف نکلے۔ ہم ایک منزل پر اترے تو ہمیں شدید پیاس نے آلیا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ ہماری گردنیں کٹ جائیں گی (یعنی ہماری موت واقع ہو جائے گی) کیفیت یہ تھی کہ ایک آدمی اپنا اونٹ ذبح کرتا تھا پھر اس کی اوجھ کو نچوڑتا اور وہ پانی پی لیتا اور جو بچ جاتا وہ اس کے جگر پر ڈال دیتا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھلائی اور خیر کی دعا مانگنے کا عادی بنایا ہے، سو آپ ہمارے لیے دعا فرمائیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک بلند فرمائے اور ابھی واپس نہیں لوٹائے تھے کہ بادل نمودار ہوا اور خوب موسلا دھار برسا اور خوب پانی بہایا، پس تمام کے پاس پانی کے جو برتن تھے وہ سب بھر لیے، پھر ہم چل پڑے اور دیکھتے رہے اور ہم نے اسے (بارش کو) نہ پایا اور لشکر آگے گزر گیا (1)۔

امام ابن جریر اور ابن منذر رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَاعَةِ الْعُسْرَةِ سے مراد غزوۂ تبوک ہے (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ کے بارے حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے شدید گرمی کے موسم میں شام کی طرف غزوۂ تبوک میں حضور نبی مکرم ﷺ کی اتباع و پیروی کی۔ اور ایسی مشقت اٹھائی جس کے بارے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اس دوران انہیں اتنی شدید مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی کہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ دو آدمی ایک کھجور کو دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے اور بہت سے لوگ ایک کھجور آپس میں ایک دوسرے کی جانب پھراتے رہتے تھے کہ ان میں سے ایک آدمی اسے چوستا، پھر اس پر پانی ڈالتا اور پھر وہی کھجور دوسرا آدمی چوس لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت سے توجہ فرمائی اور انہیں غزوہ سے کامیاب واپس لوٹایا۔

امام ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عقیل بن ابی طالب نے اسی آیت کے ضمن میں کہا: صحابہ کرام غزوہ تبوک کے لیے چلے تو سواری کے لیے دو یا تین افراد کو ایک اونٹ میسر تھا، وہ شدید گرمی کے موسم میں نکلے اور اس دوران ایک دن انہیں سخت پیاس نے آلیا، یہاں تک کہ وہ اپنے اونٹ کو ذبح کرنے لگے اور ان کی

1۔ مستدرک حاکم، کتاب الطہارۃ، جلد 1، صفحہ 263 (566) دار الکتب العلمیہ بیروت
تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 66، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

55A

او جھ نچوڑ کر اس کا پانی پینے لگے۔ گویا ان کے لیے پانی کی تنگی بھی تھی خوراک کی قلت بھی تھی اور سواری کے کم ہونے کی مشقت اور اذیت بھی تھی (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ساعۃ العسرۃ سے مراد سواری کی تنگی، خوراک کی مشکل اور پانی کی قلت کی تکلیف ہے (اسی وجہ سے غزوۂ تبوک کو ساعۃ العسرۃ سے تعبیر کیا گیا ہے) (2)

امام ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے اس طرح قرأت کی "مِنْ بَعْدِ مَا زَاغَتْ قُلُوْبُ طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ"

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾

"اور ان تینوں پر بھی (نظر رحمت فرمائی) جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادگی کے اور بوجھ بن گئیں ان پر ان کی جانیں اور جان لیا انہوں نے کہ نہیں کوئی جائے پناہ اللہ تعالیٰ سے مگر اسی کی ذات۔ تب اللہ تعالیٰ ان پر مائل بکرم ہوا تا کہ وہ بھی رجوع کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا (اور) ہمیشہ رحم کرنے والا ہے"۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابو الشیخ، ابن مندہ، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے بارے میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ تین کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ تھے اور یہ تینوں انصار میں سے تھے (3)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت مجمع بن جاریہ رحمہ اللہ سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ تین جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی نظر رحمت فرمائی وہ کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیعہ تھے۔

امام ابن مردویہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن شہاب رحمہما اللہ نے فرمایا: بے شک وہ تین جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا وہ کعب بن مالک بنی سلمہ میں سے، ہلال بن امیہ بنی واقف میں سے اور مرارہ بن ربیعہ بنی عمرو بن عوف میں سے تھے۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ذی اوان میں اترے تو وہ عام منافقین جو آپ ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے، وہ آپ ﷺ کا استقبال کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ارشاد فرمایا: تم کسی ایسے آدمی سے بات نہ کرنا جو ہم سے پیچھے رہا ہے اور نہ اس کے ساتھ مجالست

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب اسباب التسمیۃ غزوۂ تبوک، جلد 5، صفحہ 227، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 67، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 68

55B

اختیار کرنا یہاں تک کہ میں تمہیں اجازت دے دوں۔ چنانچہ انہوں نے ان سے کوئی گفتگو نہ کی۔ پس جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاس وہ لوگ حاضر ہوئے جو پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ آپ ﷺ کو سلام عرض کرنے لگے۔ تو آپ ﷺ نے ان سے اعراض کرلیا اور مومنوں نے بھی ان سے اعراض کرلیا۔ یہاں تک کہ ایک آدمی سے اس کے بھائی، اس کے باپ اور اس کے چچا نے بھی اعراض کرلیا۔ پس وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا شروع ہو گئے اور وہ مجبوریاں اور بیماریاں بیان کر کے معذرت کرنے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان پر رحم فرمایا، ان سے بیعت لی اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان میں سے وہ لوگ جو بغیر کسی شک اور نفاق کے پیچھے رہ گئے تھے وہ تین آدمی تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں کیا ہے۔ اور وہ کعب بن مالک سلمی، ہلال بن امیہ واقفی اور مرارہ بن ربیعہ عامری تھے۔

امام ابن مندہ اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ تینوں کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ تھے۔

امام عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن حبان، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت زہری رحمہ اللہ کی سند سے یہ بیان کیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک نے مجھے خبر دی ہے کہ عبد اللہ بن کعب بن مالک نے بیان کیا اور یہی حضرت کعب کے نابینا ہو جانے کے بعد ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں چلاتے تھے، انہوں نے بیان کیا کہ میں نے خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ اس طرح واقعہ بیان کرتے تھے کہ جب وہ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں غزوۂ تبوک کے سوا کسی غزوہ میں بھی کبھی رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہا۔ مگر یہ کہ میں غزوۂ بدر میں بھی پیچھے رہا۔ لیکن اس سے پیچھے رہنے والوں میں سے کسی کو کوئی عتاب نہیں فرمایا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ قریش کے ارادہ سے نہیں نکلے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی مکرم ﷺ کے جان نثاروں اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی معاہدہ اور پروگرام کے اکٹھا کر دیا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عقبہ کی رات حاضر تھا جب کہ ہم نے اسلام پر معاہدہ کیا تھا اور اس سے بڑھ کر کوئی پسندیدہ نہیں کہ میرے لیے میدان بدر ہو۔ اگر بدر ہوتا تو میں لوگوں میں اس کے بارے ذکر کرتا اور اس سے شہرت حاصل کرتا۔

جب میں رسول اللہ ﷺ سے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہا تو میری خبر یہ تھی کہ میں کبھی بھی اتنا طاقتور نہیں ہوا اور نہ کوئی مجھ سے زیادہ خوش حال تھا جب کہ میں اس غزوہ میں آپ ﷺ سے پیچھے رہ گیا۔ قسم بخدا! اس سے پہلے کبھی بھی میرے پاس سواری کے لیے دو اونٹنیاں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ حتی کہ میں نے اس غزوہ میں ان دونوں کو اکٹھا کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ جب کبھی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو اسے مخفی رکھا کرتے تھے مگر اس غزوہ کے وقت آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ انتہائی شدید گرمی کے موسم میں اس غزوہ کے لیے تشریف لے گئے۔ انتہائی دور دراز کا سفر اور جنگل بیابان کا سامنا تھا اور دشمن کی کثیر تعداد سامنے تھی۔ پس آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے ان کے معاملات کو ظاہر کیا تا کہ وہ اپنے دشمن کی تیاری کے مطابق خوب تیاری کر سکیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس سمت سے آگاہ فرمایا جہاں کا آپ ﷺ ارادہ رکھتے تھے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسے کثیر مسلمان تھے جن کا اندراج کسی محفوظ کتاب میں نہیں ہوتا تھا۔ اس کتاب سے مراد دیوان ہے (یعنی کوئی باقاعدہ فوج نہیں تھی)۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بہت کم ہی کسی آدمی نے غیب ہونے کا ارادہ کیا مگر اس نے یہی گمان کیا کہ وہ چھپا رہے گا جب تک اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی وحی نازل نہ ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ اس غزوہ پر اس وقت تشریف لے گئے جب کہ پھل پکے ہوئے تھے۔ سایہ انتہائی اچھا لگتا تھا اور اس کو حقیر اور صغیر جانتے ہوئے آپ نے اس کے لیے یہ وقت مقرر کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں مومنین اس کے لیے تیار ہو گئے۔ میں بھی صبح جاتا تاکہ ان کے ساتھ مل کر وں تیاری کروں پھر لوٹ کر آتا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکتا اور اپنے دل میں یہ کہتا: اگر میں نے ارادہ کر لیا تو میں اس پر قدرت رکھتا ہوں (یعنی میرے وسائل ہیں کہ میں فوراً ساتھ جانے کے لیے تیار ہو سکتا ہوں)۔ پس مسلسل میرا اصرار یہی رہا یہاں تک کہ میں لوگوں کے ساتھ کوشش اور تیاری میں لگا رہا۔ پس جس صبح رسول اللہ ﷺ اور آپ کی معیت میں مومنین جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ تو میں نے اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا۔ میں نے ایک یا دو دن تک اپنی تیاری مؤخر کر دی کہ پھر میں آپ ﷺ سے جا ملوں گا۔ سو ان کے چلے جانے کے بعد میں صبح کے وقت نکلا تاکہ میں تیاری کروں اور پھر لوٹ آیا اور اپنی تیاری کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کیا۔ پھر دوسری صبح گیا اور لوٹ آیا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکا، پس اس طرح میرا یہ سفر دور ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اختتام پذیر ہو گیا اور لشکر بہت آگے بڑھ گیا، میں نے جانے کا ارادہ کیا کہ میں انہیں پالوں گا اور کاش میں ایسا کر لیتا۔ پھر مجھے اس کی قدرت نہ ہوئی۔ پس رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں لوگوں میں نکلتا تو میری نظر ایسے آدمیوں پر پڑتی جن پر نفاق میں مبتلا ہونے کا عیب تھا یا پھر ایسے آدمی دکھائی دیتے جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یاد نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ تبوک پہنچ گئے۔ وہاں قوم کے ساتھ بیٹھے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: کعب بن مالک نے کیا کیا ہے؟ تو بنی سلمہ کے ایک آدمی نے کہا۔ یا رسول اللہ! ﷺ اس کی دھاری دار چادروں اور اس کی متکبرانہ سوچ نے اسے روک دیا ہے (یعنی اس کی دو بیویوں نے اسے اس سفر سے روک دیا ہے)۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اسے کہا: تو نے بہت ناپسندیدہ بات کی ہے۔ قسم بخدا! یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے اور رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے۔

حضرت کعب بن مالک نے کہا: کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس چل پڑے ہیں تو مجھے خیال آنے لگا اور میں کوئی جھوٹ یاد کرنے لگا اور میں یہ کہنے لگا: کہ کون سی شے کے سبب میں کل آپ کی ناراضگی سے بچ سکوں گا۔ میں اپنے گھر کے ہر صاحب رائے فرد سے اس کے بارے مشاورت کرنے لگا۔ لیکن جب یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لانے والے ہیں تو مجھ سے باطل نظریہ دور ہو گیا اور میں نے یہ یقین کر لیا کہ میں نے کبھی بھی کسی اور شے کے سبب آپ سے نجات نہیں پائی۔ پس میں نے آپ ﷺ سے سچ کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ صبح رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ آپ کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب آپ ﷺ سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے، دو رکعت نماز ادا

WWW.NAFSEISLAM.COM

فرماتے، اور پھر لوگوں کے پاس مجالست اختیار فرماتے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو پیچھے رہنے والے لوگ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور معذرت کرنے لگے اور قسمیں اٹھا اٹھا کر آپ کو یقین دہانی کرانے لگے۔ یہ اسی سے کچھ زائد افراد تھے۔ پس جو کچھ انہوں نے ظاہراً کہا: رسول اللہ ﷺ نے ان سے وہ قبول فرمالیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ یہاں تک کہ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ پس جب میں نے سلام عرض کیا تو آپ ﷺ نے غضب ناک آدمی کے تبسم کی مثل تبسم فرمایا۔ پھر مجھے ارشاد فرمایا: آؤ۔ پس میں آگے چلتا آیا حتی کہ آپ ﷺ کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے کس چیز نے پیچھے رکھا ہے کیا تو نے اپنی سواری خریدی نہیں تھی؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اگر میں آپ کے سوا اہل دنیا میں سے کسی اور کے پاس بیٹھا ہوتا تو میں یقیناً یہ خیال کرتا کہ میں کسی عذر کے سبب اس کی ناراضگی سے بچ جاؤ۔ یقیناً میں کوئی بحث کرتا۔ لیکن قسم بخدا! مجھے یہ یقین ہے کہ اگر آج میں آپ کے ساتھ جھوٹے آدمی کی طرح گفتگو کروں گا، آپ اس کے سبب مجھ سے راضی ہو جائیں گے۔ لیکن یہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ پر ناراض کر دے۔ اور اگر میں آپ سے سچی بات کہوں گا تو آپ مجھے سچ کے بارے میں اس طرح پائیں گے کہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے لیے عتاب قریب ہے۔ قسم بخدا! میرے لیے کوئی عذر نہیں تھا۔ قسم بخدا! میں کبھی اتنا فارغ نہیں ہوا اور نہ کوئی مجھ سے بڑھ کر اس وقت خوش حال تھا جب کہ میں آپ سے پیچھے رہا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسی طرح ہے۔ تحقیق اس نے سچ کہا ہے۔ لہٰذا تو اٹھ جا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں کوئی فیصلہ فرمادے۔

پس میں اٹھ کھڑا ہوا اور بنی سلمہ کے کچھ افراد بڑی تیزی سے میری طرف آئے اور میرے پیچھے پیچھے چلتے آئے۔ انہوں نے مجھے کہا: قسم بخدا! ہم تیرے بارے میں نہیں جانتے کہ تو نے اس سے قبل بھی کوئی گناہ کیا ہو اور تحقیق تو اس سے عاجز رہا ہے کہ تو رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسا کوئی عذر پیش نہیں کر سکا جیسے پیچھے رہ جانے والوں نے عذر پیش کیے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا استغفار کرنا تیرے گناہ (کی مغفرت) کے لیے کافی تھا۔ حضرت کعب نے بیان فرمایا: قسم بخدا! وہ مسلسل مجھے تنبیہ کرتے ہی رہے یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں واپس لوٹ جاؤں اور اپنے آپ کو جھٹلاؤں۔ پھر میں نے ان سے کہا: کیا اس معاملہ میں انہوں نے میرے ساتھ کسی کو ملایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں تیرے ساتھ دو آدمی آملے ہیں۔ ان دونوں نے بھی وہی کہا ہے جو تو نے کہا: اور ان دونوں کو بھی وہی کچھ کہا گیا جو تجھے کہا گیا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا: مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ واقفی۔ پس انہوں نے میرے سامنے دو نیک اور صالح لوگوں کا ذکر کیا اور وہ دونوں غزوۂ بدر میں بھی شریک تھے۔ لہٰذا میرے لیے تو ان دونوں میں نمونہ تھا۔ پس جب انہوں نے میرے سامنے ان دونوں کا ذکر کیا تو میں چلا گیا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہنے والے افراد میں سے ہم تینوں کے ساتھ لوگوں کو کلام کرنے سے منع فرمادیا۔ پس ہم لوگوں میں سے اجنبی ہوگئے۔ لوگ ہمارے لیے بدل گئے۔ یہاں تک کہ میرے لیے وہ

زمین بھی اجنبی ہوگئی جسے میں پہچانتا تھا۔ پس ہم اسی حالت پر پچاس راتیں ٹھہرے رہے۔ پس میرے وہ دونوں ساتھی اپنے اپنے گھروں میں ہی پرسکون ہوگئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ چونکہ میں اپنی قوم سے انتہائی مضبوط اور دوسروں سے بڑھ کر طاقتور تھا لہٰذا میں مسلمانوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوتا رہا اور بازار میں چکر وغیرہ لگاتا رہتا۔ لیکن کوئی مجھ سے بات نہ کرتا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ میں آکر سلام عرض کرتا اور پھر اپنے دل میں کہتا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے ہونٹ مبارک کو حرکت دی ہے یا نہیں۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نماز ادا کرتا اور آنکھیں چرا چرا کر دیکھتا۔ جب میری توجہ نماز کی طرف ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اعراض فرما لیتے۔ حتی کہ جب اسی کیفیت پر یعنی مسلمانوں سے تعلقات منقطع ہونے پر زیادہ اور طویل وقت گزر گیا۔ تو میں چل پڑا، یہاں تک کہ میں حضرت ابوقتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیوار پر جا بیٹھا۔ وہ میرے چچا کے بیٹے تھے اور لوگوں سے بڑھ کر میرے نزدیک محبوب اور میرے دوست تھے۔ پس میں نے انہیں سلام پیش کیا۔ قسم بخدا! انہوں نے بھی مجھ پر سلام کا جواب نہیں لوٹایا۔ تو میں نے ان سے کہا: اے ابوقتادہ! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں! کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں؟ آپ فرماتے ہیں کہ وہ خاموش رہا۔ میں نے دوبارہ کہا: اور انہیں قسم دی۔ لیکن وہ بالکل خاموش رہے۔ جب میں نے تیسری بار بات کی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دی تب اس نے صرف یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پس میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور میں واپس لوٹ آیا اور دیوار پر چڑھ گیا۔ اس اثنا میں کہ میں مدینہ طیبہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اچانک شام کے نبطیوں میں سے ایک نبطی کھانا لے کر آیا جو کہ مدینہ طیبہ میں بیچ رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کون ہے جو کعب بن مالک کے بارے میں میری راہنمائی کرے گا؟ لوگ اس کے لیے میری طرف اشارے کرنے لگے یہاں تک کہ وہ میرے پاس آیا اور اس نے غسانہ کے بادشاہ کی جانب سے مجھے ایک خط دیا۔ میں خود کاتب تھا۔ اس میں یہ تھا: امابعد! ہم تک یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ کے صاحب (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے آپ کے ساتھ زیادتی اور جفا کی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ذلیل وخوار اور تنگ گھر میں پیدا نہیں کیا۔ پس تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری غم خواری اور عزت وتکریم کریں گے۔ جب میں نے اسے پڑھا تو کہا۔ یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ پس میں وہ لے کر تنور پر گیا اور اسے اس میں ڈال کر جلا دیا۔ یہاں تک کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے میرے پاس پیغام آیا اور فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے حکم دیتے ہیں کہ تو اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لے۔ تو میں نے استفسار کیا۔ کیا میں اسے طلاق دے دوں یا میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کیجئے اور اس کے قریب نہ جایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے دونوں ساتھیوں کی جانب بھی اسی طرح کا پیغام ارسال فرمایا۔ پس میں نے اپنی بیوی سے کہا: تو اپنے میکے چلی جا اور انہیں کے پاس رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں کوئی فیصلہ فرما دے۔ ہلال بن امیہ کی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہلال انتہائی بوڑھا آدمی ہے وہ کام کی طاقت نہیں رکھتا اور اس

کے پاس کوئی خادم بھی نہیں ہے کیا آپ ناپسند کرتے ہیں کہ میں اس کی خدمت کرتی رہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں لیکن وہ تیرے قریب نہ آئے۔ تو اس نے عرض کی: قسم بخدا! اس میں کسی بھی شے کی طرف کوئی حرکت نہیں ہے۔ قسم بخدا! وہ تو اس دن سے آج تک رو رہا ہے، اگر آپ کی جانب سے یہ حکم ہے تو پھر یہی ہے تو مجھے بھی بعض گھر والوں نے کہا: اگر تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیوی کے بارے میں اجازت لے لو۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہلال کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دے دی ہے۔ تو میں نے کہا: قسم بخدا! میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب نہیں کروں گا۔ جب میں اجازت طلب کروں گا تو جو آپ فرمائیں گے وہ میں نہیں جانتا جب کہ میں ایک نوجوان آدمی ہوں۔

فرمایا: ہم دس راتوں تک ٹھہرے رہے اور جب سے ہمارے ساتھ کلام کرنے سے روکا گیا تھا اس وقت سے ہماری پچاس راتیں مکمل ہو گئیں، فرمایا: پھر میں نے پچاسویں رات کی صبح کو فجر کی نماز اپنے مکانوں میں سے ایک مکان کے اوپر پڑھی۔ پس میں اپنی اسی حالت پر بیٹھا ہوا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں فرمایا اس حال میں کہ میری جان مجھ پر تنگ تھی اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی تھی۔ تو میں نے ایک چیخنے والے کی آواز سنی یا جبل سلع میں، میں نے ایک چیخ سنی کہ وہ انتہائی بلند آواز کے ساتھ کہہ رہا تھا: اے کعب بن مالک! تجھے بشارت ہو۔ پس میں سجدے میں گر گیا اور میں نے پہچان لیا کہ وسعت اور کشادگی آ گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب صبح کی نماز ادا فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہماری توبہ قبول کیے جانے کا اعلان فرمایا۔ پس لوگ آئے ہمیں مبارک باد دینے لگے اور میرے دونوں ساتھیوں کو مبارک باد دینے اور خوش خبری سنانے کے لیے بھی لوگ ان کی طرف گئے اور ایک آدمی گھوڑے پر تیزی سے میری طرف آیا اور بنی اسلم کا ایک آدمی تیز دوڑتے ہوئے آیا اور پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اس کی آواز گھوڑسوار سے تیز اور زیادہ تھی۔ پس جب وہ میرے پاس آیا جس کی آواز میں نے سنی تھی۔ وہ مجھے بشارت اور خوش خبری سنانے لگا۔ میں نے اس کے لیے اپنے کپڑے اتارے اور اس کی بشارت کے سبب میں نے وہ دونوں کپڑے اسے پہنا دیئے اور کہا: قسم بخدا! آج کے دن میں ان کے سوا کسی شے کا مالک نہیں اور میں نے دو کپڑے ادھار لیے اور وہ خود پہن لیے اور میں رسول اللہ ﷺ کی جانب چل پڑا۔ گروہ در گروہ لوگ مجھے ملنے لگے اور وہ توبہ کی قبولیت پر مجھے مبارک باد دینے لگے۔ وہ کہتے: تجھے مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر رحمت کی نظر فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہو گیا۔ تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے ارد گرد لوگ حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور دوڑتے ہوئے میری طرف آئے یہاں تک کہ انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔ قسم بخدا! اس کے سوا مہاجرین میں سے کوئی آدمی اٹھ کر میری جانب نہیں آیا۔ فرمایا کہ کعب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس حسن سلوک کو کبھی بھی نہیں بھلا سکتا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام پیش کیا تو آپ ﷺ کا چہرۂ انور سرور انبساط سے چمکنے لگا اور فرمایا: تجھے مبارک ہو جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہے تجھ پر ہر دن خیر و عافیت سے گزرا، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ بشارت آپ کی جانب سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور رسول اللہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ﷺ کا چہرہ اقدس جب روشن ہوتا تو ایسے لگتا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

پس جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا، تو عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے لیے اپنا مال صدقہ کر کے اس سے علیحدگی اختیار کرلوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ مال روک لو وہ تمہارے لیے باعث نفع ہوگا۔ میں نے عرض کی۔: میں اپنا وہ حصہ روک لوں گا جو خیبر میں ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ نے سچ کے سبب مجھے نجات عطا فرمائی ہے اور میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب تک میں باقی ہوں سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گا۔ فرمایا: قسم بخدا! میں مسلمانوں میں سے کسی کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے گفتگو میں سچ بولنے کے سبب اس سے زیادہ آزمایا ہو جتنا اللہ تعالیٰ نے مجھے آزمایا اور ایسا اس وقت سے ہوا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا ہے۔ قسم بخدا! جب بھی میں نے کچھ کہا کبھی بھی آج کے دن تک جھوٹ بولنے کا قصد و ارادہ نہیں کیا۔ اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بقیہ زندگی میں بھی محفوظ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ (التوبۃ: 117) اس قول تک وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ (التوبہ)۔ قسم بخدا! اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی جانب ہدایت فرمانے کے بعد کبھی بھی مجھ پر ایسا انعام نہیں فرمایا جو میری ذات میں رسول اللہ ﷺ سے سچ بولنے سے بڑھ کر اور اعظم ہو کہ میں نے اس دن آپ ﷺ سے جھوٹ نہیں بولا۔ ورنہ میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جب کہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جنہوں نے آپ سے جھوٹ بولا۔ کیونکہ جنہوں نے جھوٹ بولا، جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تو ان کے بارے انتہائی ناپسندیدگی اور شر کا ذکر کیا اور فرمایا سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ (التوبۃ: 95) الیٰ قولہ۔ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾ (التوبہ) فرمایا: ہم تینوں افراد کا فیصلہ ملتوی کردیا گیا جو ان لوگوں کے حکم سے جن کے اعذار کو رسول اللہ ﷺ نے قبول فرما لیا تھا جس وقت فیصلہ ملتوی کیا گیا اور آپ ﷺ نے ان سے بیعت لے لی اور ان کے لیے دعائے مغفرت بھی فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمارا فیصلہ مؤخر کردیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں فیصلہ فرما دیا۔ اسی کے بارے فرمایا: وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ آپ ﷺ کا ہمارے فیصلے کو ملتوی کرنا اور ہمارے معاملے کو مؤخر کرنا اس لیے نہیں تھا کہ ہم غزوے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ بلکہ یہی آپ کے لیے قسم اور آپ کی بارگاہ میں معذرت تھی۔ سو اسے قبول کرلیا گیا (1)۔

امام ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ جب میری توبہ کی قبولیت کا حکم نازل ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک اور آپ کے گھٹنوں کو بوسہ دیا اور مبارک دینے والے کو دو کپڑے پہنائے۔ ''لَمَّا نَزَلَتْ تَوْبَتِیْ اَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقَبَّلْتُ یَدَهٗ وَرُكْبَتَیْهِ، وَكَسَوْتُ الْمُبَشِّرَ ثَوْبَیْنِ''

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا کے بارے میں فرمایا:

1۔ صحیح بخاری، باب غزوۂ تبوک، جلد 2، صفحہ 634، قدیمی کتب خانہ کراچی

یہ وہی لوگ ہیں جن کا فیصلہ مؤخر ہونے کا ذکر برأت کے درمیان میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (التوبہ:106) اور وہ ہلال بن امیہ، مرارہ بن ربیعہ اور کعب بن مالک ہیں (1)۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ خُلِّفُوْا کو شد کے ساتھ پڑھتے اور کہتے کہ یہ تینوں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے (2)۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے تو کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع پیچھے رہ گئے۔ فرمایا: ان میں سے ایک کا باغ تھا جب وہ خوب بڑھا اور اس میں سرخی، زردی ہر طرف پھیل گئی۔ تو اس نے کہا: میں حضور نبی مکرم ﷺ کی معیت میں جہاد کروں گا، جہاد کروں گا اور جہاد کروں گا۔ سو اگر میں اس سال اس باغ میں رہا تو اس کے سبب میں آزمائش میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ غزوہ پر تشریف لے گئے۔ تو وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ سے پیچھے کسی نے نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے میں مومنین مجھ سے سبقت نہیں لے گئے مگر صرف تیرے ساتھ میرے بخل کرنے کے سبب، اے باغ! اے اللہ! بلاشبہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے تیرے راستے میں یہ باغ صدقہ کر دیا۔ رہا دوسرا آدمی! تو اس کے خاندان کے کئی افراد اس سے بکھرے ہوئے تھے وہ اس کے پاس جمع ہوئے۔ تو اس نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد پر جاؤں گا اور غزوہ میں شامل ہوں گا۔ پس اگر میں اس سال اپنے اہل میں مقیم رہا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب چلے گئے۔ تو اس نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پیچھے نہیں رکھا اور نہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے اس کی طرف سبقت لے گئے مگر صرف تمہارے حرص و بخل کے سبب اے میرے گھر والو! اے اللہ! بے شک میرا تیرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف نہیں لوٹ کر آؤں گا یہاں تک کہ میں اس فیصلے کو جان لوں جو میرے بارے میں کیا جائے گا۔ تیسرے نے کہا: اے اللہ! تیرا مجھ پر یہ حق تھا کہ میں قوم کی جانب پیچھے سے جاتا یہاں تک کہ میں انہیں پالیتا یا ان سے کٹ جاتا۔ پس تنگ دستی اور پریشانیاں اس پر پے درپے آنے لگیں یہاں تک کہ وہ قوم کے ساتھ مل گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ۔ الی قولہ۔ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ! قسم بخدا! انہوں نے مال حرام نہیں کھایا، نہ انہوں نے حرام خون بہایا اور نہ انہوں نے زمین میں فساد برپا کیا، مگر یہ کہ انہوں نے ایک عمل خیر یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے سے پیچھے رہے اور انہوں نے سستی کی۔ حالانکہ قسم بخدا! انہوں نے جہاد کیا، انہوں نے جہاد کیا اور انہوں نے جہاد کیا، لیکن انہیں وہ کچھ پہنچا جو تم نے سنا۔ پس اس طرح گناہ بندۂ مومن کو مشقت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک نے کہا: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا یعنی ان کی توبہ کو

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 69، دار احیاء التراث العربی بیروت 2۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

ملتوی کر دیا گیا۔ ان پر نظر رحمت نہ ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابولبابہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول فرمالی۔

امام عبد الرزاق، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: ان تینوں کو توبہ سے مؤخر کر دیا گیا (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عکرمہ بن خالد مخزومی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ یہ پڑھتے تھے: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِفُوْا تو وہ نصب کے ساتھ تھے یعنی ان تینوں پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے بعد پیچھے رہ گئے۔

امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی اپنی توبہ کی طرف پکارا جس نے یہ کہا: اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات) اور یہ کہا: مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (القصص:38) پس ان کے بعد بندوں میں سے جو توبہ سے مایوس اور ناامید ہوا تو گویا اس نے کتاب اللہ کا انکار کیا ہے لیکن بندہ توبہ کرنے پر قادر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر نظر رحمت فرمائے۔ اسی کے مطابق یہ ارشاد ہے: ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔ پس توبہ کی ابتدا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوئی۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

"اے ایمان والو! ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ"۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نافع نے مذکورہ آیت کے بارے فرمایا: یہ آیت ان تینوں کے بارے نازل ہوئی جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا۔ ان سے کہا گیا ہے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ (2)۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: تم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہو جاؤ (3)۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اعظم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہو جائیں (4)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور حضرت علی ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 68، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 75 3۔ ایضاً 4۔ ایضاً

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ ابو جعفر نے بھی کہا کہ تم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ تم کعب بن مالک، مرارہ بن ربیعہ اور ہلال بن امیہ کے ساتھ ہو جاؤ۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن عدی، ابو الشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، نہ سنجیدگی میں نہ ٹھٹھا مزاح کی حالت میں اور نہ تم میں سے کوئی اپنے بچے سے ایسی شے کا وعدہ کرے کہ پھر اسے پورا نہ کر سکے۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا یہ عبد اللہ کی قرأت میں اسی طرح ہے۔ فرمایا: کیا تم کسی کے لیے جھوٹ کی رخصت پاتے ہو؟(1)

ابن الانباری نے مصاحف میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اسی طرح پڑھتے تھے وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

امام ابو داؤد طیالسی، بخاری نے الادب میں، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے سنا ہے تم صدق کو لازم پکڑو۔ کیونکہ وہ نیکی کی راہنمائی کرتا ہے اور یہ دونوں جنت میں ہیں اور جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ وہ فسق و فجور کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور یہ دونوں جہنم میں ہیں۔ ایک آدمی مسلسل سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ابن عدی، بیہقی اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ تمام نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ سچ بولو۔ کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور بے شک آدمی سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور فجور (گناہ) جہنم کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور بے شک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے(3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! جھوٹ سے اجتناب کرو۔ کیونکہ جھوٹ گناہوں کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور گناہ جہنم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ بے شک کہا جاتا ہے صدق اور نیکی (ایک ساتھ ہیں) اور جھوٹ اور گناہ (ایک ساتھ ہیں)(4)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعب الایمان میں حضرت ابو مالک جشمی رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تیرا کیا خیال ہے کہ اگر تیرے دو غلام ہوں، ان میں سے ایک تیرے ساتھ خیانت کرتا ہو اور تیرے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 75، بیروت
2۔ شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، جلد 4، صفحہ 199 (4783) بیروت
3۔ ایضاً (4784)
4۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 102، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

ساتھ جھوٹی گفتگو کرتا ہو اور دوسرا خیانت نہ کرتا ہو اور گفتگو سچی کرتا ہو۔ تو تیرے نزدیک ان میں سے کون پسندیدہ ہوگا؟ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: وہی جو میرے ساتھ خیانت نہیں کرے گا اور میرے ساتھ سچی گفتگو کرے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم بھی اپنے رب تعالیٰ کے نزدیک اسی طرح ہو(1)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جھوٹ کسی حالت میں مناسب نہیں، نہ سنجیدگی سے اور نہ ہی تمسخر و استہزاء کی حالت میں۔ اور آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے بیٹے سے کوئی ایسا وعدہ نہ کرے کہ پھر وہ اسے پورا نہ کر سکے۔ بے شک صدیق نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔ بے شک سچ بولنے والے کو صدق اور بر کہا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے والے کو کذب اور فجر کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے(2)۔

امام ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا: اور فرمایا: کون سی شے تمہیں اس پر برانگیختہ کرتی ہے کہ تم جھوٹ میں ایک دوسرے کی اس طرح پیروی کرو جیسے پروانے آگ میں ایک دوسرے کی پیروی کرتے ہیں۔ ابن آدم (انسان) کے خلاف ہر جھوٹ لکھا جاتا ہے مگر وہ آدمی جس نے جنگی دھوکہ دہی کے لیے جھوٹ بولا یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے، یا وہ آدمی جو اپنی بیوی سے اسے راضی اور خوش رکھنے کے لیے گفتگو کرتا ہے(3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت نواس بن سمعان کلابی رحمہ اللہ نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لیے نہیں ہے کہ میں تمہیں اس حال میں دیکھوں کہ تم جھوٹ میں اس طرح گر رہے ہو جیسے پروانے آگ میں گرتے ہیں۔ ہر جھوٹ ابن آدم کے خلاف لکھا جاتا ہے سوائے اس کہ کسی نے جنگی دھوکہ دہی کے لیے جھوٹ بولا، یا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے یا پھر وہ آدمی جو اپنی بیوی سے گفتگو کرتا ہے تاکہ وہ اسے راضی اور خوش رکھے(4)۔

بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ ابن شہاب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس نے اپنے نفس سے کسی کو دور کیا وہ کذاب نہیں ہے(5)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ ایمان کے پہلو میں چلتا ہے، علامہ بیہقی نے کہا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے(6)۔

امام ابن ابی شیبہ اور ابن عدی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 172 (4703) دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ ایضاً جلد 4، صفحہ 200 (4787)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔ ایضاً (4796)
4۔ ایضاً (4798)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 204 (4799)
6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 206 (4805)

WWW.NAFSEISLAM.COM

فرمایا: جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ جھوٹ ایمان کے پہلو میں چلتا ہے۔ علامہ بیہقی نے فرمایا: یہ روایت صحیح ہے اور موقوف ہے(1)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: مومن کی فطرت خیانت اور جھوٹ کے سوا ہر شے پر ہو سکتی ہے(2)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا: مومن کی فطرت خیانت اور جھوٹ کے سوا ہر پیدا کی ہوئی شے پر ہو سکتی ہے(3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک مومن کی فطرت مختلف خصائل پر ہو سکتی ہے مثلاً سخاوت، بخل اور حسن خلق۔ لیکن مومن کی فطرت جھوٹ پر نہیں ہو سکتی اور نہ وہ کذاب ہوتا ہے(4)۔

امام ابن ابی شیبہ اور امام احمد رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خیانت اور جھوٹ کے سوا بندۂ مومن کی فطرت تمام خصائل پر ہو سکتی ہے(5)۔

امام علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی نے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کو جھوٹ اور خیانت کے سوا ہر قسم کے خلق پر پیدا کیا جاتا ہے(6)۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حلیہ میں حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ انسان کو مختلف خصائل پر پیدا کیا جاتا ہے پس وہ انہی پر ہوتا ہے جن پر اسے پیدا کیا گیا۔ لیکن اسے خیانت اور جھوٹ پر پیدا ہی نہیں کیا جاتا(7)۔

امام مالک اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت صفوان بن سلیم رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ پوچھا گیا: یارسول اللہ! ﷺ کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی گئی: کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی گئی: کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں(8)۔

امام بیہقی اور ابویعلی رحمہما اللہ نے حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جھوٹ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے اور چغل خوری عذاب قبر کو لازم کر دیتی ہے ابویعلی نے کہا یہ روایت ضعیف ہے(9)۔

امام حاکم اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جھوٹ سے بڑھ کر کوئی عادت رسول اللہ ﷺ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ نہ تھی۔ تحقیق آپ کے پاس ایک آدمی جھوٹوں کو جھٹلاتا رہتا ہے اور مسلسل اپنے نفس میں یہ عمل جاری رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ جان لیتا ہے کہ اس نے

1۔ شعب الایمان باب فی حفظ اللسان، جلد 4، صفحہ 207 (4807) بیروت
2۔ ایضاً (4808)
3۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 5، صفحہ 520، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 104
5۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 552، دار صادر بیروت
6۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 324 (5267)
7۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، صفحہ 194، مکتبۃ السعادۃ مصر
8۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 207 (4812)
9۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 208 (4813)

WWW.NAFSEISLAM.COM

ان سے توبہ کر لی ہے (1)۔

امام احمد، ہناد بن سری نے الزہد میں، ابن عدی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت نواس بن سمعان رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو اور تو اس کے ساتھ جھوٹ بول رہا ہو (2)۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس نے فرمایا: میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ سہیلی ہوں جس نے آپ کو تیار کیا اور پھر عورتوں میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس داخل کیا، تو ہم نے آپ ﷺ کے پاس دودھ کے پیالے کے سوا کھانے کے لیے اور کچھ نہ پایا۔ تو آپ ﷺ نے اسے اٹھایا اور اس میں سے کچھ نوش فرمایا پھر آپ ﷺ نے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرما دیا۔ انہوں نے حیا محسوس کی۔ تو میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کو واپس نہ لوٹائیے۔ چنانچہ انہوں نے وہ لے لیا اور دودھ پی لیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی سہیلیوں کو بھی دو۔ تو میں نے عرض کی: ہمیں اس کی طلب نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جھوٹ اور بھوک دونوں کو جمع نہ کرو۔ تو میں نے عرض کی: اگر ہم میں سے کوئی ایک کسی شے کے لیے یہ کہے کہ وہ اس کی خواہش رکھتی ہے۔ میں نہیں چاہتی۔ کیا وہ دوبارہ جھوٹ شمار کیا جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ جھوٹ کو جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ چھوٹا سا جھوٹ بھی لکھ دیا جاتا ہے (3)۔

ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے، اس وقت میں چھوٹا بچہ تھا۔ تو میں کھیلتے ہوئے چلا گیا۔ تو میری ماں نے مجھے کہا: اے عبداللہ! قریب آؤ میں تجھے کچھ دوں گی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تو نے اسے کچھ دینے کا ارادہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اسے کھجور دوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں بلاشبہ اگر تو ایسا نہ کرتی تو بالیقین تجھ پر جھوٹ لکھ دیا جاتا (4)۔

امام طیالسی، احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، دارمی، ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی، بیہقی اور ضیاء رحمہم اللہ نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: اس چیز کو چھوڑ دے جو تجھے شک میں ڈال دے، اس کی طرف جو تجھے شک میں نہ ڈالے (یعنی جو چیز شک میں مبتلا کرے اسے چھوڑ دو اور اسے اختیار کرو جس کے بارے کوئی شبہ نہ ہو) کیونکہ صدق طمانیت ہے اور جھوٹ شک ہے (5)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خطا جھوٹ بولنے والی زبان ہے (6)۔

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 208 (4815)، دار الکتب العلمیہ بیروت 2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 209 (4820)
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 210 (4821) 4۔ ایضاً (4822) 5۔ جلد 5، صفحہ 52 (57472)
6۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 112، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدق امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے (1)۔

امام ابن ماجہ، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، خرائطی نے مکارم الاخلاق میں اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا کہ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ لوگوں میں سے بہتر اور اچھا کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مخموم دل رکھنے والا، سچ بولنے والی زبان رکھنے والا، ہم نے عرض کی: ہم نے سچ بولنے والی زبان کو تو پہچان لیا ہے۔ یہ القلب المخموم کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا صاف شفاف اور پاکیزہ دل جس میں نہ گناہ ہو، نہ بغاوت ہو، نہ کینہ اور نہ ہی حسد ہو۔ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ﷺ کون ہے جس میں اس کی علامات ہوں؟ فرمایا: وہ جو دنیا سے نفرت کرتا ہے اور آخرت کو پسند کرتا ہے۔ ہم نے عرض کی: یہ تو ہم رسول اللہ ﷺ کے غلام رافع کے بغیر کسی میں نہیں پاتے۔ اس کی علامات پر اور کون ہے؟ فرمایا: ایسا مومن جس میں حسن خلق ہو۔ ہم نے عرض کی: ہاں یہ ہم میں موجود ہے (2)۔

امام بیہقی نے شعب میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو مومن کو کذاب نہیں پائے گا (3)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کسی کی نماز اور اس کے روزے کی طرف نہ دیکھو بلکہ اس کی طرف دیکھو کہ جب وہ بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے، جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اسے ادا کرتا ہے اور جب وہ شفاء طلب کرتا ہے تو گناہ سے بچتا ہے (4)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ آدمی کو رات کے قیام اور دن کے روزے سے ایسے جھوٹ کے سبب محروم کر دیا جاتا ہے جو جھوٹ وہ بولتا ہے (5)۔

امام ابن عدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کلام اس سے کہیں وسیع ہے کہ کوئی ظریف الطبع جھوٹ بولے (6)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت مطر الوراق رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ دو خصلتیں ہیں جب وہ دونوں کسی بندے میں ہوں تو اس کے تمام اعمال ان دونوں کے تابع ہوتے ہیں: نماز کا حسن اور گفتگو کی سچائی (7)۔

امام بیہقی نے فضیل کا یہ قول بیان کیا ہے کہ لوگ سچائی اور طلب حلال سے بڑھ کر کسی کے ساتھ مزین نہیں ہوئے (8)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ دنیا کی نیکیاں جھوٹ اور حیا کا کم ہونا ہے۔ جس نے ان دونوں کے بغیر دنیا کو تلاش کیا، تو اس نے راستہ اور مطلب پانے میں خطا کی اور آخرت کی نیکیاں حیا اور صدق ہیں۔ اور جس نے ان دونوں کے بغیر آخرت کو تلاش کیا تو اس نے راستہ اور مطلب پانے میں خطا کی (9)۔

1۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 265، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 204 (4800)
3۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 230 (4887)
4۔ ایضاً (4888)
5۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 231 (4890)
6۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 232 (4898)
7۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 232 (4899)
8۔ ایضاً (4900)
9۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 233 (4901)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ سچ کے ذریعے تین خصلتیں عطا کی جاتی ہیں۔ حلاوت، ملاحت (ظرافت طبع اور خوبصورتی) اور مہابت (رعب) (1)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو روح حاتم بن یوسف رحمہ اللہ سے یہ بیان کیا ہے کہ میں حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آیا اور آپ کو سلام عرض کیا اور یہ کہا: اے ابو علی! میرے پاس پانچ حدیثیں ہیں۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کو پڑھ کر سناؤں۔ تو آپ نے مجھے فرمایا: پڑھو۔ پس میں نے پڑھیں تو وہ چھ تھیں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اے میرے بیٹے اٹھو سچ سیکھو اور پھر حدیث لکھو (2)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ توریہ کلام میں جھوٹ کی کثرت ہوتی ہے (3)۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ توریہ کلام میں عقل مند آدمی بھی جھوٹ کی پرواہ نہیں کرتا (4)۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

”نہیں مناسب تھا مدینہ والوں کے لیے اور جو ان کے اردگرد دیہاتی لوگ ہیں کہ پیچھے بیٹھ رہتے اللہ کے رسول پاک سے اور نہ یہ کہ متوجہ ہوتے اپنے نفسوں کی طرف ان سے بے فکر ہو کر۔ یہ اس لیے کہ نہیں پہنچتی انہیں کوئی پیاس اور نہ کوئی تکلیف اور نہ بھوک راہ خدا میں اور نہ وہ چلتے ہیں کسی چلنے کی جگہ جس سے کافروں کو غصہ آئے اور نہیں حاصل کرتے وہ دشمن سے کچھ مگر یہ کہ لکھا جاتا ہے ان کے لیے ان (تمام تکلیفوں) کے عوض نیک عمل۔ بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکوں کا اجر اور وہ (مجاہدین) نہیں خرچ کرتے تھوڑا اور نہ زیادہ اور نہ طے کرتے

1۔ شعب الایمان، جلد 4، صفحہ 233 (4904)
2۔ ایضاً، جلد 4، صفحہ 234 (4911)
3۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، جلد 1، صفحہ 108، دار الکتب العلمیہ بیروت
4۔ ایضاً

ہیں کسی وادی کو مگر یہ لکھ لیا جاتا ہے ان کے لیے تاکہ صلہ دے انہیں اللہ تعالیٰ بہترین، ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن مالک رحمہ اللہ کی سند سے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب مذکورہ آیت مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے! اگر لوگوں میں ضعفاء اور کمزور نہ ہوتے تو کوئی سریہ نہ ہوتا مگر میں اس میں شامل ہوتا۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ ابن زید نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا یہ اس وقت تھا جب کہ اسلام تعداد کے اعتبار سے قلیل تھا۔ اور جب مسلمانوں کی تعداد کثیر ہوگئی اور اسلام خوب پھیل گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً (التوبہ: 122) "اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے" (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت سدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ آیت طیبہ میں ظَمَاٌ سے مراد پیاس اور وَّلَا نَصَبٌ کا معنی تھکاوٹ اور مشقت ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت رجاء بن حیوہ اور مکحول رحمہما اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے راستے میں (دوران جہاد) اڑنے والے غبار سے اپنے منہ اور ناک کو کپڑے سے لپیٹنا ناپسند کرتے تھے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، ابراہیم بن محمد الفزاری اور عیسیٰ بن یونس سبیعی رحمہم اللہ تمام سے قول باری تعالیٰ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ کے بارے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ آیت قیامت قائم ہونے تک مسلمانوں کے لیے ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ کے ضمن میں حضرت سدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اسے اس کی بعد والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے اور وہ یہ ہے وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً۔ الآیہ۔

امام حاکم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو پیچھے اپنے اہل کے پاس چھوڑ گئے۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: قسم بخدا! میں آپ سے پیچھے نہیں رہوں گا۔ تو آپ نے مجھے پیچھے چھوڑا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ کون سی شے کی بنا پر آپ مجھے پیچھے چھوڑ رہے ہیں، قریش کیا کہیں گے؟ کیا وہ یہ نہیں کہیں گے کتنی جلدی کی ہے ان کے چچا کے بیٹے نے مدد چھوڑ دی ہے اور ان سے پیچھے بیٹھ گیا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ میں اللہ تعالیٰ سے فضل چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ...... الآیہ۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو یہ کہہ رہا ہے کہ قریش کہیں گے کتنی جلدی کی ہے کہ چچا کے بیٹے نے مدد چھوڑ دی ہے اور پیچھے بیٹھ گیا ہے؟ تو انہوں نے تو یہ بھی کہا کہ میں ساحر اور کاہن ہوں اور میں کذاب ہوں، پس تیرے لیے میرا اسوہ موجود ہے، کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو میرے پیچھے اس طرح ہو جس

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 77، دار احیاء التراث العربی بیروت

طرح حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نائب تھے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور رہا تیرا یہ قول کہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل چاہتا ہے تو ہمارے پاس یمن سے مرچیں آئی ہے تو انہیں بیچ دے اور اپنے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر خرچ کر، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب تم دونوں کو رزق (منافع) عطا فرمائے گا (1)۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾

''اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے، تو کیوں نہ نکلے ہر قبیلہ سے چند آدمی تا کہ تفقہ حاصل کریں دین میں اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں''۔

امام ابوداؤد نے ناسخ میں، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیات خِفَافًا وَّثِقَالًا (التوبہ: 41) اور اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (التوبہ: 39) اس ارشاد سے منسوخ ہیں وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً وہ فرماتے ہیں کہ چاہیے ایک گروہ نکلے اور ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہری رہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرنے والے ایسے افراد ہوں جو دین میں تفقہ رکھتے ہیں اور اپنے بھائیوں کو ڈرا اور تنبیہ کر سکتے ہیں، جب کہ وہ غزوے سے واپس لوٹ کر ان کی طرف آملیں۔ تا کہ وہ اس کی نافرمانی سے بچیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد اپنی کتاب اور اپنی حدود کے بارے نازل فرمایا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے المدخل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ آیت کے بارے میں فرمایا: یعنی وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے سارے مومن نکل کھڑے ہوں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ جائیں۔ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ تو کیوں نہ نکلے ہر قبیلہ سے ایک گروہ یعنی دستے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہیں چلیں گے اور جب وہ سرایا لوٹ کر آئیں اس حال میں کہ قرآن نازل ہو چکا ہو اور اسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والوں نے سیکھ لیا ہو۔ تو وہ کہیں: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعد تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قرآن کریم نازل فرمایا ہے اور ہم نے اسے سیکھ لیا ہے۔ پس وہ سرایا ٹھہر جائیں گے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرمایا ہے اس کی تعلیم حاصل کریں گے اور آپ دوسرے دستوں کو بھیج دیں گے اور اسی لیے یہ ارشاد ہے لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل فرمایا ہے وہ اسے سیکھیں گے اور ان سرایا کے واپس لوٹنے پر انہیں سکھائیں گے۔ لَعَلَّهُمْ

1۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 366 (3294) دارالکتب العلمیہ بیروت

56B

يَحۡذَرُوۡنَ'' تا کہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں''(1)۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا: یہ آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضر کے خلاف قحط سالی کی دعا کی اور ان کے شہر بارش نہ ہونے کی وجہ سے خشک اور قحط زدہ ہوگئے تو ان میں سے ایک قبیلہ سارے کا سارے آیا، یہاں تک کہ وہ قوت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں اتر پڑے اور اسلام کے ساتھ فخر اور تکبر کرنے لگے حالانکہ وہ سب جھوٹے تھے۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو تنگ کیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دیتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی کہ یہ مومنین نہیں ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے خاندانوں کی طرف لوٹا دیا اور ان کی قوم کو ان جیسے افعال کرنے سے ڈرایا۔ اسی لیے یہ ارشاد ہے: وَلِيُنۡذِرُوۡا قَوۡمَهُمۡ اِذَا رَجَعُوۡۤا اِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُوۡنَ۔ (2)

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ مومنین انہیں جہاد پر برانگیختہ کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا تو وہ اس میں نکل گئے۔ اور حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیبہ میں کمزور لوگوں میں چھوڑ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں حکم دیا گیا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سریہ بھیجیں تو چاہیے کہ ایک گروہ نکلے اور ایک گروہ مقیم رہے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ قرآن میں سے جو حکم نازل فرمائے اور سنن میں سے جو سنت ظاہر ہو، وہاں ٹھہرنے والے افراد پر اس کو محفوظ کرنا اور اسے یاد رکھنا ضروری ہے تا کہ جب ان کے بھائی لوٹ کر آئیں تو وہ انہیں اس کے بارے آگاہ کریں اور انہیں اس کی تعلیم دیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود تشریف لے جائیں تو پھر اجازت یا عذر کے بغیر کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ نے کہا: جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا (التوبۃ:39) مَا كَانَ لِاَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ۔ الآیہ (التوبہ:120) تو منافقین نے کہا کہ وہ دیہاتی ہلاک ہوگئے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور آپ کے ساتھ غزوہ میں شریک نہیں ہوئے حالانکہ کچھ لوگ دیہات کی طرف اور اپنی قوم کی طرف انہیں احکام سکھانے کے لیے نکلے ہوئے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَا كَانَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ لِيَنۡفِرُوۡا كَآفَّةً۔ الآیہ اور یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيۡنَ يُحَآجُّوۡنَ فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِيۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ۔ الآیہ (الشوریٰ:16) ''اور جو لوگ حجت بازی کرتے ہیں اللہ (کے دین) کے بارے میں اس کے بعد کہ (اکثر حق شناس) اس کو مان چکے ہیں، سو ان کی حجت بازی لغو ہے''(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بارے فرمایا کہ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کچھ لوگ دیہات میں نکلے اور انہوں نے لوگوں سے رزق اور خوش حالی و فراخی کی ایسی چیزیں حاصل کیں جن سے وہ نفع اٹھا سکتے تھے اور جن لوگوں کو انہوں نے پایا انہیں ہدایت کی

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 80، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 81 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 82

WWW.NAFSEISLAM.COM

طرف دعوت دی۔ تو کچھ لوگوں نے انہیں کہا: ہم تمہیں صرف اس طرح دیکھ رہے ہیں کہ تم نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا اور ہمارے پاس آگئے۔ تو یہ سن کر انہوں نے بھی اپنے دلوں میں کچھ حرج اور تنگی محسوس کی۔ چنانچہ وہ تمام کے تمام دیہات سے واپس آگئے اور حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا: فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ بعض نکلے اور بعض بیٹھے اور وہ خیر اور نیکی کی خواہش کرتے ہیں لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ اور تاکہ وہ لوگوں کو وہ (احکام) سنا سکیں جو ان کے بعد نازل ہوئے۔ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ فرمایا جب سارے کے سارے لوگ ان کی طرف واپس لوٹ آئیں (تو وہ اپنی قوم کو ڈرائیں) لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ "تا کہ وہ (نافرمانیوں سے) بچیں" (1)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

"اے ایمان والو! جنگ کرو ان کافروں سے جو آس پاس ہیں تمہارے اور چاہیے کہ وہ پائیں تم میں سختی اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے"۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ کی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جنگ کرو ان کافروں سے جو تمہارے آس پاس ہیں یعنی جو زیادہ قریب ہیں پھر جو ان کے بعد قریب ہیں۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ کفار عرب جو آپ کے آس پاس تھے آپ نے ان سے جنگ کی یہاں تک کہ آپ ان سے فارغ ہو گئے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے جعفر بن محمد سے بیان کیا ہے ان سے دیلم کی جنگ کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: ان سے جنگ کرو کیونکہ وہ انہیں میں سے ہیں جن کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ۔

امام ابن جریر اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جب ان سے روم اور دیلم کی جنگ کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً فرمایا غِلْظَةً کا معنی شدت اور سختی ہے (2)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی ہے کہ ان سے دیلم کی جنگ کے بارے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ فرمایا روم مراد ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: غِلْظَةً کا معنی شدت اور سختی ہے۔

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 79، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 84

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٢٥﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾

''اور جب کبھی نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو بعض ان میں سے وہ ہیں جو (شرارتاً) کہتے ہیں کہ کس کا تم میں سے زیادہ کر دیا ہے اس سورت نے ایمان۔ تو وہ (سن لیں) ایمان والوں کے ایمان میں اس سورت نے اضافہ کر دیا ہے اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں اور جن کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے تو بڑھا دی اس سورت نے ان میں اور پلیدی ان کی (سابقہ) پلیدی پر اور وہ مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں ہر سال ایک بار یا دو بار پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت قبول کرتے ہیں''۔

امام عبد بن حمید اور ابن منذر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ کے بارے میں فرمایا کہ منافقین میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔۔

امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب سورت نازل کی گئی، وہ اس کے ساتھ ایمان لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایمان اور تصدیق میں اضافہ کر دیا اور اس کے سبب وہ خوشیاں منا رہے ہیں (1)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت سدی رحمہ اللہ نے فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ کے ضمن میں کہا کہ اس سورت نے ان کے سابقہ شک میں اور شک کا اضافہ کر دیا۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ يُفْتَنُوْنَ بمعنی يُبْتَلَوْنَ (کہ وہ آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہیں) ہے۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُفْتَنُوْنَ بمعنی يُبْتَلَوْنَ (وہ آزمائے جاتے ہیں) ہے اور فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ کی تفسیر میں فرمایا یعنی وہ ہر سال ایک بار یا دو بار قحط سالی اور بھوک و افلاس کے ساتھ آزمائے جاتے ہیں (2)۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ وہ دشمن کے سبب ہر سال ایک بار یا دو بار آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ کی تفسیر میں حضرت

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 86، دار احیاء التراث العربی بیروت
2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 87

WWW.NAFSEISLAM.COM

قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ لڑنے کے سبب آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں (1)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت بکار بن مالک رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا کہ وہ ہر سال ایک بار یا دو بار بیماری میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔

امام ابوالشیخ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب بندہ بیمار ہو پھر اسے صحت عطا کی جائے اور وہ خیر اور نیکی میں اضافہ نہ کرے تو ملائکہ علیہم السلام اس کے بارے کہتے ہیں یہ وہ ہے جسے ہم نے دوادی لیکن دوا نے اسے نفع نہیں دیا۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوسعید رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان کے لیے ہر سال میں ایک بار یا دو بار جھوٹ بولنا ہوتا ہے۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم ہر سال ایک بار یا دو بار جھوٹ سنتے ہیں اور اسی کے سبب بہت سے لوگوں کی جماعت گمراہ ہو جاتی ہے (2)۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا: کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں اس طرح ہے۔ اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ وَمَا یَتَذَكَّرُوْنَ۔

وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

''اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو دیکھنے لگتے ہیں ایک دوسرے کی طرف کیا دیکھ تو نہیں رہا تمہیں کوئی پھر چل دیتے ہیں۔ پھیر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کیونکہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے''۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ''کہ وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں''۔ اس سے منافقین مراد ہیں (3)۔

امام ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ (کیا کوئی تمہیں دیکھ تو نہیں رہا) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ وہ ہمیں اس کے سبب پکڑے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن زید رحمہ اللہ نے اس آیت کے ضمن میں کہا ہے کیا دیکھ تو نہیں رہا تمہیں ایسا انسان جس نے تمہاری خبر سن رکھی ہو، اگر کسی نے تمہیں دیکھا ہے تو وہ آپ کو خبر دے دیگا۔ جب کسی شے کے بارے کوئی (حکم) نازل ہوتا تو وہ ان کے کلام کے بارے خبر دے دیتا اور وہی لوگ منافقین ہیں۔

امام سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 87، بیروت 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 89

WWW.NAFSEISLAM.COM

عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم یہ نہ کہو کہ ہم نماز سے پھر کر آئیں ہیں۔ کیونکہ ایک قوم پھری تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پھیر دیئے۔ بلکہ تم یہ کہو: ہم نے نماز پوری کر لی ہے (یعنی ہم نے نماز ادا کر لی ہے) (1)

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نہیں کہا جائے گا ہم نماز سے پھر آئیں ہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ ہم نے نماز ادا کر لی ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾

"بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے"۔

امام عبد بن حمید، حارث بن ابی اسامہ نے مسند میں، ابن منذر، ابن مردویہ، ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کے ضمن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرب میں کوئی قبیلہ بھی نہیں مگر یہ کہ اس نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا ہے چاہے وہ مضر ہو، ربیعہ ہو اور یمانی ہو۔

امام عبد الرزاق نے مصنف میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی نے سنن میں اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اسی آیت کے ضمن میں یہ بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی ولادت میں سے کوئی شے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، میں زنا سے پیدا نہیں ہوا (2)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ کے ضمن میں فرمایا: تحقیق تم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا اے معشر عرب! (3)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم اَنْفُسِكُمْ کا معنی کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نسبا، صہراً اور حسباً تمہیں میں سے ہوں۔ مجھ میں اور میرے آباء میں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر کہیں بھی زنا نہیں۔ تمام کے تمام نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ یعنی قدر و مرتبہ کے اعتبار سے تم سے اعظم اور اعلیٰ ہیں (4)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 88، بیروت 2۔ ایضاً، جلد 11، صفحہ 89 3۔ طبقات کبری، جلد 10، صفحہ 21

4۔ مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 262 (2945) دار الکتب العلمیہ بیروت

یہ ارشاد فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا اور بدکاری سے (1)۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی شے نے مجھے جنم نہیں دیا۔ مجھے جنم نہیں دیا مگر نکاح نے، جو کہ نکاح اسلام کی مثل ہے (2)۔

امام ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا سے (3)۔

امام ابن سعد اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ نے مصنف میں حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں میں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اہل جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کوئی شے مجھ تک نہیں پہنچی۔ میں پاکیزہ طریقہ سے ہی پیدا ہوا (4)۔

ابن ابی عمر العدنی نے مسند میں، طبرانی نے الاوسط میں، ابونعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ میں زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر میرے ماں، باپ کے مجھے جنم دینے تک زمانہ جاہلیت کی کوئی شے مجھ تک نہیں پہنچی (5)۔

امام ابونعیم نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے والدین نے کبھی بھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلسل پاکیزہ اور طیب اصلاب سے پاکیزہ رحموں کی طرف منتقل کیا ہے اور مصفی ومہذب بنایا ہے۔ کوئی بھی دو گروہ تقسیم نہیں ہوئے مگر میں ان میں سے بہتر اور اچھے گروہ میں سے ہوا (6)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عربوں میں سے بہتر مضر ہیں، مضر میں سے بہتر بنوعبد مناف ہیں، بنی عبد مناف میں سے بہتر بنی ہاشم ہیں اور بنی ہاشم میں سے بہتر اور افضل بنی عبدالمطلب ہیں، قسم بخدا! جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے، کوئی دو گروہ تقسیم نہیں ہوئے مگر میں ان میں سے افضل اور بہترین میں ہوں۔

امام بیہقی نے دلائل میں اور ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ لوگ دو گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے افضل گروہ میں رکھا۔ مجھے اپنے والدین سے پیدا کیا گیا ہے۔ عہد جاہلیت کی کوئی شے مجھے نہیں پہنچی۔ آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں نہ کہ زنا سے۔ یہاں تک کہ میں اپنے ماں باپ

1۔ طبقات کبریٰ، باب ذکر امہات الرسول، جلد 1، صفحہ 61، دار صادر بیروت

2۔ معجم کبیر، جلد 10، صفحہ 329 (10812) مکتبۃ العلوم والحکم بغداد

3۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 61

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 6، صفحہ 303 (31641) مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

5۔ دلائل النبوۃ از ابونعیم، باب فضیلۃ النبی ﷺ، جلد 1، صفحہ 65، المکتبۃ العربیہ بیروت

6۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 66

WWW.NAFSEISLAM.COM

تک پہنچ گیا۔ پس میں ذات کے اعتبار سے بھی تم سے اشرف ہوں اور آباء کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں (1)۔

امام ابن سعد، بخاری اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اولاد آدم کے بہترین انسانوں میں سے قرن بعد قرن مبعوث کیا گیا ہے یہاں تک کہ میں اس زمانہ سے ہوں جس میں میں ہوں (2)۔

امام ابن سعد، مسلم، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا (3)۔

امام احمد، ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ دونوں نے دلائل میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اپنی بہترین اور افضل مخلوق میں سے بنایا۔ پھر جب انہیں تقسیم کیا تو مجھے بہترین فریق میں سے بنایا۔ پھر جب قبائل کی تخلیق فرمائی تو مجھے ان میں سے افضل اور اعلیٰ قبیلہ سے بنایا اور جب انفس کو تخلیق فرمایا تو مجھے ان میں سے افضل اور بہترین بنایا۔ پھر جب گھر بنائے تو مجھے ان میں سے بہترین گھر والا بنایا۔ پس میں گھر اور ذات کے اعتبار سے ان تمام سے افضل و اشرف ہوں (4)۔

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں، طبرانی، ابن مردویہ، ابو نعیم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور مخلوق میں سے بنی آدم کو چن لیا اور بنی آدم میں سے عرب کو پسند فرمایا اور عرب میں سے مضر کو چنا پھر مضر میں سے قریش کو چنا اور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرما کر افضل و اعلیٰ قرار دیا۔ چنانچہ میں نیکوں اور اشرف افراد سے نیک اور اعلیٰ کردار افراد کی منتقل ہوا ہوں (5)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا اور مجھے ان میں سے افضل اور بہتر حصے میں سے بنایا پھر اس نصف (ایک حصہ) کو تین میں تقسیم کیا اور میں ان تین میں سے افضل میں ہوں۔ پھر لوگوں میں سے عرب کو پسند فرمایا، پھر عربوں میں سے قریش کو چنا۔ پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو پسند فرمایا۔ پھر بنی ہاشم میں سے بنی عبد المطلب کو پسند کیا اور پھر بنی عبد المطلب میں سے مجھے منتخب فرمایا (6)۔

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 135 2۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 136 3۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 130

4۔ ایضاً، جلد 1، صفحہ 131 5۔ شعب الایمان، باب فی تعظیم النبی ﷺ، جلد 2، صفحہ 229 (1606)

6۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 20، دار صادر بیروت

امام ابن سعد اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو پسند فرمایا پھر ان میں سے کنانہ کو چنا۔ پھر ان میں سے قریش کو چنا۔ پھر ان میں سے بنی ہاشم کو اختیار کیا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا(1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو اختیار فرمایا، پھر عرب میں سے کنانہ کو پسند کیا، پھر کنانہ میں سے قریش کو چنا اور پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو اختیار کیا اور پھر بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا(2)۔

امام ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کبھی کسی زنا کار نے اس وقت سے جنم نہیں دیا جب سے میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکلا ہوں۔ امم مجھے بلند مرتبہ سردار سے عظیم المرتبہ کی طرف منتقل کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ میں عرب کے افضل ترین دو قبیلوں یعنی ہاشم اور زہرہ سے ظاہر ہوا(3)۔

ابن ابی عمر العدنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ مخلوق کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال قبل قریش اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نور تھے۔ وہ نور تسبیح بیان کرتا اور ملائکہ بھی اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو وہ نور ان کی صلب میں ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت آدم علیہ السلام کی صلب میں زمین کی طرف اتارا۔ پھر مجھے حضرت نوح علیہ السلام کی صلب میں رکھا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلب میں مجھے ڈال دیا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ مجھے کریم صلبوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف مسلسل منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے والدین کے درمیان سے ظاہر کر دیا (پیدا فرما دیا) اور انہوں نے کبھی بھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔

امام بیہقی نے ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ ایک قوم نے آپ ﷺ میں کوئی عیب نکالا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ غضب ناک ہو گئے اور پھر ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا اور انہیں دو فرقوں میں تقسیم کر دیا اور مجھے دونوں میں سے اچھے اور بہترین گروہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبائل بنا دیئے۔ مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے۔ تو مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قبیلہ اور خاندان دونوں کے اعتبار سے تم سے بہتر اور افضل ہوں (4)۔

امام ترمذی اور آپ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس حال میں کہ آپ تک وہ بعض باتیں پہنچی تھیں جو لوگ کیا کرتے تھے سو آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور فرمایا: میں کون ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کی: آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 130، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 21، دار صادر بیروت
3۔ تاریخ مدینہ دمشق الکبیر، جلد 1، صفحہ 346، دار المسیرہ بیروت
4۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، جلد 1، صفحہ 168

WWW.NAFSEISLAM.COM

اور مجھے اپنی بہترین مخلوق میں رکھا۔ پھر ان کے دو فرقے بنائے اور مجھے بہترین فرقہ میں رکھا۔ پھر ان کے قبائل بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ اور پھر ان کے خاندان بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین خاندان میں پیدا فرمایا۔ پس میں خاندان کے اعتبار سے بھی تم سے بہتر ہوں اور ذات کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں۔ ترمذی نے اس حدیث کو بیان کیا اور صحیح قرار دیا اور نسائی نے اسے عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب سے روایت کیا ہے(1)۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کوئی نبی بھیجنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اہل زمین میں سے سب سے بہترین اور افضل قبیلہ کی طرف دیکھتا ہے اور ان میں سے افضل ترین آدمی کو تاج نبوت پہنا دیتا ہے(2)۔

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادرالاصول میں حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: اے محمد! ﷺ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا اور میں نے زمین کے مشرق و مغرب میں زمین کے میدانوں اور پہاڑوں میں چکر لگایا تو میں نے عرب سے بہتر اور اچھا کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر مجھے حکم ملا اور میں عرب میں گھومتا رہا اور مضر سے اچھا کوئی قبیلہ نہ پایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا اور میں نے مضر میں چکر لگایا اور کنانہ سے بڑھ کر اچھا کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم ہوا اور میں کنانہ میں گھوما پھرا، تو میں نے قریش سے بہتر کوئی خاندان نہیں پایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم ارشاد فرمایا اور میں نے قریش کا چکر لگایا۔ تو بنی ہاشم سے بڑھ کر اچھا کسی خاندان کو نہیں پایا۔ پھر مجھے حکم ہوا کہ میں ان کے افراد میں سے کسی کا چناؤ کروں۔ تو میں نے آپ کی ذات سے بڑھ کر بہترین اور افضل و اعلیٰ کسی نفس کو نہیں پایا(3)۔

امام ابن ابی شیبہ، اسحاق بن راہویہ، ابن منیع نے مسند میں، ابن جریر، ابن منذر، ابوالشیخ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے دلائل میں یوسف بن مہران کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: وہ آخری آیت جو حضور نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی اور ایک روایت کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم میں سے آخر میں جو نازل ہوا وہ یہ آیت ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ الی آخر الآیہ (4)۔

امام ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن انباری نے المصاحف میں اور ابن مردویہ نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: بے شک قرآن نے اللہ تعالیٰ کے عہد کو بیان کر دیا ہے۔ ایک روایت کے الفاظ میں ہے: آسمان میں یہ دو آیتیں ہیں: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ الی آخر السورۃ۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد المسند میں، ابن ضریس نے فضائل القرآن میں، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی نے دلائل میں، خطیب نے تلخیص المتشابہ میں اور ضیاء رحمہم اللہ نے المختارہ میں

1۔ دلائل النبوۃ از بیہقی، باب ذکر شرف الرسول ﷺ، جلد 1، صفحہ 168، دارالکتب العلمیہ بیروت 2۔ طبقات کبریٰ، جلد 1، صفحہ 25، دار صادر بیروت

3۔ نوادرالاصول، باب عقاب من غش العرب، صفحہ 96، دار صادر بیروت 4۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 92، بیروت

حضرت ابوالعالیہ رحمہ اللہ کی سند سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں قرآن کریم مصحف میں جمع کیا۔ پس کچھ آدمی لکھتے تھے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انہیں املا کراتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ سورۂ برأت کی اس آیت تک پہنچ گئے ثُمَّ انْصَرَفُوْا ۭ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ تو انہیں یہ گمان ہوا کہ یہی آیت ہے جو قرآن کریم میں سے آخر میں نازل ہوئی۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے اس کے بعد دو آیتیں مزید پڑھائی ہیں۔ یعنی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ سے لے کر وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ تک۔ پس قرآن کریم میں سے یہی سب سے آخر نازل ہوئیں۔ فرمایا پس وہ امر اختتام پذیر ہوا۔ جیسے لا الہ الا اللہ کے ساتھ شروع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ (الانبیاء) ''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول مگر یہ کہ ہم نے وحی بھیجی اس کی طرف کہ بلاشبہ نہیں ہے کوئی خدا بجز میرے پس میری عبادت کیا کرو'' (1)۔

امام ابن سعد، احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن ابی داؤد نے المصاحف میں، ابن حبان، ابن منذر، طبرانی اور بیہقی نے سنن میں بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ کے قتل کے بعد مجھے بلا بھیجا اور آپ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عمر میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ جنگ یمامہ نے بہت سے لوگوں کو لقمہ اجل بنا دیا ہے اور میں یہ خوف محسوس کر رہا ہوں کہ اگر جنگوں میں قراء اسی طرح جام شہادت نوش کرتے رہے، تو بہت سا قرآن گم ہو جائے گا، مگر یہ کہ تم اسے جمع کر دو اور میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ تم قرآن کریم جمع کر دو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہے کہ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! یہ کام خیر اور نیکی کا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار اس کام کے بارے میں مجھ پر اصرار کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے میرا سینہ کھول دیا ہے اور اب میری بھی وہی رائے ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے ہوئے تھے لیکن انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلاشبہ تم نوجوان آدمی ہو اور نہ ہی ہم تمہارے بارے میں کوئی شک کرتے ہیں اور تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وحی بھی لکھتے رہے ہو۔ سو تم قرآن کریم تلاش کرو اور اسے جمع کر دو۔ قسم بخدا! اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے منتقل کرنے کا پابند بناتے تو وہ مجھ پر اس سے بھاری نہ ہوتا کہ ان دونوں نے مجھے جمع قرآن کا حکم فرمایا میں نے کہا: تم دونوں کیسے وہ کام کرو گے جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! یہ خیر اور نیکی کا کام ہے۔ پس میں مسلسل اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اس کے لیے کھول دیا جس کام کے لیے اس نے ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ وسیع کر دیا تھا۔ پس میں اٹھا اور قرآن کریم کو تلاش کیا اور کاغذ کے ٹکڑوں، پالانوں،

1۔ مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 134، دار صادر بیروت

کھجور کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے اسے جمع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے سورۂ توبہ کی دوآیتیں صرف حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے پائیں اور ان کے سوا کسی اور سے وہ نہ ملیں۔ اور وہ یہ ہیں لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ...... الی آخرھما۔ اور وہ صحف جن میں قرآن کریم جمع کیا گیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف وصال عطا فرمایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت سے سرفراز فرمایا اور پھر وہ حضرت حفصہ ام المومنین بنت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے (1)۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوئی آیت مصحف میں نہیں لکھتے تھے یہاں تک کہ دو آدمی شہادت دیتے۔ پس انصار میں سے ایک آدمی دو آیتیں لے کر آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان پر کبھی بینہ طلب نہیں کروں گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تھے (2)۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت عروہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ جب جنگ میں بہت سے قراء لقمہ اجل بن گئے تو اس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم ضائع ہونے کا خوف لاحق ہوا۔ تو آپ نے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما دونوں سے کہا: مسجد کے دروازے پر بیٹھو اور جو بھی کتاب اللہ کی کسی آیت پر تمہارے پاس دو گواہ لائے، تم اسے لکھ لو۔

امام ابن اسحاق، احمد بن حنبل اور ابن ابی داؤد رحمہم اللہ نے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ حضرت حارث بن خزیمہ سورۂ برأت کے آخر سے یہ دو آیتیں لے کر آئے لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ تا وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس پر تمہارے ساتھ کون شاہد ہے؟ تو انہوں نے کہا: قسم بخدا! میں نہیں جانتا مگر یہ کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بالیقین یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کی ہیں، انہیں یاد کیا ہے اور انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ بالیقین تو نے یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ اگر یہ تین آیات ہوتیں تو میں انہیں علیحدہ سورہ بنا دیتا۔ پس تم قرآن کریم کی کوئی سورت دیکھو اور انہیں اس کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ یہ سورۂ برأت کے آخر میں ملا دی گئیں (3)۔

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے المصاحف میں حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: جس کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سے متعلقہ کوئی شے حاصل کی ہو تو وہ ہمارے پاس لے کر آئے۔ وہ اسے صحف، تختیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر لکھتے تھے اور آپ کسی سے کوئی شے قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دو شاہد اس کی شہادت دیتے۔ ابھی آپ قرآن کریم جمع کر رہے تھے کہ آپ کو شہید کر دیا گیا۔ پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری قبول کی اور

1۔ صحیح بخاری، باب لقد جاءکم رسول، جلد 2، صفحہ 676، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 91، دار احیاء التراث العربی بیروت

3۔ مسند امام احمد، جلد 1، صفحہ 199، دار صادر بیروت

اٹھ کر لوگوں کو فرمایا جس کے پاس کتاب اللہ کا کوئی حصہ ہو وہ اسے لے کر ہمارے پاس آئے۔ آپ بھی کسی سے کوئی شے قبول نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ دو گواہ اس کی شہادت دے دیتے۔ پھر حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور کہا بے شک میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم نے دو آیتیں چھوڑ دی ہیں۔ تم نے انہیں نہیں لکھا۔ انہوں نے پوچھا: وہ کون سی ہیں؟ تو انہوں نے بتایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دو آیتیں لی ہیں یعنی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ الی آخر السورۃ۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے ہم انہیں کہاں رکھیں؟ تو انہوں نے کہا: قرآن کریم میں سے جو آخر میں نازل ہوا ان دونوں کو اس کے ساتھ بطور خاتمہ آخر میں ذکر کر دیں۔ چنانچہ ان دونوں کے ساتھ سورۂ برأت کو ختم کیا گیا۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الآیہ کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں میں سے بنایا کہ وہ اس پر آپ سے حسد نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و کرامت عطا فرمائی (1) ان میں سے ایمان لانے والوں کا مشقت میں پڑنا آپ پر گراں گزرتا ہے اور آپ ان کے گمراہوں کے لیے حریص ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ ''مومنین کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا (اور) بہت رحم فرمانے والا ہے''۔

امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شے تم پر شاق گزرتی ہے وہ اس پر شدید ہوتی ہے۔ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ یعنی بہت ہی خواہش مند ہے کہ تمہارے کفار ایمان لائیں۔

امام ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل امین آئے اور مجھے کہا: اے محمد! آپ کا رب آپ کو سلام فرما رہا ہے اور یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کی طرف بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ یہ آپ کے حکم کے سوا کچھ نہ کرے۔ اگر آپ چاہیں تو میں ان پر پہاڑ گرا دوں۔ اور اگر چاہیں تو میں ان پر پتھر برساؤں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں انہیں زمین میں دھنسا دوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے پہاڑوں کے فرشتے! میں ان کے پاس آیا ہوں، شاید ان سے ایسی نسل پیدا ہوگی جو کہیں گے: لا الٰہ الا اللہ۔ تو اس پر پہاڑوں کے فرشتے نے کہا: آپ ایسے ہی ہیں جیسے آپ کے رب نے آپ کو نام دیا ہے یعنی رؤف رحیم (بڑا مہربان اور بہت رحم کرنے والا)۔

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح حنفی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور وہ اپنی رحمت صرف رحیم پر ہی رکھتا ہے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم سارے اپنے مالوں اور اپنی اولاد کے ساتھ رحم کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نہیں۔ بلکہ اس طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 90، بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو جہینہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی: بے شک آپ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے ہیں۔ سو ہمیں یقین دلایئے کہ ہم آپ سے محفوظ رہیں گے اور آپ ہم سے محفوظ رہیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے یہ سوال کیوں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہم امن طلب کر رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔

امام ابن سعد رحمہ اللہ نے حضرت ابو صالح حنفی رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور رحم کرنے والے کو پسند کرتا ہے، وہ ہر رحیم پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ﷺ بلاشبہ ہم اپنی جانوں، اپنے مالوں اور اپنی ازواج پر بھی رحم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح نہیں۔ بلکہ اس طرح ہو جاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ الآیہ۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾

”(اے حبیب!) پھر اگر منہ موڑ لیں تو آپ فرما دیں کافی ہے مجھے اللہ، نہیں کوئی معبود بجز اس کے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے“۔

امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر کفار منہ موڑ لیں حضور نبی کریم ﷺ سے (تو آپ فرما دیں کافی ہے مجھے اللہ) اور یہ مومنین میں ہے (1)۔

امام ابو الشیخ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت محمد بن کعب رحمہ اللہ نے کہا ہے: ایک سریہ سرزمین روم کی طرف نکلا۔ تو ان میں سے ایک آدمی گرا اور اس کی ران ٹوٹ گئی۔ پس انہوں نے اسے اٹھانے کی استطاعت نہ رکھی، تو انہوں نے اس کا گھوڑا اس کے پاس باندھ دیا۔ اور اس کے پاس پانی اور کچھ سامان خوراک کی چیزیں رکھ دیں۔ جب وہ مڑے تو ایک آنے والا اس کے پاس آیا اور اس نے اسے کہا: تجھے یہاں کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میری ران ٹوٹ گئی تو میرے ساتھی مجھے یہاں چھوڑ گئے تو اس نے کہا: جہاں تو درد محسوس کر رہا ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھ اور یہ کہہ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ فرمایا: اس نے اپنا ہاتھ رکھا اور یہ آیت پڑھی۔ تو اس کی وہ جگہ درست اور صحیح ہو گئی اور وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

امام ابو داؤد نے حضرت ابو الدرداء سے موقوف اور ابن السنی نے حضرت ابو الدرداء سے روایت بیان کی ہے کہ رسول

1۔ تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 11، صفحہ 91، دار احیاء التراث العربی بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح و شام سات مرتبہ یہ پڑھا فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ تو دنیا اور آخرت کے امور میں سے جس نے بھی اسے پریشان کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے (1)۔

امام ابن النجار رحمہ اللہ نے تاریخ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے جس نے صبح کے وقت سات بار یہ پڑھا فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰهُ ۖ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ نہ اس دن اسے کوئی مصیبت پہنچے گی اور نہ اس رات اس کو اذیت اور غم لاحق ہوگا، نہ اس سے کوئی چیز چھینی جائے گی اور نہ وہ غرق ہوگا۔

رہا ارشاد باری تعالیٰ وَهُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِيۡمِ تو اس کے بارے ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرش کی بلندی کی وجہ سے اس کا نام عرش رکھا گیا ہے۔

امام ابن منذر، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں سعد الطائی سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے العظمہ میں حضرت وہب بن منبہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش اور کرسی کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور عرش کرسی کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ ملائکہ کرسی کے درمیان (اندر) میں ہیں اور عرش کے گرد چار نہریں ہیں۔ ایک نہر نور کی ہے جو چمک رہا ہے، ایک نہر آگ کی ہے جو بھڑک رہی ہے۔ ایک نہر سفید برف کی ہے جس سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور ایک نہر پانی کی ہے اور ملائکہ ان نہروں میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ اور ساری مخلوق کی زبانوں کی تعداد کے برابر عرش کی زبانیں ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے اور ان زبانوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرش سرخ یاقوت کا ہے، ملائکہ میں سے ایک نے اس کی طرف اور اس کی عظمت کی طرف دیکھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی، میں نے تجھ میں ستر ہزار ملائکہ کی قوت رکھی ہے جن میں سے ہر فرشتہ کے ستر ہزار پر ہیں، پس تو اڑ، چنانچہ وہ فرشتہ اپنی اس قوت اور پروں کے ساتھ اتنا اڑا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اڑے اور ٹھہر گیا اور دیکھا تو ایسے محسوس ہوا گویا اس نے قصد کیا ہی نہیں۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت حماد رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو سبز زمرد سے پیدا فرمایا ہے اور سرخ یاقوت سے اس کے چار پائے بنائے ہیں۔ اس کی ہزار زبانیں بنائی ہیں اور زمین میں ہزار امت پیدا فرمائی ہے اور ہر امت عرش کی زبانوں میں سے ایک زبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

امام طبرانی اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک عرش کو سانپ کے کنڈل کا طوق پہنایا گیا ہے اور وحی زنجیروں میں نازل ہوتی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عطاء رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے وہ دیکھ رہے ہیں کہ عرش حرم پر ہے۔

امام ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عرش پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہو سکتا جس نے اسے پیدا کیا ہے اور عرش کی تخلیق میں آسمان اس طرح ہیں جیسے صحرا میں ایک قبہ۔

1۔ سنن ابوداؤد مع شرح، باب مایقول اذا اصبح، جلد 4، صفحہ 482، دار الکتب العلمیہ بیروت

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام سعید بن منصور، ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول بیان کیا ہے: آسمان اور زمین عرش سے اتنی مقدار ہی جگہ کا احاطہ کرتے ہیں جس طرح وسیع بیابان سے ایک انگوٹھی جگہ گھیرتی ہے۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت کعب رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے کہ عرش میں آسمان اس قندیل کی طرح دکھائی دیتے ہیں جو زمین وآسمان کے درمیان لٹکائی ہوئی ہو۔

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن یزید بصری رحمہ اللہ سے یہ قول بیان کیا ہے اس کتاب میں ہے جس پر حضرت ہارون علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا کہ ہمارا یہ سمندر نبطس کی خلیج ہے اور نبطس اس کے علاوہ ہے جو کہ زمین کو محیط ہو اور زمین اور اس کے اوپر پائے جانے والے سمندر نبطس کے سامنے اس طرح ہے جیسے سیف البحر کے سامنے ایک چشمہ اور نبطس کے اوپر قینس ہے جو زمین کو محیط ہے۔ نبطس اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر چشمہ۔ اور قینس کے پیچھے اصم ہے جو زمین کو محیط ہے۔ اور قینس اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہے جیسے سیف البحر پر چشمہ۔ اور اصم سے پیچھے مظلم ہے جو زمین کو محیط ہے اور اصم اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر چشمہ۔ اور مظلم کے پیچھے الماس کا ایک پہاڑ ہے جو زمین کو محیط ہے۔ اور مظلم اور اس سے کم اس کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف الحبر پر ایک چشمہ۔ اور الماس کے پیچھے الباکی ہے اور یہ میٹھا پانی ہے جو زمین کو محیط ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے نصف کو حکم دیا ہے کہ وہ عرش کے نیچے ہو۔ پس اس نے جمع ہونا چاہا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے جھڑک دیا۔ تو وہ رو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کر رہا ہے۔ پس الماس اور اس سے کم اس کے نزدیک اس طرح ہیں جیسے سیف البحر کے سامنے ایک چشمہ، اور اس کے پیچھے عرش ہے جو زمین کو محیط ہے۔ اور الباکی اور اس سے کم عرش کے سامنے اس طرح ہیں جیسے سیف البحر پر ایک چشمہ۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساتوں آسمان کرسی میں اس طرح ہیں جیسا کہ سات دراہم ڈھال میں پھینک دیئے گئے ہوں۔ ابن زید نے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی مکرم ﷺ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ عرش میں کرسی اس طرح ہے جیسا کہ لوہے کا ایک حلقہ زمین کے وسیع بیابان میں پھینک دیا گیا ہو اور کرسی موضع القدمین ہے۔

امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرمایا، عرش کی ستر ہزار ساق ہیں اور ہر ساق زمین وآسمان کے دائرے کی طرح ہے۔

امام عبد بن حمید، ابوالشیخ اور بیہقی رحمہم اللہ نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ ملائکہ اور عرش کے درمیان ستر پردے ہیں۔ ایک حجاب نور کا ہے۔ ایک حجاب ظلمۃ (تاریکی) کا ہے پھر ایک حجاب نور کا اور ایک حجاب تاریکی کا ہے..... علی ہذا القیاس۔

امام ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے الاسماء والصفات میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور نبی مکرم ﷺ مصیبت کے وقت یہ کہا کرتے تھے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْعَلِيْمُ، لَا

57A

اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِيْنَ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ'' (1)

امام نسائی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے چند کلمات سکھائے جو کلمات رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھائے تھے۔ آپ مصیبت کے وقت وہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ اور جب بھی آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ یہ پڑھتے: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' (2)

امام حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت اسحاق بن عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ کی سند سے اور انہوں نے اپنے باپ سے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہ فرمایا کرتے تھے: تم اپنے مردوں کو تلقین کرو ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ یہ زندہ کے لیے کیسی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: انتہائی عمدہ ہے، انتہائی عمدہ ہے (3)۔

امام ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن جعفر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور اسے علیحدگی میں فرمایا: جب موت تیرے قریب آجائے یا دنیوی امور میں سے کوئی خوف ناک امر پیش آجائے تو یہ کہتے ہوئے اس کا سامنا کرنا: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ'' (4)

امام احمد نے الزہد میں ابوالشیخ رحمہما اللہ نے العظمہ میں وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ حزقیل بخت نصر کے سبا میں بیت المقدس کے دانیال کے ساتھ تھا۔ حزقیل نے یہ گمان کیا کہ وہ فرات کے کنارے سو رہا ہے۔ سو اس کے پاس ایک فرشتہ آیا حالانکہ وہ سو رہا تھا اور اسے سر سے پکڑ کر اٹھالیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کے خزانہ میں جا کر رکھا۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ تو اچانک عرش کے نیچے آسمان کھل گئے اور عرش اور جو اس کے اردگرد تھا وہ سب میرے لیے ظاہر ہو گیا۔ پس میں نے اس شگاف سے ان کی طرف دیکھا اور جب میں نے عرش کی طرف دیکھا کہ وہ آسمانوں اور زمین پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ اور جب آسمانوں اور زمین کی طرف دیکھا تو انہیں بطن عرش کے ساتھ لٹکے ہوئے دیکھا اور چار فرشتے اسے اٹھائے ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر فرشتے کے چار چہرے تھے۔ ایک چہرہ انسان کا، ایک چہرہ گدھ کا، ایک چہرہ شیر کا اور ایک چہرہ بیل کا۔ جب اس منظر نے ان کے بارے مجھے انتہائی متعجب کیا۔ تو میں نے ان کے قدموں کی طرف دیکھا۔ تو دیکھا کہ وہ زمین میں ایک بچھڑے پر ہیں جن کے ساتھ وہ گھوم پھر رہا ہے پھر دیکھا کہ عرش کے سامنے ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس کے چھ پر ہیں۔ ان کا رنگ اونٹ کے بچے کے رنگ کی طرح ہے۔ وہ اسی مقام پر اس وقت سے کھڑا ہے

1۔ صحیح بخاری، باب الدعاء عند الکرب، جلد 2، صفحہ 939، قدیمی کتب خانہ کراچی

2۔ شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، جلد 7، صفحہ 256 (10223)، دار الکتب العلمیہ بیروت

3۔ نوادر الاصول، باب فی کلمات الفرج والمغفرۃ، صفحہ 219، دار صادر بیروت

4۔ مصنف ابن ابی شیبہ، باب عند الکرب، جلد 6، صفحہ 20 (29157)، مکتبۃ الزمان مدینہ منورہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اور قیامت قائم ہونے تک کھڑا رہے گا اور وہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اور ایک فرشتہ اس سے نیچے ہے میں نے اسے مخلوق کی ہر شے سے عظیم دیکھا۔ اور وہ حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ اور یہی آسمان کے فرشتوں پر خلیفہ ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا ہے کچھ فرشتے عرش کا طواف کر رہے ہیں یہاں تک کہ قیامت ہو جائے گی (وہ اسی حالت پر رہیں گے) اور وہ کہہ رہے ہیں ''قُدُّوسٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا اِلٰهُ الْقَوِیِّ مَلَاتُ عَظْمَتُهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ'' اور کچھ فرشتے ان سے نیچے ہیں۔ ان میں سے ہر فرشتے کے چھ پر ہیں۔ دو پروں کے ساتھ وہ اڑتا ہے جب کہ یہی ملائکہ المقربین ہیں۔ ان سے نیچے والے فرشتے اس وقت سے سجدے میں ہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا فرمایا ہے یہاں تک کہ صور میں پھونک دیا جائے گا۔ سو جب صور میں پھونکا جائے گا تو وہ اپنے سر اٹھائیں گے۔ اور جب وہ عرش کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے سُبْحَانَكَ مَا كُنَّا نَقْدُرُكَ حَقَّ قُدْرَتِكَ ''تیری ذات پاک ہے، ہم اس طرح قادر نہیں ہو سکے جس طرح تیری قدرت کا حق تھا''۔ پھر میں نے عرش کو دیکھا کہ وہ اس شگاف سے لٹک رہا ہے اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر وہ زمین آسمان کے درمیان والے محل کی طرف وسیع ہو گیا اور وہ ان دونوں کے مابین کے ساتھ متصل ہو گیا، پھر وہ باب الرحمت سے داخل ہوا اور وہ اس کی قدرت رکھتا تھا۔ پھر وہ مسجد کی طرف وسیع ہوا اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر وہ صخرہ (چٹان) پر واقع ہوا اور وہ اس پر قادر تھا۔ پھر اس نے کہا: اے ابن آدم! بجلی گری اور میں نے ایک ایسی آواز سنی ہے کہ میں نے اس کی مثل آواز کبھی نہیں سنی پھر وہ ختم ہو گئی ہے اور میں اس آواز کی قدرت رکھتا ہوں۔ اور جب اس نے وہ آواز نکالی تو وہ ایک لشکر کی طرح تھا جو جمع ہوا اور ایک ہی آواز کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھا۔ یا ایک گروہ کی طرح تھا جو اکٹھا ہوا اور انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو دھکیلا اور ان کے بعض بعض سے آگے آ گئے۔ یا وہ اس سے بھی اعظم اور بڑا تھا۔

حزقیل نے کہا جب میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ تو اس نے کہا: اسے اٹھاؤ، کیونکہ یہ کمزور ہے اسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے پھر اس نے کہا تو اپنی قوم کی طرف چلا جا۔ تو ان پر میری جانب سے ہراول دستے کی طرح ہے۔ ان میں سے جسے تو نے دعوت دی اور اس نے تیری دعوت کو قبول کر لیا اور وہ تیری راہنمائی کے ساتھ ہدایت پا گیا۔ تو تیرے لیے بھی اس کی مثل اجر ہو گا۔ اور جس سے تو غافل رہا (یعنی تو نے اسے دعوت حق نہ دی) یہاں تک کہ وہ گمراہی میں ہی مر گیا۔ تو تجھ پر بھی اس کے بوجھ کی مثل بوجھ ہو گا اور ان کے بوجھوں سے بھی کسی شے کی کمی نہیں کی جائے گی۔ پھر وہ عرش کے ساتھ بلند ہو گیا اور میں اٹھا، یہاں تک کہ میں فرات کے کنارے کی طرف لوٹ آیا۔ پس اسی اثناء میں کہ میں فرات کے کنارے سویا ہوا تھا اچانک میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اس نے میرا سر پکڑا اور مجھے اٹھا لیا یہاں تک کہ اس نے مجھے بیت المقدس کے پہلو میں پہنچا دیا۔ پس جب میں پانی کے حوض کے پاس پہنچا میرے قدم آگے نہ بڑھے۔ پھر میں اس سے جنت کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی نہروں کے کناروں پر درخت تھے اور وہ درخت ایسا ہے کہ نہ اس کے پتے بکھرتے ہیں اور نہ اس کی عمر ختم ہوتی ہے۔ پس اس میں طلع (کھجور کا درخت) تضیب (میدانی درخت) بیع (پہاڑی درخت) اور قطیف (انگور کی بیل) ہیں۔ میں نے پوچھا: جنت کا لباس کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: جنت کا لباس کپڑے کا ہے جیسا کہ حوروں کا لباس۔ یہ اسی رنگ پر پھوٹیں گے جس پر ان کا مالک

چاہے گا۔ میں نے کہا: جنت کی ازواج کیا ہیں؟ پس وہ مجھ پر پیش کی گئیں۔ پس میں تو ان کے چہروں کے حسن کی چمک کے سبب بے ہوش ہو گیا۔ پس اگر انہیں سورج اور چاند کے مقابلہ میں لایا جائے تو ان میں سے ہر ایک کا چہرہ ان دونوں کی نسبت زیادہ روشن ہے۔ جب کہ ان میں سے کسی کا گوشت ان کی ہڈیوں کو نہیں چھپا رہا اور ان کی ہڈیاں اپنی مخ (کلفہ) کے لیے پردہ نہیں اور ان کی کیفیت یہ ہے کہ جب ان کا صاحب ان کے پاس سوئے گا تو وہ بیدار ہو جائے گا اور وہ باکرہ ہیں۔ سو مجھے اس سے انتہائی تعجب ہوا۔ تو مجھے کہا گیا کیا تو اس پر تعجب کر رہا ہے؟ تو میں نے کہا: کیا ہے میرے لیے کہ میں اس پر تعجب نہ کروں؟ اس نے بتایا جس نے ان پھلوں میں سے کوئی کھالیا جو تو نے دیکھے ہیں وہ ہمیشہ رہے گا اور جس نے ان ازواج میں سے کسی سے شادی کر لی اس سے غم اور حزن دور ہو جائے گا۔ پھر اس نے میرا سر پکڑا اور مجھے وہیں لوٹا دیا جہاں میں تھا۔

حزقیل نے کہا: پس اس اثناء میں کہ میں فرات کے کنارے سو رہا تھا۔ اچانک میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اس نے مجھے سر سے پکڑا اور مجھے اٹھا لیا۔ یہاں تک کہ زمین کے ایک حصے میں جا کر مجھے رکھا۔ وہاں جنگ ہوئی تھی اور اس میں دس ہزار قتل ہوئے تھے۔ پرندے اور درندے ان کا گوشت نوچ رہے تھے اور ان کے جوڑ علیحدہ علیحدہ ہو چکے تھے۔ پھر اس نے مجھے کہا: بے شک یہ قوم گمان کرتی ہے کہ ان میں سے جو مر گیا یا قتل ہو گیا وہ مجھ سے چھوٹ گیا اور اس سے میری قدرت ختم ہو گئی پس تو انہیں بلا حزقیل نے کہا: سو میں نے انہیں بلایا۔ تو ہر ہڈی اپنے اس جوڑ کی طرف آئی جس سے وہ کٹی تھی۔ کوئی آدمی اپنے ساتھی کو اس سے بڑھ کر نہیں پہچانتا جتنا کہ ہڈی نے اس جوڑ کو پہچانا جس سے وہ جدا ہوئی تھی یہاں تک کہ ان میں سے بعض بعض کے ساتھ مل گئیں۔ پھر ان پر گوشت اگا پھر رگیں پھوٹیں۔ پھر چمڑا پھیل گیا اور میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا: میرے لیے ان کی ارواح کو بلاؤ، حزقیل کا بیان ہے کہ میں نے انہیں بلایا، تو ہر روح اپنے اس جسم کی طرف آئی جس سے وہ جدا ہوئی تھی پس جب وہ بیٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا: تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے جواب دیا: بے شک جب ہم مرے اور ہم نے زندگی سے مفارقت حاصل کی۔ تو ہمیں ایک فرشتہ ملا۔ اسے میکائیل کہا جاتا ہے اس نے کہا: اپنے اعمال لے آؤ اور اپنے اجر وصول کر لو۔ ہمارا تمہارے ساتھ، جو تم سے پہلے تھے اور جو تمہارے بعد ہوں گے ان کے ساتھ یہی طریقہ ہے۔ پس اس نے ہمارے اعمال میں دیکھا اور یہ پایا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ تو اس نے ہمارے جسموں پر کیڑا مسلط کر دیا۔ ارواح اس کا درد پانے لگیں اور ہماری ارواح پر غم مسلط کر دیا اور ہمارے جسم اس کا درد محسوس کرنے لگے۔ پس ہم اسی طرح کا عذاب پا رہے تھے یہاں تک کہ تو نے ہمیں بلایا۔ فرمایا: پھر اس نے مجھے اٹھایا اور اسی جگہ لوٹا دیا جہاں میں تھا (1)۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

1۔ کتاب الزہد، باب زہد یوسف علیہ السلام، صفحہ 104، دار الکتب العلمیہ بیروت